اردو ترجمہ کتاب

روضۃ القیومیہ

رکن چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در بیان احوال قیوم رابع حضرت سلطان الاولیا خلیفۃ اللہ محمد زبیر رضے اللہ تعالےٰ عنہ و قعات بشارات کہ دلالت میکند بوجود مسعود آنحضرت رضے اللہ تعالےٰ عنہ

واقعہ اول - حضرت عروۃ الوثقےٰ رضے اللہ تعالےٰ عنہ کا خوشخبری دینا: ایک روز امام الاولیا حضرت عروۃ الوثقیٰ جامع علوم دینی و یقینی، ہادئے راہ حقیقت گزینی، سالک محقق، کامل مدقق، کاشف حقائق معقول و منقول، واقف اسرار فرع و اصول، معلم دقائق مکتوم حضرت محمد معصوم رضے اللہ عنہ نے اپنے تمام پوتوں کو جن میں سے ہر ایک اپنے زمانے کا صالح عارف اور برگزیدہ تھا۔ بلایا۔ سب سے پہلے حضرت ابو العلیٰ رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت رضی نے اپنی خاص نسبت کا القا اس بوستان قیومیت کے نئے پودے میں رکھا اور حضرت حجت اللہ رضے اللہ عنہ کو جو حضرت ابو العلیٰ رح کے باپ تھے۔ فرمایا، کہ اس طالع بیدار فرزند کے مطلع سے ایسا آفتاب ظہور میں آئیگا جس سے تمام جہان روشن ہوگا۔ جس میں حضرت مجدد الف ثانی رضے اللہ عنہ کے تمام کمالات تھوڑے ہی عرصہ میں ظاہر ہونگے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ حضرت ابو العلیٰ کے فرزند حضرت قیوم زماں خلیفۃ اللہ محمد زبیر رض کی طفیل حضرت مجدد الف ثانی رضے اللہ عنہ کے کمالات باطنی سے مشرق سے مغرب تک لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ اس طرح حضرت قیوم ثانی رح کا

مکاشفہ حرف بحرف ٹھیک نکلا۔

واقعہ دوم۔ حضرت مروج الشریعت رضی اللہ عنہ کا حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے وجود مبارک کی خوشخبری دینا۔ میرے (مصنفؒ) جد امجد کواکب دریہ میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک رات نماز تراویح میں حضرت مروج الشریعت قرآن شریف سن رہے تھے حضرت ابو العلیٰ بھی نماز تراویح میں موجود تھے نماز سے فارغ ہو کر حضرت مروج الشریعت نے فرمایا کہ میں نے شیخ ابو العلیٰ کی پیٹھ پر ایک جانور دیکھا ہے جس سے آسمان کے ساتوں طبقات اور زمین روشن ہو رہے ہیں۔ ضرور ہے۔ کہ شیخ ابو العلیٰ کی پشت سے ایسا فرزند پیدا ہو جس سے تمام کائنات منور ہو جائے۔ واقعی حضرت ابو العلیٰؒ کے فرزند حضرت محمد زبیر قیوم رابع سے تمام جہان منور ہوا۔ آنجناب کے نور ہدایت نے مشرق سے مغرب تک ذرے ذرے کو گھیر لیا۔ اور حضرت مروج الشریعت رح کا مکاشفہ بالکل سچ نکلا۔

واقعہ سوم۔ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ معظمہ کے طواف کیلئے جانا۔ اور وہاں حضرت خلیفۃ اللہؒ کے وجود مسعود کی خوشخبری دینا۔ حضرت قیوم ثالث حجت اللہ دوسری بار سفر حج کو جانے سے پہلے فرماتے تھے۔ کہ حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کل تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور مجھے سفر حج کا حکم دیتے ہیں۔ اور اس سفر کی برکتوں کا اظہار فرماتے ہیں۔ اور از راہ لطف و کرم فرماتے ہیں۔ کہ حضرت محمد نقشبند ہم تمہارے لینے کیلئے آئے ہیں۔ چنانچہ متواتر تین مہینہ تک تشریف فرما ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت قیوم ثالث حج کو گئے۔ اور حضرت سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ منورہ کی زیارت کی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنجنابؓ کو اپنی نسبت خاص کا القا کر کے فرمایا۔ کہ اس نسبت کی وجہ سے تمہارے ہاں ایک فرزند ہوگا۔ جو میرا نائب اتم اور خلیفہ اعظم ہوگا۔ جب حضرت قیوم ثالث رضی اللہ عنہ سفر حج سے واپس آئے۔ تو حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ آنجنابؓ کے پیدا ہونے کے بعد حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ فرزند جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص نسبت سے پیدا ہوا ہے۔ جس کا القا مدینہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا۔

واقعہ چہارم۔ حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت خلیفۃ اللہ رضؓ

کے وجود مسعود کی خوشخبری بنایا۔ اکثر اوقات جناب قدسی صفات رکن جہان ۔ قیوم زمان حضرت حجت اللہ رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار آنحضرت رضی اللہ عنہ سے منصب قیومیت اور مراتب خلت کی تفتیش و تجسس کرتے ۔ کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت و قیومیت کا مسند آرا اور ولی عہد اور شمع قطبیت کا نور افزا کون ہوگا ۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر ہادیئے راہ ہدیٰ حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کے امر کے مطابق اور اپنی کشف باطنی کے موافق فرمایا ۔ کہ نور الابصار ابوالعلیٰ کے دامنی بہار گلستان میں نہایت عز و جلال سے نہال پر کمال پھلے پھولیگا ۔ مقبول بارگاہ الوہیت ۔ موصوف حسنات قیومیت عارف بلند سیر اور کامل نو قدر ہوگا ۔ کہ ہزار سال میں ایسا موحد ذوالجلال عالم قدس اور الہام معلم انس کے اشراقات سے ظہور میں آیا ہوگا ۔ زمانہ کیا ہی خوش نصیب ہے کہ اس جامع علوم کے شرف قدوم سے مشرف و ممتاز ہوگا ؎

وآں مرشد رہنمائے آں قطب زماں   وآں قبلہ ارباب دل و کعبہ جاں

تا طفل بود جواں پیر باشد بجہاں   پیر است مرید اوست ہر پیر و جواں

واقعہ پنجم ۔ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کا برقعہ پوش ہونا اور آنجناب رضی اللہ عنہ کے ظہور کے لئے جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تجربیت حاصل کرنا ۔ حضرت حجت اللہ کے فرزند حضرت ابو العلیٰ نے بارہ سال کی عمر میں اپنے چہرہ مبارک پر برقعہ اوڑھا ۔ شروع میں ایک روز حضرت حجت اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے برقعہ پوش ہونیکی وجہ پوچھی ۔ تو عرض کیا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح شام میرے پاس بیٹھے رہتے ہیں اس واسطے میں اپنے چہرہ سے برقعہ نہیں اٹھاتا ۔ ایسا نہ ہو کہ کسی اور پر نگاہ پڑے اور بے ادبی ہو جائے ۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے امتحاناً پوچھا ۔ کہ اگر جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے پاس بیٹھے ہیں ۔ تو اُن سے پوچھو کہ ہمارے باپ کو دانتوں کا درد ہے کب شفا ہوگی ۔ آنجناب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا ۔ تو جواب ملا کہ پرسوں پہلے پہر درد رفع ہو جائیگا ۔ چنانچہ اسی روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق درد رفع ہوگیا ۔ حضرت ابو العلیٰ بارہ سال تک برقعہ پوش رہے ۔ تا کہ توجہ مبارک سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہو ۔ آخر بارہ سال بعد جب روئے مبارک سے نقاب اٹھایا ۔ تو حضرت پیر دستگیر قیوم زمان خلیفۃ اللہ وجود میں آئے +

واقعہ ششم حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خلیفۃ اللہ کے وجود مسعود کے بارے میں ممکنات کا مبارکباد دینا۔ جب امام الاولیا حضرت خلیفۃ اللہ اپنے قبلہ گاہ والد ماجد کی پشت سے والدہ شریفہ کے رحم میں آئے۔ تو ملائکہ عظام نے جو قضا و قدر کے کارکن ہیں۔ اعضا کی متناسب ترتیب، ہڈیوں کی ترکیب، آنکھوں اور پلکوں وغیرہ کے بیان میں مشغول ہو گئے۔ اس بات کے درپے تھے۔ کہ کسی طرح شاہد سبحانی محبوب یزدانی کو جو مشیت ایزدی کے حجلہ میں چھپا ہوا ہے۔ اور جلالی اور جمالی پردوں میں پردہ نشین ہے۔ معہود شان و شوکت سے مقررہ وقت پر خلوت گاہ میں جلوہ دیں اس وقت حضرت حجۃ اللہ کو نظر کشفی اور الہام شافیہ سے معلوم ہوا۔ کہ ممکنات اور تمام اشیا کے حقائق ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اور حضرت حجۃ اللہ کو بھی مبارکباد اور سلام دیتے ہیں۔ اور برہان الاولیا خلیفۃ اللہ کی محل سعادت والدہ ماجدہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ حضرت حجۃ اللہ نے اس بشارت سے جو خوشی و خورمی کا سرمایہ تھی۔ خوش ہو کر دوگانہ شکرانہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ حقائق اشیا اور ممکنات کی توجہ اس صاحب حمل کی طرف ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مولود قبلہ عالم و عالمیان اور کعبہ التفات جہانیاں ہوگا۔

واقعہ ہفتم ہاتف غیب کا حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے وجود مسعود کی بشارت دینا۔ جب اس جوہر قابل کے ایام وضع حمل قریب پہنچے۔ اور ولادت باسعادت جس سے زمانہ کو خوشی اور آنکھوں کو تر و تازگی نصیب ہوتی تھی۔ واقع ہونے والی تھی۔ تو عالم روحانی میں ایک نورانی شخص نے نہایت خوشی و زمزمہ داؤدی جیسی خوش الحانی سے اس کلمہ ظلمانی میں نسیم گلستانی سے زمانہ کو طرح طرح کی شگفتگی بخشی کہ قریب ہے۔ کہ امام زمانہ فرد یگانہ عدم کے پردہ سے ظاہر ہو۔ مرحبا کہ اسرار الٰہی کا ماہتاب و قیف ہو۔ امام حزب اللہ حجت اللہ یہ غیبی مژدہ اور لاریبی خوشخبری سنکر پھول کی طرح شگفتہ ہوئے۔ اور مارے خوشی کے جامے میں نہ سمائے۔ موجودات کے باغ کی زینت کنندہ کا ہزارہا شکر بجا لائے۔ کہ اس نے باغ جہان کو ایسے پودے سے رونق بخشی۔ اور بوڑھے جہان کو یہ سر دیگر جوان بنا دیا۔ اور زمانے کے چمنستان کو ایسے نگارنگ پھول سے شگفتگی عنایت کی۔

ذکر در بیان

ولادت باسعادت قیوم رابع حضرت پیر دستگیر خلیفۃ اللہ قیوم زمان قطب جہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خزینہ اسرار کے دانشوروں اور گنجینہ ابرار کے ہنر پروروں نے وہ قصہ جو تمام قصوں سے عمدہ اور وہ ذکر جو تمام اذکار سے اشرف ہے۔ بیان کے صفحہ پر یوں ثبت کیا ہے۔ کہ مکرمت کے افق سے صبح سعادت اور معرفت کے آسمان پر خورشید ہدایت کا طلوع ہونا یعنی آنحضرت معدن کمالات نبوت کرم اللہ بالخیر حضرت خواجہ محمد زبیر کی ولادت باسعادت پیر کے دن ۵۔ ذیقعدۃ المعمور ۱۰۹۳ھ ہجری کو ہوئی ؎

از محیط فیض زیبا گوہرے آمد پدید
بر سپہر شرع روشن اخترے مد پدید

اس مبارک وقت سے لیکر تمام رعایا و برایا کی امیدوں اور خواہشوں کے باغ کو تروتازگی اور آنکھوں کو بدرجہ غایت بصارت نصیب ہوئی۔ اس نسیم کی خوشبو سے خاص و عام کی عیش ونشاط کا دماغ معطر ہو گیا۔ تمام جہان کا باغ طرح طرح کے شگوفوں اور رنگارنگ کے پھولوں سے بہشت بریں پر بھی فوقیت لے گیا ؎

از نکہت ایں مژدہ زماں گشت معطر
در پرتو ایں لمعہ زمیں گشت منور

ہر مطلب امید کہ بود از رہ دل
از دولت و اقبال تو شد جملہ میسر

چونکہ اس رحمت الٰہی کی دولت کا پورا پورا وصف لکھنا یا بیان کرنا حیطہ تقریر و تحریر سے باہر ہے۔ اس لئے اس افسر زمان کے مجمل حالات قلمبند کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ جہان کا باغ مکرمت و فضال کے بادل کے ترشحات سے اس لطف یزدانی کے سایہ سے بہار سے بھی بڑھکر تروتازہ ہوا ہے۔ اور بنی آدم کا چار باغ اس چمن آرا کی ندی کے پانی سے سرسبز ہوا ہے۔ اس مژدہ دلکشا کی نسیم سے غنچہ پھولا نہ سمایا عشرت زمانہ کے تار نے اس ٹیڑھے چنگ کے دلنواز نغموں کے غم کا پردہ پھاڑ ڈالا ہے اس خوشخبری سے دلوں کے غنچے پھول کی طرح جامے میں نہیں سماتے۔ اور غمگساروں کی جان نے خوشی کے پھول بغل میں دبائے۔ نامقصود مندوں کے دلی متقاصد مقصود مندی کے میووں سے لد گئے۔ طالبوں کو شاہد مقصود ہاتھ آیا۔ حسب دلخواہ مرادیں پوری ہوئیں اہل جہان نے

دل کی ڈبیاں خوش دلی کے جواہرات سے پر کیں۔ جہان والوں نے اپنے پوت کو موتی سے بدل لیا۔ آنکھوں کو سکھ کلیجے کو ٹھنڈک ہوئی۔ دل کے ویرانے کو خوشی کا گوشہ بنایا معکوس فلک کی کشت عشرت مالا مال ہوگئی۔ اہل آسمان کی عیش کا پودا زمین تک جھک آیا

شکر کو لطفِ جہاں دار ازل ۔ شد خلیفہ والی و دار الملل

سبحان اللہ کیا عجیب ظہور ہے۔ کہ خدا ہے۔ ظہور کبریائی کا جلوہ خط ربوبیت کا شاہد ہے اور شاہد خط الوہیت ہے۔ زبان کی ناطقہ غیب ہے۔ اور ناطقہ کی زبان لاریب ہے کشتی شریعت کا سمندر ہے۔ اور حقیقت کے سمندر کی کشتی ہے۔ مشرق کمال کا آفتاب برج یقین کا ستارہ ہے۔ اختر دین کا برج۔ ماہ یکتائی کا آسمان۔ آسمان یکتائی چاند گدائی کا کمان گوشہ ہے۔ کمان بادشاہی کا گوشہ۔ معدن آفرینش کا جوہر۔ جوہر بینش کی کان۔ درخت دولت کا پھل۔ ملت بیاض کا ثمرہ۔ حدیقہ نور۔ اور صفحہ بیاض سرور ہے۔

زیب دین و دولت لطفِ الٰہ ۔ شد بہفت اقلیم دنیا پادشاہِ دیں پناہ

آں شہے یکتا کہ تا روزِ قیامت زیں سپہر ۔ در زمین خیالش آمدہ یکسر درنا

اس قلم معشوق بہت سے قرون اور زمانہ ہائے دراز کے بعد عدم کے پردہ اور خلوت سے ظہور میں آیا۔ کہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کے وقت سے لیکر کمالات الٰہی اور رحمت نامتناہی انبیا اور اصفیا کی ذات بابرکات میں نزول فرماتی رہی۔ اور جب حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آیا۔ تو تمام کمالات نبوت رحمانی۔ اور عرفان سبحانی اختتام اور اتمام کو پہنچے۔ علے ہذا القیاس کمالات نبوت کا آفتاب اور ولایت ثلاثہ کی حقیقت کا خورشید طلوع ہوا۔ اور سلسلہ کبرائے اور طریقہ اتقیا میں ہمیشہ تشریف فرما ہوتا رہا۔ حتی کہ حضرت خاتم الاولیا خورشید عنوان خاتمہ قیومیت۔ خاتمہ عنوان خلافت انگشت رسالت۔ مہر سلطان سپہر کمالات نبوت۔ اور آسمان ولایت کا آفتاب عالمتاب حمل زمانہ کی تحویل کے سبب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے ایک ہزار ایک سو بارہ سال بعد تاریک عالم کون و مکان کو منور کیا

جشنے کہ چنیں بروزگاراں ۔ درخواب دیدہ نوبہاراں

نہ حسن کہ نقش چرخ اختر ۔ مجموعہ حسن ہفت کشور

یہ قصہ "کشف الحقائق مقامات قیومیت" میں مفصل لکھا ہوا ہے۔ کہ اختر شناس منجموں اور ستارہ شناس عقلمندوں نے تنجیم و نجوم کے میزان کو دیکھ کر عرض کیا۔ کہ ایسا اتفاق حسنہ اور آسمانی سیاروں کا مبارک وقت نہ اس سے پہلے کبھی ہوا۔ اور نہ بعد میں آنا ممکن ہے۔ چنانچہ طالع سعد تھا۔ عطارد نے سرطان کو زیب و زینت بخشی ہوئی تھی۔ زہرہ و مشتری ایک برج میں تھے۔ جو دشمنوں کی جان کو حوادث پر پھینکتے ہیں۔ اور دوستوں کا گل مراد کھلاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ہر ایک ستارہ اپنے مقام محمودہ پر مسعود و مشرف اور خوشی کو بڑھانیوالا تھا ؎

اسد بود طالع خداوند تو ۔۔۔ کز و دیدۂ دشمنان گشت کور

عطارد بجوزا بردں تاختہ ۔۔۔ مہ و زہرہ در ثور دم ساختہ

برآراستہ قوس را مشتری ۔۔۔ زحل در برآرد ساز یگری

ششم خانہ را کرد بہرام جائے ۔۔۔ چو خدمت گراں گشت خدمت نمائے

چنیں طالع بداں بود ازو ۔۔۔ چگویم زہے چشم بد دور زو

چو زاد آں گرامی لقائے چنیں ۔۔۔ برافروخت باغ از نہال چنیں

مرتبہ کیسا ہی عالی ہے کہ آنجناب کی ولادت باسعادت نے صیام و حج کے مابین واقع ہونے سے سرائے فانی کے خراب آباد کو زینت بخشی۔ کیا ہی اعلیٰ درجہ کی منزلت ہے کہ آنجناب کی ولادت باسعادت نے دو عیدوں کے درمیان واقع ہونے سے اِس خاکدان غمکدہ کو نشاط آباد کیا۔ اور ذیقعدۃ المعہود جسے اہل ہند کی اصطلاح میں خالی کا مہینہ کہتے ہیں وہ اب آنحضرت کی ولادت باسعادت کی برکت سے کمالات کے درجوں اور حسنات کے رتبوں سے پُر ہو گیا۔ واقعی اس مہینہ یعنی ذیقعدۃ المعہود کو نہایت اعلیٰ مرتبہ اور بلند درجہ حاصل ہوا کہ رمضان المبارک کا ہمپلہ ہو گیا۔ اور ذالحجہ پر بھی فوقیت لیگیا۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے جد شریف حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے اس تاریک کٹیا اور خالی آستانے پر اس معدن نورانی کے تشریف لانے کو اعلیٰ درجہ کی بخشش اور عنایت تصور فرما کر خاک سنت پر جبین نیاز گھسائی۔ اور کما حقہ شکر و سپاس ادا کیا مشائخ نتائج احمدیہ ادراکا ثمرہ معصومیہ اس دائمی خوشخبری سے اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر سر کے بل اس خوشخبری کو بڑھانے والے کے جمال جہاں آرا کو دیکھنے کیلئے گئے۔ کروبی فرشتوں کا گروہ اور مقربِ ملاء کا

قافلہ اس فصاحت مآب کے حسن کو دیکھنے کیلئے فرش زمین سے لیکر عرش بریں تک صفیں بنائے حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ اور سُریانی زبان میں گا رہے تھے۔ جن کا مطلب بزبان پارسی یہ ہے ؎

دلا گوہرے کز ازار جمندی در نام پدر نہد بلندی
یکتا گوہرے کہ چوں کشد اوج دریا شود و چو آسمان موج

آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے۔ اور رب الارباب کی بارگاہ سے اس منبع برکات کیلئے سلام و تحیات لاتے تھے جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاؑ اور مرسلوںؑ کی روحوں سمیت تشریف فرما ہو کر تحیات و تبارک ادا فرمائی۔ اور مشفقانہ طور پر مربیانہ آغوش میں لیا۔ اس سراپا ہوش کے گوش مبارک میں اذان و تکبیر کہکر فرمایا کہ یہ فرزند کئی ہزار سال کمالات نبوت کے قبہ میں پرورش پاتا رہا۔ اور یہ ہزاروں ماہ کا نتیجہ خزینہ ولایت میں تربیت حاصل کرتا رہا ؎

مہ براوج فلک بلبت طالع شد کہ کس ندید چنیں ماہ در ہزاراں سال

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فرزند میری آخری امت کا قیوم اور میری امت کا مشہور شیخ ہے۔ اس کے بعد اصالت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی قیوم نہ ہوگا۔ اور کوئی ایسا شخص مسند ارشاد پر جلوہ افروز نہیں ہوگا۔ نیک وقت اور مبارک گھڑی میں آنجناب کا کنیت ابو البرکات۔ لقب شمس الدین اور اسم مبارک محمد زبیر قرار پایا۔ زبیر۔ زبر کی تصغیر ہے یعنی کمالات کتب منزلہ الٰہی۔ اور صحف متبرکہ غیر متناہی بطریق اجمال اس صاحب کمال کی ذات میں اترے۔ طرح طرح کے کھانے حسب دلخواہ پینے قسم قسم کے لباس اور رنگارنگ کی خوشبوئیں ؎

دریا دریا عنبر میں بر صحرا صحرا شدہ ازفر
گل بوئے عبیر پرنیاں سنج پروردہ بصد بہار تارنج
از صندل و عود شیشہ شیشہ در گوہر و لعل دستہ دستہ
اکسوں پرندہ رنگ و رنگ سنجاب و سمور تنگ در تنگ

مہیا و مرتب کر کے مستحق اشخاص کو تقسیم کی گئیں۔ دانشور مورخوں اور ہنرور مصنفوں نے

جن میں سے ہر ایک ذہن سلیم طبع مستقیم سخن پروری کی استعداد اور اشعار گستری کی قابلیت عرفی و انوری کی طرح رکھتا تھا۔ عمدہ عمدہ تاریخیں اور دلپسند شعر کہکر حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں لایا جسب ذیل تاریخ ولادت باسعادت ہے ؎

آں شیخ مجدد الف ثانیؒ — کہ نبود تا پیش وے ہمہ انسان غیر
حق داد باو منصب قیومی را — زو ماندہ معصوم شاہ عالم سیر
معصوم چو از جرم و خطا بود معصوم — زاں نطفہ پاک خواجہ شد صاحب خیر
خواجہ کہ بود نقشبند عالم — اعلیٰ درجہ ابو العلی ماند بخیر
فرزند چو حق داد ابو العلی را — چوں گوہر پاک آمد از معدن خیر
تاریخ تولدش گفتند چو جستند — قیوم زماں قطب یارسا و زبیر

؎

قطبے کہ چو مہر جہاں تاب آمد — محبوب خدا از پے ش القاب آمد
تاریخ تولدش گفت ہاتف — مخدوم قطب الاقطاب آمد

؎

بحمد اللہ کہ روشن شد بعالم قطب ربانی — امام الحق محمد ذبیر آں محبوب صمدانی
روا چوں خواست تاریخ ولادت باسعادت را — سروش آمد و لی قیوم رابع مجدد ثانی

ایک سعادت مند بخت بلند دایہ آنحضرت رضی اللہ عنہ کی تربیت اور پرورش کیلئے مقرر فرمائی۔ آنجناب کے چچا شیخ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میرے برادر زادہ بلند ارادہ کی ولادت باسعادت کے دن عمدہ عمدہ قصائد اور مرغوب طبع ابیات سے یہ مضمون معلوم کر کے کہ والدے طینت قطبیت اور قیومیت پیدا ہوا ہے۔ بہتیری کوشش کی گئی۔ لیکن واضح طور پر معلوم نہ ہوا۔ کہ واقعی یہ مولود مسعود قطب الاقطاب اور قیوم زمان ہوگا آخر حضرت قیوم اول رضی اللہ عنہ کے روضہ منورہ میں میں نے مراقبہ کیا۔ اور اس معاملہ کے منکشف ہونے کیلئے توجہ کی۔ تو معلوم ہوا کہ امام ربانی قیوم زمانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ خوشی خوشی فرماتے ہیں۔ کہ تجھے مبارک ہو۔ تیرا بھتیجا پیدا ہوا ہے جو نہایت بلند ہمت عالی فطرت اور اصالت سے بہرہ ور ہوگا۔ اور قیوم زمان بھی ہوگا۔ جو اس خاندان کا باعث فخر ہوگا۔

واقعاتے کہ والدہ آنحضرت رضی اللہ عنہ مشاہدہ کردہ اند

ایک رات مریم زمانی، فاطمہ ثانی، والدہ اس محبوب سبحانی، قیوم زمانی نے خواب دیکھا۔ کہ رئیس الاولیاء، عروۃ الوثقیٰ، مخزن علوم حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ اپنے روضہ مبارک میں کھڑے ہیں۔ اور ہزارہا مشائخ اس روضہ منورہ کے گرداگرد کھڑے ہیں۔ آخر مجھے مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔ کہ یہ انبیاء، مرسل اور اولیا کی روحیں ہیں جو تمہارے فرزند سعادت مند محمد زبیر کی پیدائش پر مبارک دینے کیلئے تشریف لاتے ہیں۔ میں نے بگوش خود سنا کہ مجھ عاجزہ کو زبان گوہرفشان سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ وہ وقت آنیوالا ہے کہ یہ مولود مسعود قیومیت اصالت اور محبوبیت سے مشرف و ممتاز ہوگا۔ اور قطب زمانہ و فرد یگانہ ہوگا۔ اس کے ارشاد کے انوار سے تمام جہان پر نور ہو جائیگا ؎

مبارک طالع فرخندہ فالے　　　بیا باغ حور سے زیبد نہالے

اس طفیل رحمانی کے باطنی طفیل جمیل سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور طریقہ سنیہ احمدیہ کو رواج ہوگا۔ اور قیامت تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہیگا۔ یہ فرزند احمد یکمالات کا متمم مراتب محمدیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم ہوگا۔ ہندوستان کا یہ خارستان گلستان سے بدل جائیگا مصرعہ

بیا بیا باغ کہ گلہت شگفتہ خار نماند

ذکر دربیان بشارت یافتن والدہ آنجناب حضرت خازن الرحمۃ رحمۃ اللہ علیہ

اس دُر یگانہ اور فرد زمانہ یعنی حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ کی والدہ عفیفہ فرماتی ہیں۔ کہ جس دن میرے فرزند ارجمند معدن الخیر محمد زبیر نے زمانے کے اس غمکدہ کو خوشی و خورمی کا باغ بنادیا۔ تو مجھ عاجزہ پر بے ہوشی کی حالت طاری ہوئی کیا دیکھتی ہوں کہ جد بزرگوار شیخ اسرار خازن الرحمۃ محمد سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ مولود مسعود برگزیدہ احمدیہ و قبلہ معصومیہ ہے عنقریب ہی یہ مرتبہ اعلےٰ اور درجہ کبریٰ سے مشرف و ممتاز ہوگا۔ اور مشائخ دین کا رئیس اور شیوخ یقین امت کا

ہم نشین ہوگا۔ اور سب سے آخری مشہور شیخ ہوگا۔

زہے دولتِ مادرِ روزگار کہ فرزند چنیں پرورد در کنار

اللہ تعالےٰ کا شکر و احسان ہے کہ فقیر کا طریقہ اس بلند مرتبہ گوہر سے مروج ہوا۔

ذکر دربیان

بشارت یافتن صوفی کبار از روضہ منورہ حضرت عروۃ الوثقیٰ

رضی اللہ تعالےٰ عنہ

رئیس الاولیا حضرت حجۃ اللہ کے ایک معتبر یار اور خلیفہ ارشد صوفی کامل فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کا روضہ منورہ نہایت تعظیم و تکریم سے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ رکوع میں ہے اس معاملہ حیرت افزا کے بارے میں میں نے حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی۔ آخر کار آنحضرت کے باطن کی طرف متوجہ ہونے سے مراقبہ میں آنحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج میرے نور چشم ابو العلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک فرزند بہرہ مند پیدا ہوا اس واسطے ہم اس کی تعظیم کر رہے ہیں۔

ذکر دربیان

بشارت دادن ملائکہ در روز عقیقہ آنحضرت رضی اللہ عنہ

آنحضرت رضی اللہ عنہ کے عقیقہ کے دن آنجناب کے جد بزرگوار فرماتے تھے۔ کہ اس ابو الخلق کی پیدائش کے دن آسمان سے فرشتے نازل ہو کر کہتے تھے۔ کہ قریب ہے کہ یہ بچہ محبوب الٰہی اور قیوم زماں ہو۔

ذکر دربیان

آمدن بجہت زیارت حضرت خلیفۃ اللہ در روز عرفہ و احوال چہار

پائگی از ایام صبا

امام حزب اللہ حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ عرفہ ذوالحج کے روز دیکھا کہ گروہ

فرشتے اور جوق در جوق کروبی آسمان سے فرش زمین پر اس کلبۂ ظلمانی میں آ رہے ہیں اور اس فرزند ارجمند کی آستان بوسی کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کا حکم اور فرمان یوں صادر ہوا ہے کہ پہلے محمد زبیر بزرگوار کی زیارت کرو جو کہ ابدی سعادت اور سرمدی سرمایہ ہے بعد ازاں طواف کعبہ اور مناسک حج بجالاؤ۔ مصرعہ

زہے سعادت آنکس کہ شہ کند یادش

ذکر در بیان

بشارت یافتن از ندائے غیب حضرت حجۃ اللہ در حق حضرت محمد زبیر خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ

امام حزب اللہ حجۃ اللہ رضے اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ اکثر اوقات غیب سے آواز آتی تھی۔ کہ گذشتہ و آیندہ تمام اولیا اور اصفیا کے کمالات حضرت محمد زبیر کی ذات برکات میں ودیعت ودرج کئے گئے ہیں۔ اور یہ کہ وہ خاتم الاولیا ہوگا +

ذکر در بیان

آمدن جن بشکل مار برائے زیارت آنحضرت رضی اللہ عنہ

ایک روز ایک سیاہ اژدہا دیو ہیکل فرصت پاکر اس فرشتہ صفوت اور اس گوہر صدف ولایت کے سرور آگین مہد نگارین میں ہو بیٹھا۔ اور اس صاحب کمال کے جمال کو دیکھنے میں مشغول ہوا کبھی آنحضرت کے ہاتھوں کو چومتا اور کبھی قدم مبارک کو کوتہ اندیش نگہبان اور کوتہ بین حفاظت کنندے یہ حالت دیکھ کر حیران و پریشان ہوکر ادھر اُدھر سے لکڑی، اینٹ، پتھر اٹھا لائے اور اُسے مارنے کیلئے آجمع ہوئے۔ اس اژدہا نے زبان پُر فصاحت سے یوں عرض کیا۔ کہ خدا و رسول کے واسطے مجھے ایک گھڑی کی فرصت دو تاکہ میں اچھی طرح دیدار کر لوں۔ کیونکہ ہم اس طفل بزرگوار کے مشتاق و محتاج سالہا سال سے تھے۔ آج ہمیں خوش نصیبی و خوش بختی سے اس کی صحبت بابرکت میں حاضر ہونے کا موقع ملا ہے۔ ہم اصل و نسل سے جن ہیں۔ لیکن قباحت شرارت سے مبرا ہیں۔ یہ کہکر نظر سے غائب ہوگیا +

ذکر و بیان

احوال ایام طفولیت آنحضرت رضی اللہ عنہ

اس محبوب الٰہی کے دودھ بھائی کا بیان ہے۔ کہ آنجناب نے لڑکپن میں جو تصابیح و تکلیف شرعی سے مبرا زمانہ ہوتا ہے عام بچوں کی طرح کبھی بستر یا بدن کو غائط و بول سے ملوث نہ کیا۔ اور ننگا رہنے سے بالطبع متنفر تھے۔ کبھی آپ نے خود بخود دایہ سے دودھ نہ مانگا۔ اور نہ بچوں کی طرح کبھی روئے۔ اور نہ ہی کھیل کود میں مصروف ہوئے۔ اگر بالفرض اپنے معصر اور آپ کی مجلس میں آتے۔ اور آپ کو کھیل کود کی رغبت دلاتے۔ تو آپ ہرگز مائل و راغب نہ ہوتے۔ اور نہ خواہش کرتے۔ بلکہ زبان مبارک سے فرماتے۔ کہ پیری مریدی میں وقت کا صرف کرنا خوش وقتی ہے۔ آپ حضرت حجت اللہ کی طرح لوگوں کو مخاطب کر کے توجہ دیا کرتے اور خوشخبری سے مشرف فرمایا کرتے تھے +

ذکر و بیان

احوال از عمر چہار سالگی تا بدوازدہ سالگی بشارت دادن حضرت حجۃ اللہ کہ جمیع کمالات اولیاء در طفل و دیعت کردند

امام حزب اللہ حجت اللہ رضے اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اکثر اوقات غیب سے آواز آتی تھی۔ کہ ہم نے محمد زبیر کی ذات بابرکات میں تمام گذشتہ اور آیندہ اولیا اور اصفیا کے تمام کمالات رکھدئے ہیں۔ اور وہ خاتم اولیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر و احسان ہے کہ آنحضرت رضے اللہ عنہ کی عمر کے چار سال اور چار ماہ گذر گئے۔ تو آنحضرت کو ایک سعادت مند ادیب ادر طالعمند معلم کے سپرد کیا گیا۔ اور آنجناب کی طبع مبارک کی اصلاح کیلئے کئی دانشوران سخنور اور دانایان خرد پرور مقرر کئے۔ تاکہ اپنا وقت تکمیل علوم اور تحصیل فضائل میں صرف کریں۔ اپنے قدوم میمنت لزوم سے استاد یگانہ کی آنکھوں میں گھر کر لیا

ھ دلستان از قدومش شد گلستان   کہ یاد آنچنیں حولی استاں

میرے (مصنف رح) کے قبلہ گاہ فرماتے ہیں۔ کہ میں تعلیم میں مدت مدید رئیس الاولیا حضرت خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ کا ہمنشین ہوا۔ بعض اوقات آنجناب پر اپنے باطنی بڑے احوال

طاری ہوئے۔ تو آنجناب کی طبع مبارک میں تغیر واقع ہوتا۔ اور کانپنے لگتے۔ حتیٰ کہ بے ہوش ہوکر گر پڑتے۔ اگر کوئی لڑکا آپ سے اس حال کی بابت پوچھتا۔ تو آپ اُسے مطلع نہ فرماتے۔ واقعی ؎

ہر کسے را سر حق آموختند مہر کردند و دہانش دوختند

آخر کار اپنے عارف آگاہ حضرت قبلہ گاہ سے یہ حالت عرض کی حضرت جد شریف نے فرمایا کہ مناصب احمدیہ کے دفینہ اور کمالات موروثہ معصومیہ کے خزینہ کے حفیہ اسرار ہیں۔ جو مبارک وقت میں جلوہ گر ہوتے ہیں +

ذکر دربیان

آرزو کردن والدۂ آنحضرت برائے فرزند دیگر و بشارت دادن حضرت حجۃ اللہ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

آنحضرت رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں۔ کہ فرزند بلند فطرت محمد زبیر کی ولادت باسعادت کے بعد میں نے حضرت حجت اللہؒ کی خدمت میں ایک اور فرزند کیلئے التجا کی۔ میں چاہتی تھی۔ کہ ایک اور لڑکا پیدا ہو۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام شیروں سے بڑھکر بہادر اور دلاور اور شیروں کو پچھاڑنے والا شیر تمہارے شکم میں اس طرح ہے۔ جیسے سیپی میں جوہر لطیف۔ واقعی فرزند بہرہ مند معدن الخیر محمد زبیر گوہر وحید الدہر ہے +

چو خواہد شد قطب در دو جہاں کہ ہرگز نزسند درا تواماں

ساتھ ہی خوشخبری سنائی کہ انشاء اللہ بیس سال کی عمر میں تمام کمالات مناصب احمدیہ اور تمام مراتب معصومیہ سے معزز و مشرف ہوگا +

ذکر دربیان

احوال آنحضرت ہمراہ جد شریف حضرت حجۃ اللہ بلشکر سلطان عصر

میرے (مصنف) جد شریف فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ اللہ کے جد بزرگوار منبع اسرار سفر حج کے ارادہ سے جارہے تھے۔ اور حضرت قیوم رابع بھی

آنحضرت رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ چونکہ حق سبحانہ تعالےٰ اپنی درگاہ کے برگزیدوں کو ازل ہی سے قابل جوہر عطا فرماتا ہے۔ اس لئے اس بزرگ زادہ بلند امادہ (حضرت قیوم رابع) کو وہ ہمت عالی اور مرتبہ بلند دے رکھا تھا۔ کہ سات سال کی عمر میں بسبب سعت حوصلہ اور رفعت منزلت بڑے بڑے ارادے کئے۔ آنجناب کی شائستگئے حال آراستگئے مقال فصاحت کلام اور لیاقت زبان روشن ضمیر بادشاہ کی افواج بحر امواج میں شہرۂ آفاق تھی صفائی کا ستارہ اور ولایت کا اختر آنجناب کی پیشانئے مبارک سے ظاہر ہوتا تھا ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی ۔ مے تافت ستارۂ بلندی

جو شخص آنجناب کے انوار دیدار سے منور ہوتا تھا۔ وہ اس دُرّ یگانہ اور فرد زمانہ کی اوضاع کریمانہ اور اطوار بزرگانہ سے حیران ہو جاتا تھا۔ اور کہتا تھا ؎

بزرگی بعقل است نہ بسال ۔ وشرگے بہوش است نہ بمال

حضرت امام معصوم کے خلیفہ شیخ ابو المظفر برہانپوری کے مرید حسین عشاق جب کبھی حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے یہی فرماتے کہ یہ مخدوم زادہ اپنے وقت کا قطب ہوگا۔ جب آنحضرت کو شاہی لشکر میں رہتے کچھ عرصہ ہو گیا۔ تو بادشاہ کی فوج کو فرنگیوں کی فوج سے لڑنا پڑا۔ اس واسطے عرب ہند کا درمیانی رستہ بند ہو گیا۔ اس لئے حضرت حجت اللہ نے اس راہ سے حج کو جانا ملتوی کر دیا۔ اور واپس چلے آئے ❖

ذکر دریان

بشارت دادن حضرت شیخ سیف الدین در حق حضرت خلیفۃ اللہ در ایام طفولیت

ایک دفعہ جناب امام الامام، اکرم دوران۔ منبع صبر وتحمل فرزند رضی اللہ عنہ کو لڑکپن میں مرض ہوا۔ ان دنوں حضرت شیخ سیف الدین رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار سے سفر عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھے۔ حضرت قیوم رابع کی والدہ ماجدہ نے اپنے نور چشم کی شفا کے لئے عرض کیا۔ کہ چند روز سے اس کی طبیعت ناساز ہے اور حدیقہ زندگانی کے اس نونہال اور سرچشمہ فیض ربانی کے سرچشمہ کو کچھ عارضہ سا ہو گیا ہے۔ اس وقت ان معنی و معنی شناس نے اس عالم معمودہ کے بار سا کے نہال پر کمال کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ زمانے کے

باغ میں ایسا پھول پہلے کبھی نہیں کھلا ہے۔ اور روئے زمین پر ایسا والئے ولایت کوئی نہیں ہوا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے یہ صفات جملہ اور مناقبات اکمل ہمیشہ ہو ومعروف ہوگا +

ذکر در بیان سفر کعبہ ہمراہ جد شریف خود

حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ کعبہ معظمہ کے طواف اور حرم مکرمہ کی زیارت کے ارادہ سے جیسا کہ اس کتاب کے تیسرے حصے میں درج ہو چکا ہے۔ کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہ سرزمین نے بصارت کے قدوم میمنت لزوم کی طفیل بے اندازہ تر و تازگی پائی۔ اور تمام اہل کابل کو طرح طرح کی سعادت کے اوصاف اور روز افزوں بشاشت نصیب ہوئی +

ایک روز حضرت سلطان الاولیاء نے ایک عمدہ سا سیب اپنے دست مبارک میں پکڑا ہوا تھا کبھی اُسے دیکھ کر خوش ہوتے۔ اور کبھی اس کی خوشبو سونگھتے۔ اتفاقاً وہ سیب آنجناب کے دست مبارک سے ڈھلک کر خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے فرزندوں میں سے خواجہ مرزا جو حضرت حجۃ اللہ کے عمدہ خلفا میں سے تھے کے قریب پہنچا۔ آپ نے وہ سیب نہایت تعظیم سے اٹھا کر آنجناب کو دیا۔ چنانچہ تین مرتبہ وہ سیب آنجناب کے دست مبارک سے گرا۔ اور تینوں مرتبہ آپ نے اٹھا کر آنجناب کے پیش کیا۔ آخر حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ یہ سیب جو ہمارے فرزند کے ساتھ سے جدا ہو کر جو جاتا ہے۔ یہ نعمت عظمےٰ ہے۔ اغلب ہے کہ اس سے تمہیں دولت ابدی اور سرمایہ سرمدی نصیب ہو۔ اُسے سنبھال کر رکھو۔ کہ منصب قیومیت و قطبیت کے اس والی سے تمہیں دائمی نفع اور جاودانی فائدہ پہنچیگا۔ خواجہ صاحب نے وہ سیب بڑی حفاظت سے رکھا۔ اور آداب بجالایا۔ بعد ازاں آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اس فرزند کی قیومیت کے طلوع آفتاب اور صبح قطبیت کے ظہور کا وقت قریب ہے اور تمہیں اس سے فائدہ پہنچیگا۔ اور فیض باطنی حاصل ہوگا۔ اس سیب کا قصہ عنقریب مفصل لکھا جائیگا +

ذکر دربیان

احوال آنحضرت کہ از عمر دوازدہ سالگی تا بست سالگی رفتن آنجنابؓ سفرحج ہمراہ جد بزرگوار و بمرتبہ قیومیت رسیدن

مبارک سال اور نیک مہینے میں نائب مناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حجۃ اللہ رضے اللہ عنہ نے خاتم اولیا حضرت خلیفۃ اللہؓ کی ولادت باسعادت کے بعد کعبہ معظمہ کے طواف اور مدینہ منورہ کی زیارت کا عزم بالجزم کیا۔ کیونکہ آنحضرتؓ اس امر کے لئے منجانب اللہ مامور ہوئے تھے۔ کہ یہ وہی طفل بزرگوار ہے۔ کہ اس سے پہلے بسبب القائے نسبت علیہ وہ ولی ازلی سفرحج کے لئے مامور ہوئے تھے۔ آیت کریمہ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ کے قصہ کی طرح مشہور ہو گیا۔ مصرعہ

دادیم ترا از گنج مقصود نشاں

چند سال تک حضرت سرّ کائنات خلاصۂ موجودات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور روح جو تمام عالم کا مربی ہے آنحضرت (خلیفۃ اللہ) رضے اللہ کے والد بزرگوار کو اپنی حضوری میں تربیت کرتا رہا۔ چنانچہ یہ بات مفصل طور پر پہلے بیان ہو چکی ہے

پدر نور و پسر نور یست مشہور ازینجا فہم کن نور علی نور

پس آنحضرت رضے اللہ عنہ کو خیال آیا۔ کہ اب السفر وسیلہ ظفر کو طے کرنا۔ اور اس عزیز الوجود کو حرم شریف کی زیارت کا شرف حاصل کرانا چاہیئے۔ تاکہ اُسے بے انتہا کمالات اور لا انتہا عنایات حاصل ہوں۔ ایران کی راہ سفرحج کے ارادے سے کابل تک پہنچے۔ لیکن بادشاہ ہند نے نہایت عجز آمیز عرضی لکھی۔ کہ جناب کابل سے واپس آ جائیں۔ اور دکن کی راہ حج کے لئے تشریف لے جائیں۔ تاکہ میں قبلہ اخیار کے دیدار فائض الانوار سے مستفید ہو سکوں۔ حضرت حجۃ اللہ رضہ بپاس خاطر بادشاہ کابل سے دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سے پہلے بھی آنحضرتؓ نے سفرحج کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن بعض موانعات کی وجہ سے تشریف نہ لیجا سکے توقف کی وجہ یہ تھی۔ کہ حضرت خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے۔ چونکہ اب جناب کا سن شریف بارہ چھوڑ تیرہ سال کا ہو گیا۔ تو حضرت قیوم ثالثؓ

کو الہام ہوا۔ کہ حج میں توقف اس واسطے ہوا۔ کہ محمد زبیر ابھی خورد سال تھا۔ اب بالغ ہو گیا ہے۔ خاطر جمع سے حج کیلئے روانہ ہو جاؤ۔ حضرت حجۃ اللہ رضؓ اس فیض اشارت بشارت سے خوش و خورم ہو کر اپنے بزرگوار فرزند کو ساتھ لے حرمین الشریفین کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے ✦

حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ راہ مکہ کی اثنا میں حضرت حجۃ اللہ رضؓ نے ایک راز کی بات مجھ سے پوچھی۔ وہ یہ کہ کشف حقائق کہاں تک حاصل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تمام اولیا اور انبیا کے حقائق معلوم ہیں چنانچہ اگر میں چاہوں تو ایک ایک کو جدا بیان کر سکتا ہوں۔ تمام سالکوں کے سلوک کی کیفیت مجھ پر منکشف ہے۔ کہ فلاں سالک ربع ولایت طے کر چکا ہے۔ اور فلاں نصف اور فلاں دو تہائی۔ اور تمام اولیا کے مشارب مجھے معلوم ہیں۔ کہ فلاں شخص محمدی المشرب ہے اور فلاں عیسوی المذہب وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کشف الٰہی و کونی مفصل مجھے معلوم ہے۔ حضرت حجۃ اللہ رضؓ نے یہ سنکر نہایت ہی خوش ہو کر فرمایا کہ اس قدر کشف سوائے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو نصیب نہیں۔ شیخ نجم الدینؒ جو اس امت کے بڑے ولی ہو گذرے ہیں اپنی ولایت کے کشف سے واقف نہ تھے۔ کہ کس نبی کے زیر قدم ہے۔ ایک دفعہ آپ کے شہر میں ایک بزرگ وارد ہوا جسے ولایت مشارب کا کشف حاصل تھا۔ شیخ صاحبؒ نے اپنے مرید کو اُس کی خدمت میں بھیجکر پوچھا کہ میری ولایت کا مشرب کونسا ہے یعنی کس نبی کے زیر قدم ہے۔ جب اُس نے شیخ صاحب کے مرید کو دیکھا۔ تو کہا یہودی توجہ کرتا ہے۔ وہ مرید سخت ناراض ہو کر لوٹا۔ اور اپنے پیر سے ماجرا بیان کیا۔ شیخ نے کہا ناراض کیوں ہوتے ہو۔ واقعی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہوں۔ بعد ازاں حضرت قیوم ثالث رضؓ نے حضرت قیوم رابع کو فرمایا کہ اس نعمت کا شکر بجا لاؤ ✦

حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں جن دنوں جہاز پر سوار تھا ایک دن خواب میں دیکھا کہ تمام جہان عرش سے فرش تک میرے وجود سے پُر ہو گیا ہے۔ جب میں نے یہ خواب آنحضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیان کیا۔ تو

فرمایا۔ یہ قیومیت کی علامت ہے۔ تم تمام مخلوق خدا کے قیوم ہو گئے۔ اور قیومیت وہ مقام ہے۔ جو گذشتہ و آئندہ اولیا میں سے سوائے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اور حضرت عروۃ الوثقےٰ رضی اللہ عنہ کے کسی کو نصیب نہیں۔ قطبیت۔ فردیت غوثیت وغیرہ تمام مناصب قیومیت کے ظل ظلال ہیں۔ قیوم ہی تمام جہان و اہل جہان کا قبلہ توجہ ہوتا ہے۔ اور اُسے پروردگار کی طرف سے "ذات موہوب" حاصل ہوتی ہے۔ جس سے تمام چیزیں قائم ہوتی ہیں۔ ہزار سال بعد امت محمدی میں سے ایک شخص اس منصب کیلئے مبعوث ہوتا ہے۔ ہزارہا خدمتگار قیوم کے ماتحت جہان کی کارروائی کرتے ہیں۔ قطب، غوث، فرد سب قیوم کے ملازم ہوتے ہیں انبیا کو یہ منصب عطا ہوتا ہے۔ یعنی انبیا اولو العزم کو جو ہزار سال بعد مبعوث ہوتے ہیں جناب خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہزار سال بعد یہ منصب اللہ تعالےٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔ اور آنحضرت کے دو تین فرزندوں کو بھی اس منصب سے سرفراز فرمایا۔ قیوم پروردگار کا وزیر اعظم اور نائب ہوتا ہے اور تمام مخلوق بمنزلہ عرض ہوتی ہے۔ اور وہ بمنزلہ جوہر۔ منصب قیومیت حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خمیر طینت پر موقوف ہوتی ہے۔ حق تعالےٰ نے یہ منصب تمہیں عنایت فرمایا ہے۔ طینت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خمیر بھی تمہارے جسم میں بطور امانت ہے۔ اس نعمت عظمےٰ کا شکر بجالاؤ۔ "کشف الحقائق قیومیت" میں اس بات کی مفصل وجہ درج ہے۔ کہ اس قلیل عرصے میں کیوں اتنے قیوم ہوئے۔

جب منزلیں طے کر کے حرمین الشریفین زادہم اللہ شرفاً وکرماً میں پہنچے۔ تو حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ آدھی رات اور دوپہر تک دیدار کعبہ پر مراقبہ کرتے رہتے۔ بعض اوقات سارا دن اور ساری رات ہی مراقبہ میں گذر جاتا۔ انہیں دنوں حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کو قیومیت اور قطب الاقطابی کی خوشخبری عنایت فرمائی۔ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ اب تو یہ منصب جناب کی ذات مبارک کے متعلق ہے۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب میری رحلت کا وقت قریب ہے۔ یہ منصب اب تمہیں عنایت ہو گا جب مدینہ منورہ پہنچے۔ تو حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ سارا دن اور ساری رات جناب

رسالت آب صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ میں پردہ خاص کے اندر مراقبہ کئے رہتے۔ ایک روز حضرت حجۃ اللہ رضے اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں جناب سرورکائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کے پاس حضرت خلیفۃ اللہ رضہ کو فرمایا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں خلعت قیومیت پہنائی ہے اب تم کمالات الٰہی کے قرب میں میرے برابر ہو۔ کوئی ایسا کمال نہیں جو حق تعالےٰ نے تمہیں عنایت نہیں فرمایا۔ اس روز سے حضرت قیوم ثالث رضے اللہ عنہ حضرت قیوم رابع رضے اللہ عنہ سے برادرانہ سلوک کرنا اور اپنے برابر سمجھنا شروع کیا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ محمد زبیر تم قرب پروردگار میں میرے بھائی کی طرح ہو۔ پھر آنجناب رضہ نے اپنے روبرو سالکوں کو توجہ دینے کا حکم دیا۔ آنجناب رضہ نے عرض کیا کہ میں بپاس ادب جناب کے روبرو لوگوں کو توجہ نہیں دے سکتا۔ پھر جب حضرت قیوم ثالث رضہ نے تاکیداً فرمایا۔ تو عذر کی مجال نہ رہی۔ ایک طرف حضرت حجۃ اللہ رضے اللہ عنہ توجہ دیتے اور دوسری طرف سے حضرت خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ اس طرح مریدوں کا حلقہ ختم کرتے تھے۔ بعض اہل عرب کو خیال آیا کہ تعجب ہے۔ کہ حضرت حجۃ اللہ رضہ نے ایک بچے کو خلقت کا پیشوا بنا دیا ہے اسی رات ان لوگوں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جو فرماتے ہیں کہ محمد زبیر میرا خلیفہ ہے۔ میں نے اُسے تمہاری تربیت کیلئے مقرر کیا ہے ؛

انہیں دنوں حضرت قیوم ثالث رضے اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب سرورکائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ محمد زبیر کی قدر کوئی کیا جانے۔ یہ شخص ہے کہ میں مدت مدید تک اُس کے باپ کی تربیت کرتا رہا تمہیں ہند سے بلا کر اپنی خاص نسبت کا القا کیا۔ تب یہ فرزند پیدا ہوا۔ اس کی بزرگی کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ کہ میری امت میں چار شخص اولیائے امت میں سے افضل ہیں۔ مجدد الف ثانی، عروۃ الوثقےٰ، حجۃ اللہ، اور محمد زبیر خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہم۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

حضرت عروۃ الوثقیٰ رضے اللہ عنہ کے خلیفہ شیخ مراد شامی علیہ الرحمۃ نے جو ملک شام کا سب سے بڑا شیخ تھا۔ اپنے بیٹے محمد کو حضرت قیوم رابع رضے اللہ عنہ کا مرید کرایا۔ آنجناب رضہ نے اُس کی تربیت کر کے خلافت عنایت فرمائی۔ آج کل ملک شام کا بڑا شیخ خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سلطان روم اُسی کا مرید ہے۔

اس ملک کے اکثر مشائخ نے اس سے باطنی استفادہ کیا۔ کہتے ہیں اس کی خانقاہ کا سالانہ خرچ تین لاکھ دینار ہے۔ جن دنوں آنجناب مدینہ میں تھے۔ تو حاکم مدینہ کو حکم ہؤا۔ کہ ایک شخص اس صورت و شکل کا ہے۔ اُسے روضہ نبوی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی چار دیواری میں داخل نہ ہونے دینا۔ اس شخص کے ملازم نے حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں شخص جو اکثر جناب کی خدمت بابرکت میں حاضر رہتا ہے۔ اب اس کے لئے روضہ منورہ کی چار دیواری میں آنا حکماً منع ہے۔ امید ہے کہ جناب اُس کی سفارش فرمائینگے۔ حضرت قیوم ثالث اس کے بارے میں جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے۔ بعد ازاں اس شخص کو کہا کہ اس نے حضرت خلیفۃ اللہ محمد زبیرؓ کے بارے میں اپنے دل میں بدگمانی کی ہے۔ اس واسطے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اس پر ناراض ہیں۔ اس شخص نے خود حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ واقعی حضرت خلیفۃ اللہ کی نسبت میرے دل میں بُرا خیال آیا تھا۔ سو اب میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ حضرت حجۃ اللہؓ نے حضرت خلیفۃ اللہؓ سے اس کی تقصیر معاف کرائی۔ حضرت قیوم ثالث رضی اللہ عنہ حرمین الشریفین سے لوٹ کر ہند آئے۔ اور حضرت خلیفۃ اللہ کو محبوبیت ذاتی کمال انفعالی کی خوشخبری دی۔ اور فرمایا۔ کہ حضرت مجھے بھی عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ نے حج سے واپس آ کر محبوبیت ذاتی کی خوشخبری عنایت فرمائی تھی۔ واضح رہے کہ یہ محبوبیت ذاتی خمیر طینت محمدی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر موقوف ہے۔ اور محبوبیت صفاتی و افعالی بغیر طینت کے حاصل ہو سکتی ہے۔ محبوبیت ذاتی تمام اولیائے امت میں سے سوائے قیوم اربعہ اور مروج الشریعت کے کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ ہاں محبوبیت صفاتی و افعالی باقی اولیا کو بھی درجہ بدرجہ حاصل ہے ؛

ذکر و بیان

حوالہ کردن حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ جمیع مریدان و خلفائے خود را بحضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ و ولیعہد کردن و خلعت قیومیت و قطبیت پوشانیدن حضرت قیوم ثالث رضی اللہ عنہ

حضرت قیومؒ رابع رضی اللہ عنہ را ورفتن آنحضرت بہ کابل:-

حضرت حجت اللہ قیوم ثالث رضی اللہ عنہ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے پورے سو سال بعد ۱۱۱۱ھ ہجری میں حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر قطب الاقطابی اور قیومیت کی خلعت پہنائی۔ اور اپنا ولیعہد بنایا اور اپنے تمام مریدوں اور خلفا کو تربیت باطنی کے لئے ان کے حوالے کیا۔ ایک مجلس میں اپنے سامنے حضرت قیوم رابع کو فرمایا کہ لوگوں کو توجہ دو۔ اور اپنے مقابل مسند ارشاد پر بٹھایا۔ اور عام مریدوں کو حکم دیا۔ کہ محمد زبیرؒ کے حلقہ میں بیٹھا کرو۔ اور اسی سے فیض اخذ کیا کرو۔ اور اس کو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اور حضرت عروۃ الوثقی رضی اللہ عنہ کی طرح جانو۔ حضرت قیومؒ ثالث رضی اللہ عنہ کے تمام مریدوں اور خلیفوں نے حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ سے بیعت کی! اور ان کے مرید ہو گئے۔ انہیں دنوں حضرت حجۃ اللہ ؓ نے حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ کہ پروردگار اپنے فرشتوں سے تمہارے اوصاف بیان کر کے فخریہ فرماتا ہے۔ کہ دیکھو میرے بندے ایسے بھی ہوا کرتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ قرب الہٰی کے تمام کمالات جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اور حضرت عروۃ الوثقی رضی اللہ عنہ کو عنایت ہوئے تھے۔ وہ تمام بلاکم وکاست حق تعالیٰ نے تمہیں مرحمت فرمائے ہیں۔

جب حضرت قیوم ثالث رضی اللہ عنہ سمندر عبور کر آئے۔ تو عالمگیر بادشاہ استقبال کر کے آنجناب کو اپنے لشکر میں لے آیا۔ حضرت قیوم ثالث ؓ نے شاہی لشکر میں پہنچکر آنجنابؒ کو اپنا ولیعہد مقرر فرمایا۔ جہاندیدہ آدمی اور کہن سال بادشاہ حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ کی ذکاوت طبع وفہم وفراست دیکھکر حیران تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ یہ بزرگی اور فراست جو اس خورد سال بچے میں ہے۔ کسی سال خوردہ میں بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ واقعی اس میں قطبیت وقیومیت کی قابلیت ہے۔ حضرت قیوم ثالث ؓ نے حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کو ولیعہد بنانے کے بعد سرہند جانیکا ارادہ کیا۔ عالمگیر نے حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے اوضاع واطوار دیکھ کر بے اختیار عرض کیا۔ کہ اگر آنحضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کو کچھ عرصہ کیلئے یہاں چھوڑ جائیں تو میں ان کی صحبت سے فائدہ اٹھاؤں۔ آنحضرت ؓ نے آپ سے پوچھا۔ کہ اگر چاہو تو

میرے ساتھ چلو۔ چاہو تو بادشاہ کے پاس رہو۔ آنجناب نے عرض کیا۔ کہ اگر آپ کا حکم ہے تو مجبور رہوں۔ اگر میری مرضی پوچھتے ہو۔ تو میں ایک گھڑی بھی بادشاہ کے پاس رہنا نہیں چاہتا +

حضرت قیوم رابع رضے اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب ہم اکبر آباد آئے تو حضرت قیوم ثالث رضؓ کے بڑے خلیفہ شیخ عبدالکریم علیہ الرحمۃ نے مجھ سے توجہ طلب کی۔ میں نے آنحضرت رضؓ سے عرض کیا۔ کہ اگر حکم ہو تو اسے توجہ دوں آنحضرت نے فرمایا۔ کہ میرے تمام مرید اور خلفاء تمہارے مرید ہیں۔ سب کو لازم ہے کہ تمہارے معتقد ہو جائیں۔ تم بلا توقف انہیں توجہ دو۔ بعد ازاں لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ جو شخص اپنی سعادت چاہتا ہے۔ وہ قطب زمان قیوم جہاں شیخ محمد زبیر رضے اللہ عنہ کا مرید ہو جائے کیونکہ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بھی مرضی یہی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضے اللہ عنہ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ رضے اللہ عنہ سے جو کمالات مجھے حاصل ہوئے! اب وہ تمام کمالات میرے فرزند محمد زبیر رضے اللہ عنہ کو عطا ہوئے ہیں۔ تمام نورات و حکمات نے اس سے رجوع کیا ہے +

جب شاہ جہان آباد آئے۔ تو حضرت قیوم ثالث رضؓ نے حضرت خلیفۃ اللہ کو کابل جانے کا حکم دیا۔ کہ وہاں جا کر لوگوں کو ہدایت کرو۔ آنجناب حسب الحکم کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں کے لوگوں کو جب آنجناب کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی۔ تو سب اُسے اپنی سعادت خیال کر کے استقبال کیلئے آئے اور وہاں کے تمام چھوٹے بڑے آنجناب کے مرید ہوئے۔ وہاں کے تمام چھوٹے بڑے مشائخ آنجناب کے حلقہ بگوش غلام بن گئے۔ حضرت قیوم ثالث رضے اللہ عنہ کے سب سے بڑے خلیفہ حاجی عبداللہ نے رجوع کیا اور طلب توجہ کی۔ جب آنجناب نے بپاس ادب حاجی صاحب کو توجہ دینے میں تامل کیا۔ کیونکہ حاجی صاحب بزرگ اور سن رسیدہ آدمی تھے۔ تو حاجی صاحب نے عرض کیا۔ کہ میں نے ایک رات بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ کہ پروردگارا! مجھے قطب وقت کا مرید بنا۔ اسی رات میں نے خواب میں تین شخصوں کو دیکھا۔ ایک بوڑھا دوسرا جوان اور تیسرا بچہ۔ بوڑھے اور بچے کے تمام لباس پر اسم ذات لکھا ہوا تھا۔ لیکن جوان کے صرف کمر تک تھا۔ ایک نے آواز دی کہ تینوں قطب ہیں جب حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ

کابل میں تشریف لائے۔ تو جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا ظاہری آنکھوں سے دیکھ لیا بوڑھا شخص حضرت قیوم ثالث رضے اللہ تھے۔ جوان اُن کے فرزند حضرت ابو العلے رضے اللہ عنہ اور بچہ ان کے پوتے حضرت خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ۔ پھر منت سماجت سے توجہ کیلئے عرض کیا۔ آنجناب رض نے حاجی صاحب کو توجہ باطنی دی۔ بعد ازاں خواجہ خسرو خواجہ میرزا اور اخوند موسیٰ وغیرہ نے حضرت قیوم رابع سے توجہ کی درخواست کی۔ انہیں بھی آنجناب رض نے فرمایا کہ تم بزرگ ہو مجھ سے توجہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہم حضرت حجۃ اللہ رضے اللہ عنہ کی طرف سے مامور ہیں کہ جناب سے فیض حاصل کریں۔ خواجہ میرزا نے وہ سب واقعہ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے عرض کیا۔ جب انہوں نے بہت منت وسماجت کی تو حضرت خلیفۃ اللہ رضی نے ہر ایک پر مہربانی کرکے نسبت باطنی کا القا فرمایا۔ ان سب بزرگوں نے اپنے اپنے فرزندوں کو بھی آنجناب کی خدمت میں لاکر مرید کرایا۔ چنانچہ اخون موسےٰ کے فرزند میر سعد اللہ خواجہ خسرو کے فرزند خواجہ فیض اللہ وعباد اللہ خواجہ میرزا کے فرزند خواجہ محمد امین کو حضرت خلیفۃ اللہ رضی نے مرید کرکے تربیت کی۔ اور انہیں دونوں خلافت عنایت فرمائی۔ اُن میں سے ہر ایک کو اس ملک میں قبولیت عظیم نصیب ہوئی۔ ہزارہا لوگ اُن کے مرید ہوئے۔ اور عجیب وغریب حالات پیدا ہوئے۔ جیسا کہ اپنے مقام پر لکھا جائیگا۔ ہر صبح شام ہزارہا لوگ آپ کے حلقہ میں شامل ہوتے۔ اور ہر روز کابل میں اطراف وجوانب سے سینکڑوں آدمی حاضر خدمت ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوتے۔ تقلیدی لباس کندھے سے اُتار خلعت تحقیقی پہنتے۔ اس مرشد عالم کا ہنگامہ رشد وارشاد گرم ہوا۔ جیسا کہ ان عرضیوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو آنجناب رض نے اپنے جد بزرگوار کی خدمت میں لکھی ہیں۔ نیز ذات وصفات کے حقائق ومعارف بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی محبوبیت پر نگاہ کی۔ تو اس نے ایسا غلبہ کیا۔ کہ میں اپنا عاشق بن گیا۔ علے ہذا القیاس آنجناب رضی نے نہایت نازک اسرار بھی بیان فرمائے ہیں جن تک عقل سلیم بھی نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن اُن عرضیوں کو اس کتاب میں بخوف طوالت نہیں لکھا مختصر یہ کہ حضرت قیوم رابع رض نے چند ماہ تک کابل میں رہکر اپنے جد امجد کی زیارت کا ارادہ کیا۔ ان دنوں سرہند کے اکثر بزرگ کابل میں تھے۔ چنانچہ میرے (مصنف رح) جد شریف

بھی کابل ہی میں تھے۔ تمام عزیزوں نے آنحضرت رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانا چاہا۔ اتنے میں خبر آئی۔ کہ آج کل شاہزادہ معظم اور دشمن میں لڑائی ہے۔ اور کابل سے پشاور تک دشمن کا لشکر پڑا ہوا ہے۔ جو ملکی یا فوجی آدمی انہیں ملتا ہے اُسے قتل کر دیتے ہیں۔ تمام بزرگوں نے اس بارے میں استخارہ کیا۔ تو کہا کہ ہمارا باطن اجازت نہیں دیتا۔ میرے جد شریف ؒ نے آنجناب سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارا باطن جانے کی اجازت دیتا ہے۔ میرے جد امجدؒ نے عرض کیا۔ کہ جناب کا فرمانا ہمارے لئے نص قاطع ہے۔ ہم جنابؓ کے ہمراہ چلینگے۔ پہلی ہی منزل میں میرے جد امجد کے اونٹ کا نمدہ اُٹھا کر لے گئے۔ جب یہ خبر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے سُنی۔ تو فرمایا کہ میں نے اپنی توجہ سے دشمن کے فساد کو نمدے پر ٹال دیا ہے۔ آیندہ کوئی مصیبت پیش نہیں آئیگی۔ صرف اسی قدر تھی جو گذر گئی۔ اب سرہند تک خیریت محض ہے۔ واقعی پھر سرہند تک کوئی مصیبت پیش نہ آئی۔

حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جد امجد کی زیارت کی۔ حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اہل کابل نے تمہاری قدر کیا پہچانی ہوگی۔ تمہاری قدر خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ محمد زبیر! حق تعالےٰ نے تمہاری دنیا کو بمنزلہ آخرت کر دیا ہے۔ اور تمہیں سابقین کے زمرے میں داخل فرمایا ہے" والسابقون السابقون اولئک المقربون" جو بشارات حضرت حجۃ اللہ ؓ نے حضرت خلیفۃ اللہ ؓ کو عنایت فرمائیں۔ اگر ساری لکھی جائیں تو الگ ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے اس واسطے انہیں مفصل نہیں لکھا۔

حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ چودہ سال تھے کہ حق تعالےٰ نے آنجناب کو گذشتہ و آیندہ تمام اولیا کے سارے کمالات عنایت فرمائے۔ اور اکیس سال کی عمر میں آنجنابؓ نے ارشاد قیومیت کی مسند پر جلوس فرمایا۔

اب یہاں سے آنحضرت رضی اللہ عنہ کے عہد قیومیت کے سال بسال کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

ذکر در بیان

نشستن حضرت خلیفۃ اللہ بر مسند ارشاد و احوال سال اول قیومیت آنحضرت و بیان قضایا کہ دریں سال واقع شدہ اند

حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے ماہ صفر کی پہلی تاریخ سنیچر کے روز ۱۱۴۲ھ کو ارشاد قیومیت کی مسند پر جلوس فرمایا۔ آنحضرت فرماتے تھے۔ کہ فجر کی نماز کے بعد میں حلقہ مراقبہ میں بیٹھا تھا۔ کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم معہ تمام انبیا و ملائکہ تشریف فرما ہوئے۔ اور جواہرات و یاقوتوں کی جڑاؤ خلعت فاخرہ مجھے پہنائی۔ اور خود دست مبارک سے میرے سر پر پگڑی باندھی۔ تمام انبیا اور فرشتوں نے مجھے قیومیت کی مبارکباد دی تمام موجودات اور کائنات اور مخلوقات نے مجھ سے رجوع کیا۔ اور فرشتوں نے آواز دی کہ حق تعالےٰ نے محمد زبیر رضے اللہ عنہ کو قیوم روزگار بنایا ہے۔ اے بندگان خدا اسکی اطاعت کرو۔ تاکہ تمہاری بہتری ہو۔ مراقبہ کے بعد حضرت قیوم ثالث رض کے تمام مرید اور خلفا حضرت قیوم رابع رض کے مرید ہوئے۔ اطراف و جوانب میں جس قدر خلفا حضرت قیوم ثالث رض کے تھے۔ سب سرہند آئے۔ پہلے ماتم پرسی کی اور پھر آنجناب کے مرید ہو گئے۔ مدت تک روئے زمین کے مختلف حصوں میں سے حضرت قیوم ثالث رض کے مرید سرہند آکر حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ کے مرید ہوتے رہے لیکن حضرت حجۃ اللہ رض کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں باہمی سخت اختلاف ہوا۔ ہر ایک قطبیت کا دعوےٰ کرتا تھا۔ اور "ہمو دیگرے نیست" کا مصداق بنا بیٹھا تھا۔ حضرت قیوم ثالث رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت بیگم رض نے تمام مال و اسباب زر و زیور اور نقد و جنس اپنے داماد کو دیکر مسند ارشاد پر بٹھایا۔ اور جدی ورثہ سے حضرت قیوم رابع رض کے لئے ایک دام بھی نہ چھوڑا۔ ہر جگہ اسی بات کا چرچا تھا۔ لوگ دیدہ و دانستہ حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ کی قطب الاقطابی کا انکار کرتے تھے۔ لیکن حضرت حجۃ اللہ رض کے تمام خلفا اور مرید حضرت خلیفۃ اللہ رض کے مرید ہوئے اور صبح و شام آنجناب رض کے حلقہ میں شامل ہوتے۔ مگر آنجناب اپنے خویش و اقارب کی مجلسوں میں شریک نہ ہوا کرتے تھے۔ بلکہ گوشہ تنہائی اختیار کر رکھا تھا۔ حضرت مروج الشریعت رض کے

فرزند خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نصیحتاً لوگوں کو فرماتے ۔ کہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے
کہ حضرت حجۃ اللہ رضؓ نے حضرت خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ کو اپنا ولیعہد مقرر فرما کر
قطبیت و قیومیت کی خوشخبری عنایت فرمائی ۔ تم جان بوجھکر اس کی قیومیت کا انکار
کرتے ہو ۔ جو فیض الٰہی اس وقت تمہارے باطن میں ہے وہ سب زائل ہو جائیگا ۔ میں
نے بارہا حضرت حجۃ اللہ کی زبانی سُنا ہے ۔ کہ میرے بعد محمد زبیر قطب الاقطاب
اور قیوم زمان ہے ۔ اس کا انکار موجب مضرت ہے ۔ جب خواجہ محمد پارسا حضرت
خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ کو دیکھتے ۔ تو فرماتے کہ میں آپ کو قطب جہاں اور قیوم زماں
جانتا ہوں ۔ اور فضل زمانہ سمجھتا ہوں ۔ اکثر اوقات آنحضرت رضؓ کے حلقہ میں شامل ہوتے ۔
انہیں دنوں حضرت مجدد الف ثانی رضے اللہ عنہ کے پوتے ۔ حاجی فیض اللہ رضؓ نے
حضرت خلیفۃ اللہ رضؓ کا شرف ارادت اور باطنی فیض حاصل کیا ۔ اور ہر روز
آنحضرت رضؓ کے حلقہ میں حاضر ہوتے تھے ۔ آپ اکثر محفلوں میں بیٹھ کر لوگوں کو فرماتے
کہ تم بڑی سخت غلطی کرتے ہو ۔ کہ حضرت شیخ محمد زبیر رضے اللہ عنہ کے مرید و معتقد نہیں ہوتے
اور اس کی قیومیت کا انکار کرتے ہو ۔ حالانکہ یہ منصب اعظم حضرت حجۃ اللہ رضؓ سے
حضرت خلیفۃ اللہ رضے اللہ کو ملا ہے چنانچہ حق تعالےٰ فرمایا ہے " اِنَّ اللّٰہَ[1]
لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ " ۔ اس عزیز کی قیومیت کا انکار
غضب خدا کا موجب ہے ۔ دیکھیے اس کا انجام کیا ہوتا ہے ۔ لیکن سرہند کے
لوگ پھر بھی حضرت خلیفۃ اللہ رضؓ کے معتقد نہ ہوئے پر نہ ہوئے ۔ دوسری ولایتوں کے
بہت سے لوگ آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوتے ۔ ہر روز آنجناب کے حلقہ میں
مجمع کثیر ہونے لگا ۔ اللہ تعالےٰ کا مروجہ طریقہ یوں ہے ۔ کہ جسے اعلےٰ درجے پر پہنچانا
چاہتا ہے ۔ پہلے اس کی جلالی تربیت کرتا ہے ۔ یعنی مدارج کی قدر دریافت کرنے کیلئے
اُسے تکالیف و مصائب میں مبتلا رکھتا ہے ۔ بعد ازاں اس مرتبے پر پہنچاتا ہے ۔ جو
ازل میں اس کے واسطے مقرر ہوتا ہے ۔ پھر اپنے بیگانے سبھی اس کے مطیع ہو جاتے
ہیں ۔ چنانچہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ معظمہ میں اپنے خویش و
اقارب سے طرح طرح کی صعوبتیں اٹھانی پڑیں ۔ بعد میں سبھی مطیع ہو گئے ۔ چنانچہ

[1] تحقیق اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو جب تک وہ نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہے ۱۲ ۔

خاتم قیومین جناب سرور کائنات خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نائب اعظم ومظہر اتم تھے۔ اس واسطے وہی حالت آنجناب کی ہوئی۔ جو معاملہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوا تھا۔ وہی آنجنابؓ سے ہوا۔ آخر کار تمام خویش و اقارب حضرت قیوم رابع رضے اللہ عنہ کے مطیع ہو گئے۔

ذکر دربیان

سال دوئم قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ سفر اول آنجناب بشاہجہان آباد و ولادت مخدوم زادہ عالی قدر خواجہ محمد عزیزؒ و بیان قضایا کہ دریں سال واقع شدہ اند:۔

جب شہر ہند کے لوگ آنحضرت رضے اللہ عنہ کے معتقد ہو چکے تو آنحضرتؓ اشارہ غیبی کے بموجب شاہجہان آباد کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب منزلیں طے کر کے دار الخلافہ میں پہنچے۔ تو وہاں کے وضیع و شریف آنجناب کے استقبال کے لئے آئے۔ آنحضرت اجمیری دروازہ کے قریب اپنی مخصوصہ مریدہ فاخرہ بیگم کے محل میں اُترے۔ اس ملک کے تمام چھوٹے بڑے آنجنابؓ کے مرید ہو گئے۔ اور صبح شام آپ کے حلقہ میں شامل ہونے لگے۔ وہاں ہزارہا لوگ آنجنابؓ کے مرید ہوئے۔ اور اس عنصر لطیف کی توجہ شریف سے انتہائی قرب الٰہی کو پہنچے۔ انہیں دنوں جب کہ آنحضرت شاہجہان آباد میں تھے۔ آپ کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا ؎

زہے بلطف کرمہائے قادر بے جاوید ۔۔۔ شگفتہ شد گل رویت بوستان امید

برج حمل سے ایسا آفتاب طلوع ہوا۔ جس نے اپنے نورانی چہرے کی شعاعوں سے زمین و زمان کو منور فرمایا ؎

برآمد آفتاب از برج آمال ۔۔۔ منور کرد عالم را با طلال

یہ پہلا فرزند ہے۔ جو آنجنابؓ کے ہاں ہوا۔ آنحضرتؓ نے بڑا بھاری جشن کیا۔ اور حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح پر فتوح کے نام طرح طرح کے طعام حلوے اور میوہ جات تقسیم کئے۔ عقیقہ کے روز شہر کے تمام رئیس جمع ہوئے حضرت امام معصومؓ کے چھوٹے بیٹے حضرت شیخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجلس

میں موجود تھے حضرت خلیفۃ اللہ رضؓ نے مولود مسعود کو حضرت شیخ محمد صدیق رضؓ کے پاس لاکر فرمایا۔ کہ ہم نے اس نور دیدہ کا نام محمد عزیزؒ مقرر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نام مبارک ہے ؎

چو در طالع او نمودند سیر | نہادند نامش محمد عزیز
سعادت نامش سعادت پذیر | بہ عالم ونیک اختری بے نظیر

سب نے اسی نام کیلئے دعائے خیر کی۔ حضرت خلیفۃ اللہ رضؓ چار مہینے شاہجہان آباد میں رہے ؎

نماندند تا مدتِ چار ماہ | بیفزود آں شہر را بانگاہ
درانجا ہمہ شہری ولشکری | پذیرا شدندش بہ نیک اختری

بعد ازاں آنحضرت رضی اللہ عنہ سرہند شریف واپس تشریف لائے وہاں کے لوگ آنحضرتؓ کے استقبال کے لئے آئے آنحضرت رضؓ نے پہلے حضرات قیوم ثلثہ کے مزارات کی زیارت کی۔ پھر اپنے مقام پر تشریف لائے۔ جب آپ شاہجہان آباد سے آئے۔ تو بدخشان اور توران کے کئی ہزار آدمی حاضر خدمت ہو کر مرید ہوئے +

ذکر دیان

سال سوم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ مرید شدن جنیان بخدمت آنحضرتؓ و بیان واقعاتے کہ دریں سال واقع شدہ اند

آنحضرت رضی اللہ عنہ کا خاص مرید میر عبداللہ حاکم بنور زیارت کیلئے سرہند آیا اور عرض کیا۔ کہ اگر آنجناب بطور سیر بنود تشریف فرما ہوں۔ تو وہاں کے لوگ جناب کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف ہوں۔ جب اس بارے میں منت وسماجت کی۔ تو آنحضرتؓ بھی مہربان ہو کر بنور روانہ ہوگئے۔ وہاں کے تمام باشندوں نے استقبال کر کے یہ شعر گایا ؎

از نسیم قدم پاک تو اے مایۂ جاں
گر بود گلشن فردوس نتر خانۂ ما

وہاں کے بہت سے باشندے آنجناب رضؓ کے مرید ہوئے۔ اور میر صاحب کے تمام توابع ولواحق آنحضرت رضؓ کے حلقہ ارادت میں آگئے +

ایک وزیر صاحب اپنے اہل بیت کو آنحضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے آنجناب نے اُسے اپنی مریدی سے سرافراز فرمایا۔ عین توجہ اور القائے نسبت کے وقت وہ پاک دامن مراقبہ کئے بیٹھی تھی۔ کہ ناگاہ بیس سالہ رفیق جن نے اپنا اثر اس پر کیا۔ اس واسطے لوگوں کے اعتقاد میں خلل آگیا۔ مرید ہونے کے بعد جب اُسے آسیب جن سے افاقہ ہوا تو ایک گھڑی بعد دیوار میں سے نکلکر ایک شخص مجلس میں آبیٹھا۔ اور آنجناب سے عرض کرنے لگا۔ کہ میں وہی جن ہوں جس نے اس عورت پر اثر کیا تھا۔ چونکہ میں نے علم رمل و نجوم کے ذریعے معلوم کر لیا تھا۔ کہ یہ عورت قطب الاقطاب محبوب رب العالمین کی خدمت میں مرید ہوگی۔ اس واسطے میں نے اس کی رفاقت اختیار کی۔ اب میں بھی اس کے ساتھ ہی جناب کا مرید ہو جاتا ہوں۔ امید ہے کہ مجھے خاص طور پر القائے نسبت فرمائینگے۔ حضرت خلیفۃ اللہ رضی نے مہربان ہو کر اُسے توجہ باطنی عنایت فرمائی۔ جن نے مرید ہونے کے بعد آداب قیومیت بجالا کر حسب ذیل شعر پڑھا ؎

شکر للہ پیر کامل یافتم اندر جہاں
مے سزد گر نیز طاعت باشد عصیانہائے من

پھر عرض کیا۔ کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ اگر اجازت ہو تو اپنی قوم کو جناب کے مرید ہونے کیلئے بلالاؤں۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے اجازت بخشی۔ تو وہ رخصت ہوتے وقت اتنا اقرار کر گیا۔ کہ میں آئندہ اس عورت کے پاس نہ آؤنگا۔ واقعی جب تک وہ عورت زندہ رہی۔ اُس پر کبھی جن کا اثر نہ ہوا۔ چند روز بعد آنحضرت دارالارشاد سرھند میں تشریف لائے۔ جب وہ جن اپنی قوم کے پاس گیا۔ تو جنوں سے حضرت قیومیت مآب خلیفۃ اللہ رضی کے اوصاف بیان کئے۔ اور آنحضرت رضی اللہ عنہ کی قطبیت و قیومیت کا اظہار کر کے یہ شعر پڑھا ؎

آخر دلم بآرزوئے خویشتن رسید آنچہ از خدا خواستہ بودم بمن رسید

جنوں کو آنحضرت کی ارادت کی دعوت کی۔ تو سب نے قبول کیا۔ اور اس کے ساتھ آنحضرت کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔

کہتے ہیں کہ ہزار گروہ اس کے ماتحت تھے۔ جن میں سے ہر ایک میں ہزارہا جن تھے۔ جب وہ جن تمام گروہوں کو لیکر آنحضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر

ہُوا۔ تو آنحضرت رضی اللہ عنہ حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک میں گئے۔ وہاں گروہا گروہ جن آنحضرت کی خدمت میں آکر مرید ہوتے۔ حتٰی کہ تمام شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں آنحضرت نے جنوں کو وعظ ونصیحت کرکے رخصت کیا۔ اور جنوں کے سردار کو اس قوم کی خلافت عنایت فرمائی +

اسی سال حضرت امام معصوم عروۃ الوثقٰی رضی اللہ عنہ کے چوتھے فرزند حضرت محمد اشرف ۲۷۔ ماہ صفر بروز بدھ مغرب کے وقت اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ اور آنحضرت کے روضہ میں مرقد مبارک کے پاس مغرب کی طرف مدفون ہوئے +

ذکر و بیان

سال چہارم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ رفتن آنجناب بسمت کابل و فوت شدن سلطان عالمگیر و التجا نمودن بہادر شاہ با آنحضرت و بشارت دادن آنجناب او را بسلطنت وجنگ بہادر شاہ و اعظم شاہ و فتح یافتن و بسلطنت رسیدن بہادر شاہ و مرید شدن صوفی فرہاد

اس سال کابل کے باشندوں نے آنحضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دربارہ اشتیاق ملاقات و تشریف آوری عرضیاں لکھیں۔ آنحضرت سنت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق دعوت کو قبول کرکے کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں کے باشندے آنحضرت کی تشریف آوری سے مطلع ہوکر استقبال کے لئے آئے۔ چنانچہ ہر ایک منزل پر جوق در جوق آدمی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جب آنجناب دریائے سندھ پر پہنچے۔ تو کابل کے ہزارہا آدمی دیدار فائض الانوار سے مشرف ہوئے۔ اُن میں سے ایک شخص فرہاد نام جس کی پیشانی پر نور ہدایت ظاہر تھا۔ آنحضرت کی خدمت میں مرید ہوئے۔ اُس نے کہا کہ میرے مرید ہونے کا سبب یہ ہوا۔ کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ فرشتے آسمان سے اُترے ہیں۔ اور شیطانوں کو دور کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قطب جہاں و قیوم زماں خواجہ محمد زبیر آتے ہیں۔ جو شخص ان کی زیارت کریگا۔ حق تعالےٰ اُن کے تمام گناہ بخشدیگا۔ صبح میں نے آنحضرت رضی اللہ عنہ کی زیارت

کی۔ وہ پھر آنجناب رضی اللہ عنہ سے جدا نہ ہوا۔ بلکہ تا حال آنحضرت رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں موجود ہے ✦

جب آنحضرت رضی اللہ عنہ **پیشاور** پہنچے۔ اس وقت شہزادہ معظم بہادر شاہ جو شاہ ہند کی طرف سے کابل کا حاکم تھا۔ آنجناب رض کے استقبال کیلئے پیشاور تک آیا کابل کے تمام چھوٹے بڑے آنحضرت کی خدمت سے مشرف ہوئے۔ ارشاد کا ہنگامہ گرم ہوا۔ صبح شام کئی ہزار آدمی آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آنحضرت چند روز پیشاور میں رہکر کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی پیشاور سے دو منزل پر **جمرود** میں پہنچے تھے۔ کہ بادشاہ عالمگیر کی وفات کی خبر آ پہنچی۔ شاہزادہ نے اسی وقت ہندوستان کا رخ کیا۔ اور حضرت **خلیفۃ اللہ** کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ کہ میرے حق میں دعا اور توجہ فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ میری عزت و آبرو سلامت رکھے۔ اور دشمن پر فتح عنایت کرے اور ہندوستان کی سلطنت میرے ہاتھ آئے۔ آنحضرت رض نے اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو کر دیر تک دعائے خیر کی۔ بعد ازاں شہزادہ کو خوشخبری دی۔ کہ خاطر جمع رکھو حق تعالےٰ تمہیں دشمن پر فتح نصیب کرے گا۔ اور سلطنت ہند تمہارے ہاتھ آئیگی۔ بلکہ مدت مدید تک سلطنت تمہاری اولاد میں رہیگی۔ شاہزادہ اس خوشخبری سے نہایت خوش و خورم ہوا اور آنحضرت رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کہ اگر جناب میرے ساتھ ہندوستان تشریف لے چلیں تو یہ سفر میرے حق میں مبارک ہوگا۔ اور جناب رض کے میمنت لزوم قدوم کی مجھے برکت نصیب ہوگی۔ اس بارے میں جب بہت منت و سماجت کی۔ تو آنحضرت اس کی خاطر شاہزادہ کے ساتھ ہندوستان واپس تشریف لے آئے۔ شاہ ہند کی وفات کے بعد اس کا دوسرا فرزند اعظم شاہ باپ کی جگہ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ تمام ارکین سلطنت و امرائے عظام نے اس کی اطاعت قبول کی۔ ایک روز اعظم شاہ شاہی خزانے کی چیزوں کا ملاحظہ کر رہا تھا کہ ایک سربمہر گھڑا دیکھا۔ خزانچی سے پوچھا کہ اس گھڑے میں کیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ حضرت **مجدد الف ثانی** رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کی خاک ہے۔ اس کے خواص یہ ہیں۔ کہ اگر اس میں سے قدرے کسی کی قبر میں رکھ دیں۔ تو اس میت کی بخشش کی امید قوی ہے۔ اور وہ بغیر حساب بہشت میں داخل ہوتا ہے۔ جو کنواں آنحضرت رض کے روضہ مبارک میں ہے۔ اگر اس کا پانی تین قرط کوئی پی لے۔ تو حق تعالےٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے

اور مرنے کے بعد اُسے بغیر حساب جنت میں داخل کرتا ہے۔ کیونکہ خود حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارے روضہ کی خاک جنتی خاک ہے۔ اگر ہمارے مقبرہ کی ایک مٹھی خاک کسی مقبرہ میں ڈال دیں۔ تو اللہ تعالےٰ کی عنایتوں کی بہت کچھ اُمید ہو سکتی ہے۔ جو شخص وہاں دفن ہو۔ تو وہ نہایت ہی خوش قسمت ہے۔ اور جو کنواں زمین جنت میں داخل ہے۔ اگر تین قرط اس کا پانی کوئی پئے تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے لئے بہشت میں ایک محل تیار کرواتا ہے ؎

کسے کہ خورد آب اواں چہے شود در بہشتش چو شاہنشہے

عالمگیر بادشاہ نے یہ خوشخبری سُن کر اس خاک پاک کا ایک گھڑا بھر کر شاہی خزانہ میں رکھا۔ چنانچہ اس میں سے تھوڑی سی مٹی شہنشاہ مغفور کی قبر میں رکھی گئی۔ باقی اولاد کے لئے بطور ورثہ رکھ چھوڑی اس بدبخت تباہ روزگار نے خزانچی سے یہ سُنکر اس گھڑے کو توڑ ڈالا۔ اور خاک اوبار اپنے سر پر ڈالی۔ اور کہا کیوں نہ ہو۔ یہ مٹی ایسے بادشاہوں کو ہی زیب دیتی ہے۔ بعد ازاں ارکین سلطنت کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ معظم کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد مجھے مشائخ سرہند سے نزاع عظیم ہے۔ اگر اُنہوں نے میری اطاعت کی۔ اور شیعہ مذہب قبول کیا۔ تو میں تمام امور سلطنت اور مہمات بادشاہی اُن کے اختیار میں دے دونگا۔ اور اگر انکار کیا اور شیعہ مذہب قبول نہ کیا۔ تو سب کو تہ تیغ کر دوں گا۔ اعظم شاہ بڑا کٹر رافضی تھا۔ اور اُسے مشائخ سرہند سے سخت

دشمنی تھی ؁

جب حضرات احمدیہ معصومیہ نے یہ خبر سنی تو تمام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے روضہ مبارک میں آئے - اور حلف اُٹھایا - کہ اس کے ساتھ لڑنا چاہیئے - اور ہرگز ہرگز اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے - مشائخ سرہند اعظم شاہ کے قتل پر کمربستہ ہوئے ؁

القصہ اعظم شاہ تمام اراکین و افواج سُلطانی سمیت دکن سے معظم شاہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا - معظم کے پاس فوج بہت کم تھی - حتّٰی کہ اس کے آدمی کہتے تھے - کہ ہم بہادر شاہ کو زندہ پکڑ کر لے آئینگے - بہادر شاہ یہ سُنکر گھبرایا ہوا تھا - ہر وقت حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ سے دعائیں منگواتا رہتا - آنحضرت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے - کہ خاطر جمع رکھو - اللہ تعالےٰ فتح تمہیں ہی عنایت فرمائے گا - اور تم ہی ہندوستان کے بادشاہ ہو گے - جب شاہزادہ اور حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ لاہور پہنچے اور شاہزادہ تختِ شاہی پر بیٹھا - تو حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ نے خود دستِ مبارک سے تاج شاہی شاہزادہ کے سر پر رکھا - اِتنے میں بہادر شاہ کا بڑا بیٹا معزالدین حاکم مُلتان بھی ایک جرار لشکر لے کر باپ سے آملا - حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ لاہور میں ٹھیرے - اور شاہزادہ کو فتح و نصرت کی خوشخبری عطا فرما کر رُخصت کیا - اور اپنے بہت سے صاحبِ حال مخصوص یاروں کو شاہزادہ تسلّی و

اطمینان کے لئے اس کے ساتھ کیا۔ جب بہادر شاہ لاہور سے سرہند آیا۔ تو قیوم ثالث رضہ کے روضہ مبارک کی زیارت کی۔ اور تمام حضرات سرہند کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک سے دعائے خیر کی التماس کی ۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رضہ نے حضرت امام معصوم کی آخیری دستار مبارک شاہزادہ کے سر پر باندھی شاہزادہ اسے نعمتِ عظمےٰ خیال کر کے پھولا نہ سمایا بعد ازاں شاہجہان آباد کا رُخ کیا۔ حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت محمدؐ صدیق رضہ پہلے ہی سے دہلی میں تھے۔ شاہزادہ نے اُن سے بھی طلبِ دعا کی۔ اُنہوں نے بھی شاہزادہ کو فتح کی خوشخبری عنایت فرمائی۔ شاہزادہ نے پھر اکبر آباد کا رُخ کیا۔ وہاں اس کا دوسرا بیٹا حاکم بنگالہ اپنے بیٹے فرخ سیر کو وہاں چھوڑ لشکر لے کر باپ سے آملا۔ اکبر آباد کے قلعہ دار نے قلعہ دینے میں مزاحمت کی۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ اس قلعہ کا وارث تمہارا باپ اور تمہارا چچا ہے۔ ان میں سے جو پہلے آئے گا۔ مَیں قلعہ اس کے حوالے کر دوں گا۔ اعظم شاہ نے قلعہ کے لینے کی کوشش کی۔ تو قلعہ دار بھی آمادہ جنگ ہؤا۔ دونوں طرف سے توپ بندوق کی لڑائی ہونے لگی۔ اتنے میں بہادر شاہ اکبر آباد پہنچ گیا۔ قلعہ دار نے قلعہ اس کے حوالے کیا۔ اسی اثناء میں اعظم شاہ بھی اکبر آباد کے قریب پہنچا۔ بہادر شاہ نے اُسے

کہلا بھیجا۔ کہ باپ نے مجھے واسطے ہند مقرر کیا ہے۔ ہند میں لیتا ہوں۔ دکن پر تم قانع رہو۔ اعظم شاہ نے اس بات سے انکار کیا۔ دوبارہ بہادر شاہ نے پیغام بھیجا۔ کہ اچھا دکن مجھے دے دو۔ ہند تم لے لو۔ اعظم شاہ نے کہا کہ کشمیر لیتے ہو تو لے لو ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بہادر شاہ نے تیسری مرتبہ کہلا بھیجا۔ کہ نزاع تو ہم بھائیوں میں ہے۔ کیوں ناحق خلق خدا کی خونریزی کرواتے ہو۔ میں تم سے شاہانہ طور پر لڑنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ گذشتہ بادشاہ کرتے آئے ہیں۔ ہم بھی اسی طرح لڑتے ہیں۔ اعظم شاہ اپنی بہادری اور کثرتِ فوج پر مغرور تھا۔ کہا کہ ہم معظم پر تلوار نہیں اٹھائیں گے۔ بلکہ لکڑی سے جو ہمارے ہاتھ میں ہے اسی سے اُسے ہلاک کرینگے۔ جب لڑائی کے لئے سوار ہوا۔ اور اپنی فوج کی کثرت کو دیکھا۔ تو کہا شائد اس لشکر کثیر سے خدا ہی جنگ کرے۔ تو کرے۔ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔

ے شنیدم ز گویندگانِ نبرد
کہ اعظم معظم چنیں جنگ کرد

تو اعظم شاہ کے لشکر نے بہادر شاہ کے ہراول عظیم الشان پر حملہ کیا۔ اور اس کے خیمہ و خرگاہ کو جلا دیا۔ معظم شاہ بھی خشمناک شبیر کی طرح اُن پر ٹوٹ پڑا۔ اس کی پشت پر بہادر شاہ تینوں بیٹوں اور پوتوں سمیت آمادۂ جنگ تھا۔ اس طرف سے اعظم شاہ معہ بیٹوں اور افسروں کے لڑائی میں مشغول ہوا۔ بڑے گھمسان کا رن پڑا ہے

ز غریدنِ کوس خالی دماغ
بر افتادہ تپ لرزہ بر کوہ و راغ
دو لشکر فتادند در حرب و جنگ
چناں رزم کردند بر نام و ننگ
غبارِ ہوا بر زمیں بستہ راہ
کہ پوشیدہ شد روے خورشید و ماہ
ز بانگ قبرغہ صداے صہیل
نفیرِ نہنگاں بر آمد ز نیل
ز بانگِ دہل فتنہ بیدار شد
بر آسودگاں کارِ دیوار شد
دم نامے رویئں بر آمد باوج
کہ دریائے لشکر بر آمد بہ موج
خروشِ یلاں نبرد آزما
ز سر ہوش مے بُرد قوت ز پا
ہم کوہ و دریا بجنگ آمدہ
جہاں زاں خصومت بہ تنگ آمدہ
کیانی کمانہا در آمد بزہ
یکے گفت بستاں یکے گفت داہ
خدنگ از کمانہا گسستن گرفت
ز قوس قزح برق جستن گرفت
ز سم ستوران پیکانہ سوز
زمیں پردہا بست بر روئے روز
ز بسیاریئے نیزہ کردہ چو قیر
رہ رفتنِ خویش گم کردہ شیر
ز خونِ دلیران و پیکان تیر

زمیں لالہ خیز آسماں ژالہ ریز
خروشیدنِ نائے رویٔیں اساس
بگردونِ گرداں در آمد ہراس
خرامیدنِ شرزہ شیرانِ مست
کمرگاہ گاوِ زمیں مے شکست

نہایت خونریز جنگ واقع ہوئی۔ شاید چشم زمانہ نے اس سے پہلے ایسی سخت لڑائی کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ اعظم شاہ کی فوج بہادر شاہ کے لشکر پر غالب آئی۔ اور عظیم الشان فوج جو بطور ہراول تھی بکثرت قتل ہوئی اور اکثر بھاگ گئی۔ بہادر شاہ کے سارے سپاہی حیران و پریشان تھے۔ کیونکہ اُن میں مقابلہ کی تاب نہ تھی ؎

چناں خواست کز خصم تا بد عناں
رہائی دہد سینہ را از سناں

قریب تھا کہ بہادر شاہ کو نقصانِ عظیم پہنچے۔ کہ اس نے ننگے سر ہو کر حضرت قیوم رابع کی طرف توجہ کی۔ اور اپنی فتح کے لئے مدد طلب کی۔ اسی وقت شمال کی طرف سے یعنی بہادر شاہ کے لشکر کی پیٹھ کے رُخ اور اعظم شاہ کے لشکر کے سامنے کے رُخ اس قسم کی آندھی آئی۔ کہ گھٹا ٹوپ اندھیرا ہوگیا۔ اور اعظم شاہ اور اس کی فوج کی آنکھوں اور کانوں میں اس قدر مٹی بھر گئی۔ کہ سب اندھے بہرے ہو گئے۔ آندھی آدمیوں کو اُٹھا اٹھا کر زمین پر پھینکتی تھی۔ اور توپ و بندوق کے وار سبھی اعظم شاہ کے لشکر پر ہوتے تھے۔ اور اسی کی فوج ہلاک ہو رہی تھی۔ اس کی فوج میں تھلکہ عظیم مچ گیا۔ اور اکثریوں ہی بھاگ گئے۔ لشکر کے پاؤں نہ جمے رہے۔

اعظم شاہ نے حمید الدین خاں اور عنایت اللہ خاں سے پوچھا۔ کہ اب جو فتح و نصرت کی نسیم چل رہی تھی۔ یہ گرد و غبار رسوائی اور خرابی کا باعث کیوں ہوا۔ اسی اثناء میں غیب سے آواز آئی کہ یہ وہی خاک ہے۔ جو تو نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک بکھیر دی تھی۔ اسی بے ادبی کے سبب تیری سلطنت کو زوال آیا ہے۔ یہ آواز سُن کر بہت سٹ پٹایا۔ لیکن بے سود

ع ندارد پشیمانی آنگاہ سُود

اب پچھتائے ہوت، کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اتنے میں اعظم شاہ کا بڑا بیٹا بیدار بخت جو اس کا ہراول تھا مارا گیا۔ اُس کے مارے جانے سے اعظم شاہ نے حواس باختہ ہو کر کہا۔ کہ میں بیدار بخت کے لئے سلطنت لیتا تھا۔ اب میں بادشاہی کیا کروں گا۔ ہاتھی کی پیشانی پر بجائے مہاوت کے خود ہو بیٹھا۔ اور کہا کہ معظم کو کہدو۔ کہ اب مجھ سے اکیلا جنگ کرے۔ کیونکہ شروع میں اس کی خواہش یہ تھی۔ جب اُس کے بڑے بڑے امیر بھاگتے تو کہتا یہ بے شرم اسی لائق تھا۔ اتنے میں معز الدین رح اس کے مقابل ہوا۔ تو کہا دور ہو جا۔ میرا مقابلہ تیرے باپ سے ہے۔ لیکن معز الدین رح نے اُسے گولی مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ ایک سپاہی نے اُس کا سر قلم کر دیا۔ جب اعظم شاہ کو بہادر شاہ کے پاس لایا گیا۔ تو دیکھتے ہی غش کھا گیا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو پوچھنے لگا۔ کہ میرے بھائی کو کِس نے قتل کیا۔ اُس سپاہی نے کہا میں نے قتل کیا ہے۔ بہادر شاہ نے اس فدائی پہ تیر کا ایسا وار کیا۔ کہ اُس کی پشت سے پار ہو گیا۔

بعد ازاں اعظم شاہ کے دوسرے بیٹے کو نہایت اعزاز و اکرام سے اپنے بیٹوں کے برابر رکھا۔ بہادر شاہ نے اس فتح کے شکرانہ میں تحف و ہدایا حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کئے اور تمام حضرات سرہند کی خدمت میں زر کثیر بطور ہدیہ بھیجا۔ اس فتح کے بعد بہادر شاہ نے دکن کا رُخ کیا۔ سلطان عالمگیر نے اپنے چھوٹے بیٹے کام بخش کو حیدر آباد کا علاقہ دے رکھا تھا۔ باپ کی وفات کے بعد اس نے بھی تخت پہ بیٹھ کر اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ یہ بات بہادر شاہ کو ناگوار گذری۔ اُسے دُور کرنا چاہا۔ چنانچہ منزلیں طے کر کے حیدر آباد کے قریب پہنچا۔ تو کام بخش نے کہلا بھیجا۔ کہ علاقہ مجھ کو باپ نے دیا ہے۔ تم میرے ملک میں کیوں آئے ہو۔ بہادر شاہ نے کہلا بھیجا کہ تم آکر مجھ سے ملاقات کرو۔ تاکہ میں بھی یہ علاقہ تمہارے ہی پاس رہنے دوں یا یہاں سے چلے جاؤ۔ میں بھی ہند کی طرف جاتا ہوں میرے چلے جانے کے بعد پھر شہر میں آجانا کام بخش نے یہ بات منظور نہ کی۔ بلکہ لڑائی کے لئے تیار ہوا۔ اور شہر سے نکل بھائی کے بہت سے لشکر کو قتل کر ڈالا۔ لیکن اتنے میں کام بخش کے تمام امراء کام آئے۔ اور خود بھی زخموں کی کثرت سے بیہوش ہوگیا۔ کہتے ہیں عین جنگ میں بہادر شاہ کے ایک لڑکے نے اُس کے سامنے ہو کر کہا۔ چچا صاحب آپ نے کیوں اپنے آپ کو اس تکلیف میں ڈالا۔ آؤ تمہیں بادشاہ سلامت بلاتے ہیں۔ کام بخش نے کہا کہ تم بھی باپ کے بعد ایسا ہی کروگے۔ جیسا اب کہہ رہے ہو۔ جب مارے زخموں کے بالکل بیہوش ہوگیا

تو بہادر شاہ کے لڑکے اُسے اُٹھا کر باپ کے پاس لے گئے۔ اس نے اُس کی خوب خبر گیری کی۔ جلدی اُس کے زخموں کو سلوایا۔ اور حکما کو تاکید کی۔ کہ اس کا جلدی علاج کرو۔ انھوں نے کہا ایک ہفتے تک زخم درست ہو جائینگے جب کام بخش کو قدرے ہوش آیا۔ تو بہادر شاہ نے اسے کہا میں تو یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری یہ حالت ہوتی کام بخش نے کہا کہ میں تیرا مُنہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ بعد ازاں اپنے ہاتھوں سے زخموں کے ٹانکے اُدھیڑ دئے اور کسی کو اپنا علاج نہ کرنے دیا۔ دو تین دن بعد مر گیا۔ بادشاہ کو اُس کے مرنے کا نہایت قلق ہؤا۔ اور اُس کی اولاد کی بہت عزت کی۔ بہادر شاہ کا یہ خاصہ تھا۔ کہ بھائیوں کے بیٹوں سے جو اس کی جان و مال اور ملک کے مُدعی تھے۔ رحم کر کے بیٹوں کی طرح سلوک کرتا۔ کسی بادشاہ نے اپنے بھتیجوں سے ایسا سلوک نہیں کیا۔ بہادر شاہ نہایت حلیم خلیق اور عالی ہمت تھا۔ چنانچہ اپنے عہد سلطنت میں بے شمار سخاوت و بخشش کی۔ اپنے وقت کا خود جید عالم تھا۔ چنانچہ دس ہزار حدیثیں معہ شانِ نزول اُسے حفظ تھیں۔ مذاکرہ میں کوئی عالم اُس کا لگا نہ کھاتا تھا۔

ذکر در بیان

سال پنجم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ بمراجعت آنحضرت از لاہور بہ سرہند و مرید شدن رئیسِ قوم افغاں و بیان قضایا کہ واقع شدہ اند

حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے لاہور میں رہنا اختیار کیا۔ تو وہاں کے باشندے صبح و شام آنحضرت کی خدمت میں رہنے لگے۔ اور آنجناب کے حلقہ میں مجمع عظیم ہونے لگا۔ اس علاقے کے ہزارہا آدمی آنحضرت رضہ کے مرید ہوئے۔ اور اُن میں سے اکثروں نے عجیب و غریب حالات پیدا کئے۔ اور وہ فنا و بقا سے مشرف ہوئے۔ اُن میں سے بہتوں کو آنحضرت رضہ نے خلافت بھی عنایت فرمائی ❊

آنحضرت رضی اللہ عنہ کا خاص مرید میر یوسف حضرت مجدد الف ثانی رضہ کے مکتوبات شریف آنحضرت رضی اللہ عنہ سے پڑھا کرتا تھا۔ لیکن طبیعت کا نہایت غبی تھا۔ آسان سے آسان کتاب کا مطلب بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ مکتوبات شریف وہ کتاب ہے۔ کہ فہیم و زکی بھی انہیں کما حقہٗ نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن آنحضرت رضی اللہ عنہ کی توجہ شریف سے میر صاحب کو وہ جودت و ذکاوت طبع نصیب ہوئی۔ کہ مکتوبات کے تمام غوامض و حقائق بخوبی سمجھنے لگے۔ یہی میر یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ مکتوبات میں بیان کردہ ہر ایک معرفت پروردگار کی جو تشریح کرتے اُس کا القا اپنی توجہ باطنی سے میرے باطن میں کر دیتے۔ اور وہ معرفت میں اپنے آپ میں پاتا۔ میں نے مکتوبات شریف کی تینوں جلدیں آنحضرت رضہ سے سبقاً سبقاً پڑھیں ❊

انہیں دنوں مخدوم زادہ عالی درجہ خواجہ محمد عزیز مریض ہوئے۔ مرض غالب آتا گیا۔ آنحضرت کو اس نونہال کا بڑا خیال تھا۔ ایک روز جب آنحضرت شالامار باغ کی

سیر کو تشریف لے گئے۔ تو عصر کے بعد مجلس سکوت کی۔ مجلس سے فارغ ہو کر فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تشریف فرما ہو کر حد سے زیادہ عنایت کی اور فرمایا کہ تم میرے نائب ہو۔ پروردگار نے تمہیں تمام اولیاے اُمت کے کمالات مرحمت فرمائے ہیں۔ اور تمہیں اہل جہان کا مرجع و مآب بنایا ہے۔ تمہارے ارشاد کا وقت اب قریب ہے۔ اب سرہند جاؤ۔ پھر جو کچھ اللہ تعالےٰ نے تمہارے واسطے مقرر کیا ہے۔ ہوگا۔ اور تمہارے فرزند ارجمند محمد معزیز کو بھی صحت ہو گئی ہے +

جب حضرت خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ تو وہ دودمان قیومیت کا خلاصہ اور خاندان قطبیت کا برگزیدہ بالکل تندرست تھا۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ نے اپنے بڑے خلیفہ شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عنایت کر کے لاہور کے تمام آدمی اس کے سپرد کئے۔ اور خود یاروں سمیت سرہند کی طرف روانہ ہوئے۔ سرہند کے تمام باشندے آنحضرت رضے اللہ عنہ کے استقبال کے لئے آئے۔ آنحضرت سرہند پہنچکر قیوم ثلاثہ رض کے مزارات کی زیارت کر کے دولت خانہ میں تشریف فرما ہوئے +

اِن دنوں آنحضرت اکثر خلوت میں معشوق حقیقی سے مشغول رہتے۔ صرف پانچ وقت نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے۔ یا کبھی باغ کی سیر کو جاتے سرہند کے لوگ اپنی بدبختی کے باعث آنحضرت رض کے معتقد نہ ہوتے +

اسی اثناء میں قوم اعز کا سردار اعز خاں حضرت قیوم رابع رضے اللہ عنہ کا مرید ہوُا - مجھ (مصنفؒ) سے صوفی فرہاد نے اعز خاں کی زبانی بیان کیا - کہ میرے مُرید ہونے کا باعث یہ ہوا - کہ میں شروع سے بزرگوں کی خدمت کیا کرتا تھا - اور اُن سے دُعا توجہ کے لئے التماس کیا کرتا تھا - اُن میں سے ایک نے مجھے یہی کہا تھا - کہ تم قیوم زماں قطب الاقطاب کے مرید ہوگے اور اس بزرگ کی علامتیں بھی مجھے بتا رکھی تھیں - بعد ازاں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا - کہ ایک نورانی شکل بزرگِ خدا کھڑا ہے - جس کی روشنی سے تمام جہان منور ہے - اور ایک شخص کہتا ہے - کہ یہ مرد خدا قطب الاقطاب ہے - اور سرہند کا رہنے والا ہے - یہ خواب دیکھ کر میں سرہند آیا - جب آنحضرت رضے اللہ تعالےٰ عنہ کی زیارت کی - تو وہی شکل و صورت جو خواب میں دیکھی تھی - ظاہری آنکھوں سے دیکھ لی - اور جو علامات بزرگوں نے مجھے بتائی تھیں موجود تھیں ٭

حضرت قیوم رابع رضے اللہ عنہ نے فرمایا - کہ سرہند میں اور بھی شیخ ہیں - اُن کے پاس جاؤ میں نے عرض کیا - کہ میرا مصمم ارادہ جناب کی خدمت میں مُرید ہونے کا ہے - پھر آنحضرت رضؓ نے فرمایا - کہ دوسرے مشائخ کے پاس جاؤ - میں نے دوسرے مشائخ کی قدمبوسی کی - تو سب کو کامل و مکمل پایا - لیکن میرا اعتقاد حضرت خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ پر جما ہوُا تھا - پھر میں آنحضرت رضے اللہ عنہ کی خدمت میں

حاضر ہوا - اب کی مرتبہ بھی آنحضرت نے یہی فرمایا کہ دوسرے مشائخ کے پاس جاؤ - اس طرح تین روز دوسرے مشائخ کے پاس جاتا رہا - آخر چوتھے روز لوگوں نے میری سفارش کی - اور آنحضرت رضی اللہ عنہ نے مجھے مرید کیا - آنحضرت رضہ کی صحبت میں مَیں نے دیکھا جو دیکھا ٭

اعزخاں نہایت قابل بلکہ اپنے وقت کا بے نظیر شخص ہے - چاروں زبانوں عربی، فارسی، ترکی، ہندی میں خوب شعر کہتا ہے - اس قابلیت کے علاوہ اور لیاقتیں بھی اس میں موجود ہیں - حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ اُسے خسرو وقت فرمایا کرتے تھے - اس نے ایک کتاب خواجگان اور حضرات قیوم رابع کے حالات میں لکھی ہے - واقعی اس کتاب میں اس نے عجیب و غریب حقائق درج کئے ہیں ٭

ذکر در بیان

سال ششم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ و خطاب شدن از جنابِ الٰہی بہ حضرتِ سلطان الاولیاء و مرید شدن شیخ عادل و قضایا دیگر کہ دریں سال شدہ اند :-

اس سال ایک روز حضرت خلیفۃ اللہ عنہ نے فجر کے حلقہ سے فارغ ہو کر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا - کہ آج صبح کی نماز کے بعد مراقبہ میں مَیں نے دیکھا - کہ فرشتے آسمان سے یاقوت

سرخ کا ایک تخت لائے ہیں - اور مجھے کہتے ہیں - کہ اس تخت پر بیٹھ جاؤ - یہ حق تعالےٰ نے آپ کے واسطے بھیجا ہے - تمام اولیاء کی سلطنت آپ کو مرحمت فرمائی ہے - میں امر الٰہی کے بموجب اس تخت پر بیٹھا - اس تخت کے گرد و نواح ہزار ہا اولیاء دست بستہ میرے سامنے کھڑے ہیں - منادندا کرتا ہے - کہ پروردگار نے شیخ محمد زبیر رح کو تمام اولیاء اللہ کی سلطنت عنایت فرمائی ہے - اور تمام اولیاء کا اسے بادشاہ بنایا ہے - اے بندگانِ خدا! اس کی اطاعت کرو - اسی اثناء میں جناب الٰہی سے الہام ہوا - کہ تو تمام اولیاء کا بادشاہ ہے - اللہ تعالےٰ نے مجھے مبارک باد دی - یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے - جسے چاہے عطا فرمائے - اللہ تعالےٰ صاحبِ فضل عظیم ہے +

اسی سال ایک صالح مرد شیخ عادل نام حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ کا مرید ہوا - آپ کے مرید ہونے کا باعث یہ ہوا - کہ آپ خدا طلبی کے لئے گاؤں بہ گاؤں اور شہر بہ شہر پھرتے تھے - لیکن کہیں سے مطلب حاصل نہ ہوتا تھا - اچانک آپ نے سنا کہ دکن کے علاقے میں ایک بزرگ صاحب معنی رہتا ہے - آپ منزلیں طے کر کے شہر اورنگ آباد (دکن) میں پہنچے - اور اس بزرگ کی زیارت کی - جو یاد الٰہی میں مستغرق تھا - آپ نے اس سے اپنے مطلب کا اظہار کیا - اس نے کہا میں چھوٹی ندی

ہوں - تمہیں ایک بحرِ ذخار بتلاتا ہوں - یعنی حضرت شیخ محمد زبیر رح قطب الاقطاب اور قیوم زمان ہیں - اور موجودہ تمام اولیاء اُن سے فیض و برکات حاصل کرنے کے لئے منتظر ہیں - اُن سے جا کر فیض حاصل کرو - ان کی ایک ہی توجہ سے تم سیراب ہو جاؤگے اور تمہارا سارا مطلب حاصل ہو جائے گا - جلدی جا کر سرمدی دولت اور ابدی سعادت حاصل کرو ؎

زما خوشدلی دریاب دریاب
کہ دائم در صدف گوہر نباشد

آپ نے یہ فرحت اثر خبر سُن کر آنحضرت رضے اللہ عنہ کی زیارت کا ارادہ کیا - اثنائے راہ میں خواب میں دیکھا - کہ فرشتے آسمان سے اُتر کر کہتے ہیں - کہ ہم شیخ محمد زبیر رض کی زیارت کے لئے آسمان سے اُترے ہیں - کیونکہ پروردگار کا حکم یوں ہی ہے جو شخص کامل اعتقاد سے شیخ محمد زبیر رض کی زیارت کرے گا - اس کے سارے گناہ بخشے جائینگے - اور قیامت کے دن بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا - اور اس بندے پر اللہ تعالےٰ کی نظرِ عنایت ہوگی - آپ یہ خواب دیکھ کر جلدی اس قبلہ دین و دُنیا کی سعادت مُلازمت حاصل کر کے مُرید ہوئے - اور آنجناب رض کے خلفاے عظام میں شمار ہونے لگے اور مرتے دم تک اپنے پیر دستگیر رحمۃ اللہ کی خانقاہ میں رہے ؛

اسی سال بدخشاں کے بہت سے باشندے حاضر خدمت ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے -

اُن کے مرید ہونے کا باعث یہ ہوا۔ کہ بدخشاں کے دارالخلافہ فیض آباد سے ایک قافلہ بلخ کو جا رہا تھا۔ اثنائے راہ میں ایک رات قافلہ سالار معہ چند آدمیوں کے قافلہ کے باہر سیر کے لئے آیا۔ تو اُس نے ایک عجیب معاملہ دیکھا۔ وہ یہ کہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر بہت سے نورانی مرد جمع ہیں۔ اور کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ اتنے میں ایک شخص نے آواز دی۔ کہ قطب وقت شیخ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے ہیں۔ یہ آواز سنتے ہی تمام لوگ آنحضرتؒ کے استقبال کے لئے آئے۔ اور دست بستہ آنحضرت کی خدمت میں کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک شخص نے آواز دی کہ خراسان کا قطب وقت فوت ہو گیا ہے۔ اس کی بجائے کسی اَور کو مقرر کرنا چاہئے حضرت خلیفۃ اللہ رضؓ نے اُن میں سے ایک کو خلعت قطبیت پہنا کر لوگوں کو رخصت کیا۔ اور جدھر سے آئے تھے چلے گئے۔ قافلہ سالار نے لوگوں سے پوچھا۔ کہ یہ بزرگ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ ایک نے کہا یہ بزرگ قطب زمانہ ہیں۔ اور سرہند میں رہتے ہیں وہ قافلہ سالار بہت لوگوں سمیت سرہند آیا۔ اور حاضر خدمت ہو کر آنجناب کا مرید ہوا؛

ذکر در بیان

سال ہفتم از جلوس قیومیت سلطان للاولیاء
حضرت خلیفۃ اللہ و بیان عدم گرویدن

مردم سرہند و سوء مزاج شدن آنحضرت
ازاں قوم و بشارت یافتن از جنابِ الٰہی
بہ تخریبِ آں قوم و بیانِ سفر آنحضرت
از سرہند بہ شاہجہان آباد

طریقتِ الٰہی کے رہ نورد و سالکِ اور اہلِ صفوت نا متناہی کے صوفی نہاد فیضِ مواطن باطن کے دفاتر سے شہود کے میدان اور نمود کے صفحہ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وہ قیوم زمانہ و امام یگانہ۔ مجدد دوران۔ قطب زمان۔ جو جہان اور اہلِ جہان کے مرجع اور اہلِ عالم کی جائے باز گشت ہیں۔

شعر
کارِ جہاں بسر نرود بے رضائے او
در دستِ اوست بختئے نہ چرخ را مہار

کئی سال دار الارشاد سرہند میں ناہموار کندہ ناتراش خلق کے ارشاد اور عالم بدکردار کی رہنمائی کے لئے مسند قیومیت پر جو بمنزلہ وزارت بارگاہ الٰہی ہے۔ اور مسند قطبیت پر جو اہلِ ولایت کی امارت ہے۔ جلوس فرما رہے۔ اور اپنے باطن سے جو جہان اور اہلِ جہان کا قبلہ توجہ ہے۔ اپنے ہمعصروں کو فیض پہنچاتے رہے۔ لیکن شہر کے آدمی اپنی بدبختی اور کم نصیبی کی وجہ سے اس والئے ولایت کے معتقد نہ ہوئے۔ بلکہ اس صاحب

شریعت کی اہانت اور ذلت کے درپے ہوئے لیکن نہ کر سکے۔ ۶

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

ریاض شریعت کے انجمن آرا اور بزم معرفت کے نکتہ پیرا۔ خورشید خصلت۔ بدر منیر روشن ضمیر یگانہ کار خانہ تقدیر، سلیمان سریر۔ سکندر تدبیر۔ اسرار آگاہ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

۵

سلطان خلافتش وظیفہ
بر تخت خلیفہ بن خلیفہ
در وہم نیاید از سترگی
در عقل نگنجد از بزرگی
ظلمت ز صفائی گوہرے دور
سیراب دلش چو چشمۂ نور
مہتاب گلے ز نور شستہ
از چشمۂ آفتاب رستہ
نورش ز کرانہ تا کرانہ
افروختہ شمع جاودانہ
شانش ہمہ شان بے نشان است
او با حق و حق باو چہ شان است
زیں پیش زار و کس نشانہ
کو چرخ نیاز بر زمانہ

کج طبع اہل ہوس اور اللہ تعالےٰ سے نہ ڈرنے والے لالچیوں کے منحرف ہو جانے سے جو وادئ ضلالت و گمراہی کے سرگردان۔ اور ظلمت ناکامی کے جنگل کو طے کرنے والے میدانِ نارسائی کے حیران نابینائی کے کوچہ کے نارسا تھے۔ اگرچہ کبھی کبھی خاطر عاطر پر ملال آتا۔ لیکن صبر و تحمل کو کام فرماتے ؎

صبوری ضروری ست لیکن درد دل را
بغیر از صبوری دوائے نباشد

مشیتِ ازلی اور ارادۂ لم یزلی پر توقع و توکل کئے تنہائی اور گوشہ نشینی میں یادِ الٰہی میں مشغول رہ کر ریاضتہائے شاقہ میں زندگی بسر کرتے۔ لیکن ذاتی تجلیات اور صفاتی انوار کے مشاہدہ سے جو عارف باللہ کی خوراک اور سیر عن اللہ کا ثمرہ ہے۔ خوش و خرم رہتے ؎

عارفاں را قوتِ ذکر و فکرِ حق
نیست پیشِ عارف اِلّا فکرِ حق

اس صادقِ اقوال صاحبِ پر کمال نے کئی سال اسی حالت میں بسر کر دئے۔ محفلوں اور مجلسوں میں تشریف نہ لیجاتے۔ چونکہ عادت سبحانی اور سُنّتِ رحمانی یہ ہے۔ کہ پہلے اپنے دوستوں کو تھلکہ میں مبتلا کرتا ہے۔ اور پھر عیش و نشاط کی بلندی پر پہنچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ رضا اختیار کرنی چاہیئے۔ اور سر تسلیم جھکانا چاہیئے۔ جب اس فرخندہ فال کی الٰہی جلالی تربیت رو بزوال ہوئی۔ تو پرورش جمالی کے ہلال نے چہرہ دکھلایا۔ آنحضرت چونکہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب مناب۔ الوالعزم اور قائم مقام تھے۔ اس لئے حق سبحانہ تعالیٰ نے انبیاء کی سُنّت سنیہ اور مرسلوں کا طریقہ مسنونہ اس وارث اکمل پر بھی برتا۔ کیونکہ گذشتہ زمانوں سے یہ دستور چلا آیا ہے۔ کہ جتنے شخص زیور نبوت سے آراستہ اور لباس رسالت سے پیراستہ ہو کر کسی قوم کی رہبری کے لئے مقرر ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور وہ پسندیدہ افعال اور برگزیدہ خصال اس واحد حقیقی کی واحدانیت اور اس حقائق تحقیقی کی ہدایت کرتے آئے ہیں۔ اور اپنی رسالت کی اطلاع دیتے آئے ہیں۔ لیکن وادیٔ کفر و ضلالت کے گمراہ۔ کوچہ شرک و ندامت کے حیران۔ اُن کی نصائح ارجمند اور پندہائے سُود مند کو گوش ہوش سے نہیں سُنا کرتے تھے۔ بلکہ وہ اوباش بد معاش قوم اپنے مرسل کے قتل و ایذا کے درپے رہی ہے۔ مگر وہ رسُول مقبول علیہم السلام اس زمانہ میں اپنے پروردگار کی طرف سے مامور ہو کر

نیک لوگوں کی ہمسائگی میں رہتے آئے ہیں۔ بعد ازاں وہ قوم شوم قہر قہاری اور جبر جباری میں گرفتار ہوتی آئی ہے۔ اور طرح طرح کے رنج و عناد اور سختی و مصیبت میں مبتلا ہوتی رہی۔ ایسے شخصوں کی حالت پر سخت افسوس ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس وہ خیرالناس (قیوم رابع رضؓ) کارساز غریب نواز کی جناب مستطاب سے شہر کی تخریب تعذیب اور بدکردار لوگوں کی آوارگی اور اضطرار کے بارہ میں ملہم ہوئے۔ ساتھ ہی مفصّلات و مضافات بھی قہر الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ قریب ہے۔ کہ یہ نالائق دیو سیرت اور گنہگار وحشی خصلت اپنے اعمال شنیعہ و افعال قبیحہ کی سزا پائیں۔ بلکہ گیہوں کے ساتھ گھُن بھی پستا ہے۔ یعنی نیک لوگ جو اُن کے گرد و نواح اور پاس پڑوس میں رہتے ہیں وہ بھی خرابی و رسوائی میں مبتلا ہونگے ؎

تریاق زہر است مرا بر سر زباں
آں را بدوستاں دہم ایں را بدشمناں

بعد ازاں اس امام ربانی محبوبِ صمدانی نے آفتِ ناگہانی و مزاحمت آسمانی سے جو بلائے پنہانی و آفتِ جانی اور مایۂ پریشانی و حیرانی تھی۔ ہر چند خلقت کو پورے طور پر واقف کیا۔ لیکن لوگ

اپنی جہالت و خود پرستی کی وجہ سے مُقِر نہ ہوئے۔
اور آنجناب کی سود مند وعظ و نصیحت نے اس قوم
مدہوش کے کانوں میں اثر نہ کیا۔ بلکہ غرور و تکبر کی شراب
کے نشہ میں بدمست رہ کر اُلٹی ہنسی اڑاتے ہے

ترسم ایں قوم کہ بر دردکشاں مے خندد
در سرکار خرابات کنند ایماں را

آنحضرت رضی اللہ عنہ نے ما علی الرسول الا البلاغ " بر
رسولاں بلاغ باشد وبس" پر عمل کر کے ان لوگوں کی
کج طبعی اور بدطینتی کو اپنی خاطر عاطر سے دور کر دیا ہے

آئین اوست سینہ چو آئینہ داشتن
کفر است در طریقت او کینہ داشتن

پہلے تو کما حقہٗ انہیں سمجھایا۔ لیکن یہ جب اُن کے کان پر
جُوں بھی نہ چلی تو آخر زبان ندرت بیان پر مہر سکوت و
خاموشی لگائی ہے

بجوش بے دماغی عندلیبی ہمزباں خواہم
کہ باشد سایۂ مژگانِ خواب آلودہ منقارش

اس مایۂ حکیم وقت کے ارادے کا بلند پرواز شاہباز قریب
پرواز تھا۔ بعض عقلمندوں اور داناؤں مثلاً شیخ عبد الاحد
وغیرہ نے جو فریدِ وقت۔ جنید عہد۔ شبلی زمانہ تھے۔ اور
جن کی رائے زرین صورت نما اور مصلحت مشکلکشاء تھی۔
باہم جمع ہو کر اس بارے میں عقل دوڑائی۔ اور حیران

ہو کر کہا کہ اس سبب سے نیک اور صادق جوان کے الہام و مکاشفہ کے احکام بالکل ٹھیک اور پکے معلوم ہوتے ہیں ؎

نہ باشد مخالف قول و فعل راستاں باہم
کہ گفتارِ قلم باشد ز رفتارِ قلم پیدا

اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ پردۂ غیب سے عرصہ شہود پر کیا کچھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور غیب کی دلہن لاریبی شاد رواں نے کس غمزے سے پیش آتی ہے۔ بہتر اور مناسب تو یہی ہے کہ اس والئے کمالاتِ نبوت کی موافقت سے ہم بھی وطنِ مالوفہ اور مولد معلومہ کو ترک کر کے اس بلائے بیکراں اور آفت آسمانی سے رہائی پائیں ۔

میرے مصنف رح قبلہ گاہ فرماتے ہیں۔ کہ انہیں دنوں ایک رات شیخ عبدالاحد رح نے فرمایا کہ میں نے تو مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور شہر میں چلا جاؤں تاکہ آنے والی مصیبت سے بچ جاؤں۔ چونکہ مجھ پر کشف ہوا ہے۔ کہ اس شہر پر بلائے عظیم نازل ہونے والی ہے اس واسطے لوگوں کو یہ شہر چھوڑ جانا چاہیئے۔ تاکہ بلائے ناگہانی سے بچ جائیں۔ جب اس بلائے ناگہانی کا مقررہ وقت آ پہنچا۔ کیونکہ ہر ایک کے لئے مقررہ وقت ہوتا ہے۔ تو حضرت قیوم رابع رح معہ توابع رح شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوگئے ؎

حضرت دہلی کنف دین و داد　جنت عدن است کہ آباد باد

اس جگہ کی زیب و زینت آنجناب کے قدوم میمنت لزوم سے ایک سے لاکھ گنا ہو گئی ہے

اگر فردوس بر روئے زمین است ہمین است وہمین است وہمین است

شیخ عبد الاحد رح نے مصیبت پر غربت کو ترجیح دی اور وطن مالوفہ کو ترک کر دیا۔ ع کہ مقبول را رد نباشد سخن

ذکر در بیان

دخول حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ سلطان الاولیا به دار الخلافت شاہجہان آباد و تولد مخدومزادہ والا گوہر شیخ عبد القادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔

جب حضرت سلطان الاولیاء شہر سرہند سے لوگوں کی وجہ سے ناراض ہو کر مع تمام توابع و لواحق شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ تو اثنائے راہ میں جس جس گاؤں اور شہر سے گذر ہوتا وہاں کے باشندے آنحضرت رض کے استقبال کے لئے آتے۔ اور آنجناب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے۔ پیر کے روز ۱۵ ار رجب کو شاہجہان آباد میں داخل ہوئے۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے استقبال کے لئے آئے۔ پہلے آنجناب کا گذر اس مکان پر ہوا۔ جو شہر کے کنارے پر تھا۔ وہاں پر مدت مدید سے ایک مسجد ویران پڑی تھی۔ اس مسجد کے صحن میں قد آدم سے بھی اونچی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ اکثر اوقات چور اس مسجد میں پناہ لیتے۔ اور گائیں بھینس

اس مسجد میں چرتیں ۔ اُن کے گوبر سے وہ مسجد آلودہ تھی ۔
اس مسجد کے گرد و نواح میں سنگین احاطے تھے ۔ جن میں امارتیں تھیں
لیکن رہنے کے قابل نہ تھیں ۔ حضرت خلیفۃ اللہ رضے اللہ عنہ نے فرمایا
ہم یہیں رہتے ہیں ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ مکان رہنے کے قابل
نہیں ۔ شہر کے اندر چلکر ہمارے مکانوں میں اقامت فرمائیگا ۔ عین
عنایت ہوگی ۔ ہر ایک نے اپنا اپنا مقام رہائش کے لئے پیش کیا ۔
آنحضرت رضے اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول مقبول صلے اللہ علیہ
و آلہ وسلم کی ناقہ مقررہ مقام پر بیٹھنے کے لئے مامور تھی ۔ تو ہم بھی اپنے
پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تابع ہیں ۔ یہ فرماتے ہی آنجناب رضہ
کی اسواری اسی مقام پر خود بخود ٹھیر گئی آگے قدم اُٹھانے کی مجال
نہ رہی ۔ پھر آنحضرت رضہ نے فرمایا کہ ہمارا مقام یہی ہے ۔ لوگوں
نے عرض کیا کہ جو کچھ خاطر مبارک میں آیا ہے ۔ وہی کرنا ۔ لیکن اب
شہر میں چلکر اُتریں ۔ اِتنے میں یہ مکان درست ہو جائیگا ۔ پھر
یہاں تشریف لے آئیں ۔ یہ بات آنجناب رضہ نے منظور فرمائی ۔ اور
شہر میں جاکر ایک عالیشان محل میں رہائش اختیار کی ۔ وہ
احاطہ جو مسجد کے ارد گرد تھا ۔ ایک بیوہ عورت کا تھا ۔
جو آنحضرت کی مُریدہ تھی ۔ اُس نے اُن مکانات کو آنحضرت کی نذر
کیا ۔ حضرت قیوم رابع رضے اللہ عنہ نے پہلے مسجد کو خس و خاشاک
سے صاف کرایا ۔ شکست و ریخت کی مرمت کرائی ۔ مسجد جو تعمیر طلب
تھی تعمیر کرائی ۔ ہفتہ کے روز ۵ شعبان کو حضرت سلطان الاولیاء
ان عمارات میں داخل ہوئے ۔ بہت سے لوگوں نے آنحضرت کے

ساتھ وہیں بود و باش اختیار کی۔ آنحضرت کے وہاں رہنے سے کئی ہزار خانہ دار مغل وہاں رہنے سہنے لگے۔ اور ہزاروں گھر وہاں تعمیر ہو گئے۔ آجکل وہ مکان آنحضرت کے قدم مبارک کی برکت سے عین شاہجہان آباد کا مرکز ہے۔ اور جو رونق وہاں ہے کسی اور جگہ نہیں۔ بڑے بڑے مغل امیر وہاں رہتے ہیں۔ سارا شاہجہان آباد آنجناب کی برکت سے نہایت آباد اور پُر رونق ہو گیا ہے۔ کیونکہ بادشاہ چالیس سال سے شاہجہان آباد میں داخل نہ ہوا تھا۔ جب حضرت قیوم رابع رضے اللہ عنہ شاہجہان آباد میں داخل ہوئے۔ تو بادشاہ نے بھی آکر وہیں سکونت اختیار کی۔ اب تک بادشاہوں کا دار الخلافہ شاہجہان آباد ہی چلا آتا ہے۔ جب اُن عمارتوں کی مالکہ فوت ہو گئی۔ تو آنحضرت نے اس کے وارثوں سے بہت سا روپیہ دیکر بیع کرالیا۔ اُن کے علاوہ اور عمارتیں بھی خریدیں +

اسی سال دوسرے مخدوم زادہ والا گہر پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش سے پہلے حضرت غوث الاعظم رضے اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت قیوم رابع رضے اللہ عنہ کو فرمایا۔ کہ ان دنوں تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو نہایت صاحب کمال ہوگا۔ اور قرب الٰہی کا انتہائی درجہ حاصل کریگا۔ اس کا نام عبدالقادر رکھنا۔ جب مخدوم زادہ پیدا ہوئے۔ تو آنحضرت رض نے حسب الامر "شیخ الجن والانس عبدالقادر نام مقرر کیا" آنجناب نے اس مولود مسعود کی بہت کچھ تعریف کی۔ واقعی آجکل یہ مخدومزادہ

حضرت خلیفہ اللہ رضے اللہ عنہ کی خانقاہ کو روشن کرنے والے
اور آنحضرت رض کے قائم مقام اور نائب مناب ہیں ۔

اسی سال حضرت مروج الشریعت کے بڑے بیٹے حضرت
عروۃ الوثقےٰ کے پوتے حضرت شیخ محمد ہادی جو تربیت باطنی
آنحضرت سے حاصل کرکے خلافت سے مشرف ہوئے تھے۔ اور
میرے (مصنف رح) جد امجد تھے۔ اِس دار فانی سے رحلت فرما
گئے۔ حضرت قیوم ثانی کے روضۂ مبارک میں جنوبی دروازہ کی
طرف مرقد مبارک کی پائنتی میں مدفون ہوئے ۔

ذکر دربیان

سال ہشتم و نہم از قیومیت حضرت قیوم رابع
خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء تکلیف کردن بہادر شاہ
علماء را کہ در خطبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ را
وصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بگوئید ۔ و
قرآنِ مجید را بطوریکہ نزول شدہ است ہمانقسم
ترتیب دہند و انکار کردن علماء ازیں امر و
داد خواہ شدن خلق اللہ ازیں حرکت بیجا سلطان
بجناب حضرت قیوم رابع وبشارت دادن آنحضرت
بہ ہلاکتِ سلطانِ و بیانِ واقعات وحادثات سلطنت
کہ دریں سال واقع شدہ اند :۔

جب بہادر شاہ کو اس قسم کی فتح عظیم نصیب ہوئی۔

تو غرور و تکبر سے اترانے لگا۔ بعض بُرے ارادے اس کے
دل میں پیدا ہوئے۔ کہ دین متین میں کوئی ایسا نیا طریقہ نکالے
جو کسی گذشتہ بادشاہ نے نہ کیا ہو۔ اور لوگ اس مصنوعی طریقہ میں
اسے مقتدئے تسلیم کریں۔ بادشاہ جو خود بھی بڑا جید عالم تھا۔ چنانچہ
بارہ ہزار حدیثیں مع شانِ نزول اسے حفظ تھیں۔ چاہتا تھا۔ کہ
شریعت میں کوئی ایسی اختراع کرے۔ جو قیامت تک اس
کی یادگار رہے۔ علماء کو بُلا کر کہا کہ حدیث نبویؐ میں حضرت علی
مرتضٰی کرم اللہ وجہ کو وصی کہا گیا ہے۔ اِس لئے خطبہ میں بھی علی الوصی
کہنا چاہیئے۔ اور قرآن مجید کو بہ ترتیب نزول مرتب کیا جائے۔ یعنی
بجائے الحمد کے شروع میں الف لام میم سورۂ اقراء جو تمام سورتوں
سے پہلے نازل ہوئی۔ پہلے درج کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں وہ آیات
اور سورتیں جس ترتیب سے نازل ہوئیں۔ اسی ترتیب سے مرتب
کرنا چاہیئے۔ علماء نے کہا۔ کہ اس سے پیشتر تم سے بہتر علمائے
مجتہدین گزرے ہیں۔ اور جو علم و تقوٰے انہیں حاصل تھا۔
وہ تم میں نہیں۔ اور بہ سبب قرب عہد اخبارات نبوت کی
تصحیح جو انہیں حاصل تھی۔ تمہیں حاصل نہیں۔ پس جو کچھ حق
اور صدق تھا۔ اُنھوں نے مقرر کر دیا ہے۔ جس نے ان اکابر
دین کی مخالفت کی اُس نے اپنے دین و ایمان کو ضائع کیا۔
تم کیوں ان کی مخالفت کرتے ہو ؟

اس سے پیشتر بہت سے لوگ از روے شوکت و حشمت
اور جاہ و جلال اور زور و قوت کے تم سے زیادہ بہتر ہو گذرے

ہیں۔ کیا وہ دین میں کوئی نئی بات پیدا نہیں کر سکتے
تھے۔ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی
کرم اللہ وجہ کو چند ایک وصایا فرمائیں۔ جو محض مقید ہیں۔
اگر خطبہ میں ہم وصی کہیں گے تو وہ وصی مطلق ہو جائیں گے
اور وصی مطلق نبی کا قائم مقام اور نائب مناب ہوتا ہے
اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت لازم
آئے گی۔ اس واسطے علماء اور مجتہدین نے خطبہ میں حضرت
علی کرم اللہ وجہ کو وصی نہیں کہا۔ ہم بھی ان کی مخالفت نہیں
کر سکتے۔ قرآن شریف کو موجودہ ترتیب سے حضرت عثمان رضی اللہ
نے مرتب کیا۔ دوسرے کی کیا مجال ہے کہ اس ترتیب کو اُلٹ
پلٹ کرے۔ اور دوسری طرح جمع کرے۔ ایسا کرنے سے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کا دشمن ہوگا۔ جس کا قتل واجب ہوگا
اس خیالِ محال سے توبہ کرو۔ تمہاری ایک پیش نہ جائیگی۔ بادشاہ
نے اپنے مدعا کے ثبوت میں دلایل و براہین پیش کیں
علماء نے مذاکرہ علمی سے انہیں دنغ کیا۔ اور سخت
غضبناک ہو کر بادشاہ کے ہاں سے اُٹھ آئے۔ اور ایک
جگہ جمع ہو کر اتفاق کیا۔ کہ خواہ بادشاہ ہمیں کسی طرح ہی
کی تکلیف کیوں نہ پہنچائے۔ ہمیں اس کے کہنے کو ماننا نہیں
چاہیئے۔ تمام اہلِ اسلام اس امر میں شریک ہوئے۔ اور
علماء کی رفاقت اختیار کی۔ اور مذہب حق پر کمربستہ ہوگئے
بادشاہ کے تینوں بیٹوں نے بھی علماء کو کہلا بھیجا کہ ہم بھی تمہارے

ساتھ ہیں۔ اور حق مذہب پر قائم ہیں۔ دوسرے روز بادشاہ نے علماء کی طرف اِس مضمون کا رقعہ لکھا کہ او فاضلو! تم دِل سے مفضول کی طرف واپس آؤ۔ علماء نے اس کے جواب میں لکھا "ہم کُتّے کی طرف آنا نہیں چاہتے" بادشاہ نے غضب ناک ہو کر اِنہیں پکڑ منگایا۔ جب مسلمان اور اہل علم آئے۔ تو بادشاہ نے انہیں کہا کہ میں تمہیں کُتّوں کے ساتھ کھانا کھلاؤں گا۔ علما نے کہا۔ الحمد لِللہ۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کتّوں کے ساتھ کھانے پر شکر خدا بجا لانے کا کیا موقع تھا۔ اس واسطے کہ تُو نے یہ نہیں کہہ دیا۔ کہ میں اپنے ساتھ کھانا کھلاؤں گا۔ اگر ہم کتّوں سے مل کر کھائیں گے۔ تو پھر دھو کر مُنہ پاک کر لیں گے۔ لیکن اگر تیرے ساتھ کھانا کھائینگے تو ہمارے دِل ناپاک ہو جائیں گے۔ جو قیامت تک پاک نہیں ہونگے۔ بہادر شاہ نے اور بھی ناراض ہو کر علماء کو قید کر لینے کا حکم دیا۔ اور تمام اہلِ علم کو سخت عذاب کیا۔ جب لوگوں نے یہ حالت دیکھی۔ تو سب حضرت خلیفۃ اللہؒ کی خدمت میں ہلاکت سُلطان کے لئے دعا کرانے کے واسطے حاضر ہوئے ؎

در اں میداں کہ مردم جمع گشتند
تپاں سوزاں بہر سو مے گذشتند
دواں گشتہ خلائق سوئے قیوم
دُعا ہا خواستند از بہرِ مظلوم

ایا محبوب سبحانی خدا را
کرامت کن بدستم مدعا را

آنحضرت نے حمیتِ دینی میں آکر علماء کو اس بلاء سے چھڑانے کے لئے دیر تک دُعا کی۔ بعد ازاں لوگوں کو خوشخبری دی کہ عنقریب ہی بادشاہ اعجاز نبوی سے کتوں سے ہلاک ہوگا۔ اور مسلمانوں کو اس کے ہاتھ سے رہائی نصیب ہوگی۔ واقعی زیادہ مدّت گذرنے نہ پائی۔ کہ بہادر شاہ ہلاک ہوگیا۔ اور مسلمانوں کو اس کے ہاتھ سے نجات ملی۔ بہادر شاہ نے علماء کو قید کرنے کے بعد اپنے چاروں بیٹوں کو بلا کر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ بڑے بیٹے معزالدین نے جواب دیا کہ جلال الدین اکبر نے دین محمدی کی مخالفت کی تھی۔ جس کے باعث ہم تمام بادشاہوں میں بدنام چلے آتے ہیں۔ اور ابھی وہ سیاہی کا داغ ہم سے چھٹا نہیں۔ تم چاہتے ہو کہ ہمیں دوبارہ روسیاہی نصیب ہو۔ اور تمام جہان کے بادشاہوں میں ہم شرمسار ہوں۔ دوسرے بیٹے عظیم الشان نے کہا کہ عالمگیری مذہب کے تابع ہوں وہ عالمگیر نے اختیار کیا تھا۔ تیسرے بیٹے شاہجہان نے کہا۔ میں علمائے حق کے دین پر ہوں۔ میں ان کی مخالفت نہیں کروں گا۔ بلکہ جو مخالفت کریگا۔ اسی تلوار سے اس کا سر قلم کروں گا۔ چوتھے بیٹے رفیع الشان نے کہا۔ میں بادشاہ کے مذہب کی تابع ہوں۔ جو کچھ آپ فرمائیں گے۔ میں

قبول کرونگا۔ بادشاہ چوتھے بیٹے پر مہربان ہوا۔ اور پھر خطبہ تالیف کرکے اس کے موافق ایک خطیب مقرر کیا۔ اور اسے لاہور کی جامع مسجد میں بھیجدیا۔ کہ جمعہ کے روز یہ خطبہ پڑھنا۔ اور قطعی حکم دے دیا۔ کہ کوئی شخص دوسری مسجدوں میں جانا نہ پائے۔ تمام مسلمان شاہی جامع مسجد میں حاضر ہوں۔ لیکن چونکہ سبھی بادشاہ سے برگشتہ تھے۔ اِس لئے انہوں نے ٹھان لی۔ کہ ہم خطبہ نہیں پڑھنے دینگے۔ جب بہادر شاہ نے سُنا کہ لوگ مجھ سے منحرف ہو گئے ہیں۔ تو سلطان رفیع الشان کو تمام شاہی لشکر مع سامان جنگ دیکر جامع مسجد کی طرف بھیجدیا۔ کہ جو شخص شورش کرے۔ اسے تنبیہ کرو۔ جب توپخانہ مسجد کے پاس لایا گیا۔ تو ہزاروں مسلمانوں نے اپنے سینے توپوں کے مُنہ پر رکھ کر کہا۔ کہ داغ دو۔ کیا تم ہمیں مرنے سے ڈرانے آئے ہو۔ ہم نے مرنے مارنے کی ٹھان لی ہے۔ ہمیں موت کا ذرہ بھر خوف نہیں۔ جب خطیب منبر پر چڑھا۔ تو ایک مغل نے اسے تلوار دکھا کر کہا خبردار! جو خطبہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کو وصی کہا۔ اسی تلوار سے تمہارا سر قلم کر دوں گا۔ خطیب ڈر کر کانپنے لگا۔ جب حضرت عثمان کا نام اس نے خطبہ میں لیا۔ اور حضرت علی کا نام لینے نہیں پایا تھا۔ کہ اس مغل نے خطیب پر تلوار کا وار کیا۔ خطیب ڈر کے مارے شہزادے کی بغل

میں آگیا۔مغل گرفتار ہوا۔لوگوں میں شور مچ گیا۔قریب تھا کہ فساد برپا ہو۔لیکن شاہزادہ اس خطیب کو پکڑ کر مسجد سے باہر لے آیا۔اس مغل سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ ابھی تو خطیب نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کا نام بھی نہیں لیا تھا۔تم نے اس پر تلوار کا وار کیوں کیا۔ اس نے کہا مجھے یقین تھا۔کہ وہ بالضرور حضرت علی کرم اللہ وجہ کو وصی کہے گا۔اس واسطے میں نے اسے کہنے کی مہلت نہیں دی آخر جہان شاہ نے اُس مغل کو رہا کر دیا۔

انہیں دنوں بہادر شاہ نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے۔اور لوگوں کو طرح طرح کی تکلیف و عذاب پہنچا رہے ہیں۔اتنے میں کُتّوں نے آکر بھونک کر اسے کاٹنا شروع کیا۔یہ خواب دیکھ کر جاگ پڑا۔حکم دیا۔ کہ شہر و لشکر کے کتّے نکال کر دریائے راوی سے پار کر دو۔بادشاہ اس خواب کی دہشت سے مریض ہو گیا اور چند یوم میں مر گیا۔شاہزادوں نے علماء کو انعام و اکرام دیکر رہا کیا۔اور تمام لوگ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکر گذار ہوئے اور یہ شعر گانے لگے ؎

شریعت را بلند آوازگی داد
بجز گاہِ شریعت بستہ بنیاد
طرازِ دین و آئینِ شریعت

ہمایوں رہبرِ راہ طریقت
بہارستانِ مُلک دولت و دیں
بقیومی سرِتاجِ سلاطیں

جب بہادر شاہ مرگیا تو اس کے چاروں بیٹے تخت پر بیٹھے۔ ایک شہر میں چاروں بادشاہ موجود تھے۔ چاروں میں سے محمدؐ عظیم الشان بلحاظ خزانہ و سپاہ دوسرے بھائیوں سے طاقتور تھا۔ کہتے ہیں۔ اس کے پاس اس قدر روپیہ تھا۔ کہ اس کے خیمہ و خرگاہ کے گرد خزانہ ہی خزانہ تھا۔ اس نے لڑائی میں اس واسطے تاخیر کی۔ کہ اپنے بیٹے کا انتظار کر رہا تھا۔ جو بنگالہ سے سپاہ و خزانہ لیکر آرہا تھا۔ لیکن معزالدین اور جہاں شاہ نے متفق ہو کر جنگ شروع کر دی ؎

اگر بادشاہے بمیداں در آئے
زما ہر کہ را ملک بخشد خدا

عظیم الشان نے رقعہ لکھ بھیجا۔ کہ تم دونو بڑے بھائی میرے ساتھ برسرِ پیکار ہو۔ آؤ آکر ہم ولایت کو تقسیم کرلیں۔ لیکن وہ اس کے ارادہ سے واقف ہو کر لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ دونو طرف سے صفیں آراستہ ہوئیں۔ خونخوار جوان اور نامدار دلیر جنگ میں مشغول ہوئے۔ جنگ و جدال کا ہنگامہ گرم ہوا۔ ہزاروں

مرد میدان میں کام آئے ؎

زمیں گشت از کشتگاں بجل گوں

بہر سو رواں سیل دریاے خوں

لڑائی بڑی سخت ہوئی۔ آخر فتح و نصرت کی نسیم سے معزالدین اور جہان شاہ کے پھریرے ہلنے لگے۔ اور عظیم الشان قتل ہوا۔ دوسرا بیٹا کریم الدین بھاگ گیا۔ لیکن گرفتار کیا گیا۔ اور معزالدین نے اسے بھی قتل کر ڈالا۔ لڑائی کے بعد دونو بھائیوں نے باہم ملک تقیم کرنا چاہا۔ اس کے فیصلہ کے لئے معزالدین نے اپنے وزیر ذوالفقار خاں کو جہان شاہ کے پاس بھیجا۔ ذوالفقار خان نے جہان شاہ کو کہا۔ کہ دکن کی آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے یعنی میں شاہجہان آباد لیتا ہوں۔ تم دکن لو۔ جہان شاہ نے کہا۔ شاہجہان آباد کی آب و ہوا عمدہ ہے۔ یعنی میں شاہجہان آباد لیتا ہوں۔ تم دکن لو۔ اتنے میں جہان شاہ کے ایک قریبی نے خفیہ طور پر اسے کہا۔ کہ ذوالفقار خاں کو گرفتار کر لو۔ پھر معزالدین کچھ نہیں کر سکیگا۔ ذوالفقار خاں نے یہ بات تاڑ کر جہان شاہ کو کہا۔ کہ میں اپنا مال و اسباب معزالدین کے لشکر سے اس لشکر میں لانا چاہتا ہوں۔ جہان شاہ نے اس بات کو غنیمت سمجھ کر اسے رخصت کیا۔ اس نے آکر ساری کیفیت معزالدین سے بیان کی۔ اور سامانِ جنگ

تیار کر کے آمادہ کارزار ہوئے۔ جہان شاہ بھی لڑائی کے لئے تیار ہوا۔ اور میدانِ جنگ میں آیا ؎

دو لشکر بہم بر شد آراستہ
شد آں رزمہا خاک برخاستہ

بڑی سخت لڑائی کے بعد جہاں شاہ معزالدین پر غالب آیا۔ اس کی فوج غالب آگئی۔ اور معزالدین بہت پریشان ہوا۔ اسی اثناء میں جہان شاہ ایک طرف فارغ البالی سے چند آدمیوں سمیت کھڑا تھا۔ کہ عبد الصمد نے چند آدمیوں کو ساتھ لیکر اس پر تیروں کی بوچھاڑ کی۔ جہان شاہ نے عبد الصمد خاں کو کہا۔ کہ یہ کیا نمک حرامی کر رہے ہو۔ عبد الصمد خاں نے کہا۔ یہ شغل میرے اختیار میں نہیں۔ جہان شاہ مغلوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بہادر شاہ کا چوتھا بیٹا رفیع الشان گوشہ گمنامی سے نکل معزالدین کے مقابلے پر آیا۔ اور مردانہ وار جنگ کیا۔ ہاتھی سے اُتر تلوار ہاتھ میں لے بہت سوں کو قتل کیا۔ اور آخرکار خود بھی قتل ہو گیا۔ معزالدین فتح حاصل کر کے تمام سلطنتِ ہند دکن کا بادشاہ ہو گیا۔ بعد ازآں حضرات قیوم ثلاثہ رضی اللہ عنہما کے مزارات کی زیارت کے لئے لاہور سے دارالارشاد سرہند شریف میں آکر نہایت عاجزی سے حضرات قیوم ثلاثہ کے مزارات کی زیارت کی۔ اور ہر ایک روضہ

کی خاک سرہند پر مل کر اسے دین و دنیا کی سعادت سمجھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ہر فرد بشر کو حد سے زیادہ دلاسا دیا۔ اور ان کے لائق تحفے اور ہدیئے پیش کئے۔ ہر ایک سے اپنے حق میں دعا و توجہ کرا کر شاہجہان آباد کی طرف چلا گیا۔ لیکن شاہجہان آباد میں حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونا میسر نہ ہوا۔ ایک شخص کو جس سے مخالف شرع امور ظہور میں آنے کے باعث حضرات سرہند اس سے بیزار ہو گئے تھے رفیق بنایا۔ وہ شخص اپنی کور باطنی کے سبب خود انقلاب پر فخر کرتا تھا۔ معزالدین شاہجہان آباد میں بدعت میں مبتلا ہو گیا۔ تمام گویئے۔ مطرب اور گائن اور طوائف اس کی بارگاہ میں آموجود ہوئے۔ بلکہ مطرب ہی بڑے بڑے امیر ہوئے۔ اور سلطنت کے کار و بار بھی انہیں کے ہاتھ میں آ گئے۔ اس واسطے کہ معزالدین ایک رنڈی پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ اور اس سے نکاح کر لیا تھا۔ اس کے خویش و اقربا سلطنت کے اراکین عظام بن گئے تمام سلطنت کا انتظام اور بندوبست انہیں کے ہاتھ تھا۔ معزالدین اس نابکار کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا۔ جو ناچ نچاتی ناچتا۔ اسی وجہ سے اس سے کئی ناشائستہ حرکات ظہور میں آئیں۔ چنانچہ اس کی بیگم پردہ کر کے مردوں میں آکر بیٹھتی۔ اور سارا دن بازار میں گشت لگاتی پھرتی۔ ایک روز بادشاہ کو کہنے

لگی۔ کہ میں نے کبھی کشتی غرق ہوتے نہیں دیکھی۔ ملاحوں کو حکم دو کہ کشتی غرق کر کے دکھلائیں۔ ملاحوں نے کشتی غرق کر کے دکھائی۔ لوگوں نے کشتی کے ڈوبنے کو بدفالی قرار دیا۔ اس کے علاوہ اور کئی نامعقول حرکتیں اس سے سرزد ہوئیں۔ لوگ معزالدین سے سخت ناراض تھے۔ اس لئے حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ کہ ہم اس بادشاہ کے ہاتھوں تنگ آ گئے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ جلدی ہی تم ان تکلیفوں سے بچ جاؤ گے۔ کوئی اور بادشاہ تخت پر بیٹھے گا۔ کہتے ہیں۔ اس شخص نے جس کا معتقد معزالدین تھا حضرت عروۃ الوثقٰی رضی اللہ عنہ کا عرس کیا۔ اور حضرت محمد صدیق کو بلایا۔ انہوں نے اس کے ناشائستہ افعال سے ناراض ہو کر فرمایا نہ تو ہی رہے گا نہ معزالدین رہیگا جس پر تو اتنا فخر کرتا ہے ؎

نہ تو مانی نہ بل شاہِ جہانی
وگر شاہے شود فغفور ثانی
ہمیں مغروری و جاہ و جلالت
شود پامال از شاہِ عدالت

ارکانِ سلطنت و امرائے عظام قدیم معزالدین سے بیزار ہو گئے۔ ایک روز ذوالفقار خان وزیر نے ایک قدیمی امیر زادے کے ہاتھ میں ڈھولک اور طنبور

دیکر بادشاہ کے سامنے کھڑا کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ طنبور لیکر کیوں
آئے ہو۔ ذوالفقار خاں نے کہا ان کا روزگار مطربوں نے
لیا ہے۔ اور مطربوں کا پیشہ انہوں نے اختیار کیا ہے۔ تورانی
مغل بادشاہ سے بہت ہی ناراض ہوئے۔ آخر نظام الملک
اور محمد امین خان نے مخفی طور پر عظیم الشان کے بیٹے
فرخ سیر سے خط و کتابت کی کہ جہاں تک ہو سکے ایک جرار
لشکر لیکر پہنچ جاؤ۔ ہم تمہارے رفیق ہیں۔ چند مغل امیر
مثلاً برلاس خان اور ابو تراب خان وغیرہ معزالدین سے
جدا ہو کر فرخ سیر کے پاس چلے گئے۔ الہ باد اور بہار
کا حاکم حسن علی خان سید بارہ بھی بہت سی جمعیت لیکر
فرخ سیر سے جا ملا۔ جب فرخ سیر کے پاس بہت سے لشکر
جمع ہو گئے۔ تو شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ابو تراب نے
مجھ (مصنف رح) سے بیان کیا۔ کہ پہلے فرخ سیر بہت گھبرایا
کیونکہ اس کے پاس فوج تھوڑی تھی۔ ہند کے تمام
لشکر معزالدین کے ساتھ تھے۔ بعض مغلوں نے فرخ سیر
کو کہا۔ کہ اگر تم سلطنت ہند لینا اور دشمن پر فتح حاصل
کرنا چاہتے ہو۔ تو قطب الاقطاب اور قیوم زمانہ
حضرت محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر
ہو کر دعا و توجہ کی درخواست کرو۔ تاکہ تمہارا مطلب
حاصل ہو جائے۔ فرخ سیر نے مغلوں کی وساطت
سے حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں اپنا حال عرض

کر کے دُعا و توجہ کی درخواست کی۔جب اس کا ایلچی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔تو آنحضرت نے اس کے مدعا کے حاصل ہونے کے لئے دُعا کر کے ایلچی کو فرمایا۔کہ انشاء اللہ سلطنت ہند فرخ سیر کو نصیب ہوگی۔

بنگاہِ نیکمردانِ الٰہی
گدائے را دہد تشریف شاہی
توئی خورشید گردونِ عدالت
توئی شاہنشہِ ملکِ ولایت
شنیدستم توئی مقبولِ سبحاں
توانی مشکلم را کردہ آساں
چو رازِ آں بداں شہ شد ہویدا
ہماندم ابرِ رحمت گشت پیدا
بگفتند باشہ فرخندہ کار
ترا فضلِ خدا بہت گشتہ گلزار
بفرخِ سیر را فرمودہ دائم
بہ تختِ سلطنت باشی تو قائم

فرخ سیر اس خوشخبری سے پھولا نہ سمایا۔جب معزالدین کو فرخ سیر کے آنے کی اطلاع ہوئی۔تو اپنے بیٹے عزالدین کو لشکر دیکر اس کے مقابلے پر روانہ کیا۔جب دونو کی مٹ بھیڑ ہوئی تو سخت لڑائی کے بعد عزالدین شکست کھا کر بھاگ گیا۔معزالدین بیشمار لشکر لیکر فرخ سیر سے لڑنے کے لئے آیا اور اکبر آباد

سے گرد و نواح دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ہنگامہ قتل گرم ہوا۔ آتشِ جنگ بھڑک اٹھی ؎

چو دیدند گردانِ قلبِ سپاہ | کہ بازاژدہا تاختت برفیل گاہ
کشیدند وکشادند تیر و کماں | برآمد فغاں از زمین و زماں
زبس درہوا تیر بر زد ہم | نہ بر رفت گردون نہ بشست نم
چو شد درہوا دیدہ میدان تیر | کشیدند شمشیر برنا و پیر
برآمد چکاچاک شمشیر ہا | کشید آں چکاچاک تا دیر ہا
زخون کہ تیرک زدہ از فرق گاہ | یلاں را برافراخت پیر کلاہ
شدہ خود ہا چاک چوں لالہ ہا | سپرہا چو گل گشتہ پر کالہا
گراں گرز درد سرِ سروراں | وزاں دردہا سروراں سرگراں
سنانیکہ در دست سفاک بود | سر و مغز را مارِ ضحاک بود
بتر زین بخونِ یلاں گشتہ غرق | چو تاجِ خروسانِ جنگی بفرق
نم خوں نشانیدہ گردِ سپاہ | چو گردیکہ برشد ز ماہی بماہ
برافروختہ شاہ رخ در مصاف | برافروختہ تیغ مصر از غلاف

معز الدین کے اکثر امیر قتل ہوئے عبد الصمد خان نے اس جنگ میں کارہائے نمایاں کئے۔ فرخ سیر کے بہت سرداروں کو قتل کیا۔ لیکن نظام الملک اور محمد امین خاں نے ہاتھ تک نہ ہلایا۔ بلکہ عبد الصمد خاں کو کہا کہ تو کیوں لڑتا ہے پھر رنڈی سے جوتیاں کھانا چاہتا ہے۔ جب معز الدین کے امیر مارے گئے۔ تو وہ رنڈی بہت گھبرائی اور پریشان ہو کر کہنے لگی کہ افسوس دوست مر گئے۔ حالانکہ ابھی فوج بکثرت تھی۔ معز الدین کو ہودج میں ڈال بھاگ گئی۔ اور ذوالفقار خان وزیر فوج کو لئے آدھی رات تک کھڑا لڑتا رہا۔ اور پکار کر کہتا کہ بادشاہ یا شہزادے کو میرے پاس لاؤ۔ جب بادشاہ کے بھاگ جانے کا اسے یقین ہو گیا تو وہ فوج لیکر شاہجہان آباد چلا آیا۔ معز الدین اور ذوالفقار خان متفق ہو کر لاہور جانا چاہتے تھے لیکن ذوالفقار خان کے باپ نے نہ جانے دیا اور معز الدین کو قید کر لیا۔ ذوالفقار خان نے بہتیرا کہا۔ کہ اسے چھوڑ دو ہم جا کر لشکر جمع کر کے پھر جنگ کریں لیکن باپ نے کہا۔ کہ بھگوڑے کے ساتھ جا کر کیا کرو گے۔ اب فرخ سیر بادشاہ ہو گیا ہے۔ میں اسے پکڑ کر اسے دونگا

وہ میرا ممنونِ احسان ہوگا۔ جب فرخ سیر شاہجہان آباد میں آیا۔ تو اسد خاں نے معزالدین کو اس کے حوالے کیا۔ فرخ سیر نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس نے کہا میری ہڈی مجھے دو اور گذارے کے لئے روٹی۔ مَیں سلطنت سے باز آیا۔ مجھے زندہ رہنے دو۔ لیکن فرخ سیر نے اسے قتل کر دیا۔ ذوالفقار خاں کو بھی بڑی اذیت سے ہلاک کیا۔ فرخ سیر نے شاہی تخت پر جلوس فرما کر تحائف وہدایا حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں ارسال کئے۔

ذکر در بیان

سال دہم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ التجا کردن سلطان فرخ سیر از آنحضرت برمہم گرو لعین و بشارت دادن آنجناب بر فتح آں ملعون ودستگیر شدن وبقتل رسیدن آں شقی وقضایا کہ دریں سال واقع شدہ اند

جب فرخ سیر تخت سلطنت پر بیٹھا تو تمام ارکان سلطنت کو بلا کر کفار کی بیخ کنی کیلئے مشورہ کیا۔ جو بہادر شاہ سے بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے تھے سب نے کہا کہ ہم فرمانبردار بندے ہیں۔ جو حکم ہوگا بجا لائیں گے۔ اِسی اثنار میں ایک جاسوس نے اطلاع دی کہ گرو اس وقت لاہور سے چالیس کوس کے فاصلے پر گورداسپور کے قریب دامنِ کوہ میں لشکر جمع کرنے کی فکر میں ہے۔ بادشاہ نے قاضی شہر کو حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں بھیجکر مہم کفار میں فتح ونصرت کیلئے دعا وتوجہ کی التماس کی۔ جب قاضیٔ شہر نے جناب قیومیت مآب رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں دینِ اسلام کی نصرت اور کفار کی ہذلت کے لئے درخواست کی تو دیر تک باطنی توجہ کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسلام کو فتح نصیب ہوگی اور کفار ذلیل ہونگے۔ اور گرو گرفتار ہوگا۔ بادشاہ اس خوشخبری سے پھولا نہ سمایا اور عبدالصمد خان کو لاہور کا حاکم بنا کر اِس شرط پر روانہ کیا۔ کہ گرو سے برسرپیکار ہو۔ محمد امین خان کے بیٹے قمرالدین خان کو بھی ایک جرار لشکر دیکر اس کے ساتھ روانہ کیا۔ جب منزلیں طے کر کے فوج بحر امواج گورداسپور کے قریب پہنچی۔ تو

گرو نے عین شکار کھیلتے وقت ان کی آمد کی خبر سُنی۔ اگر وہ دوسری طرف بھاگ جاتا تو بچ جاتا۔ لیکن چونکہ مشیت ایزدی کو کفار کی ذلت اور ان کے فتنہ کا بجھانا منظور تھا اِس لئے وہ ملعون ڈر کر قلعہ میں چلا گیا اور فصیل و برج کو ٹھیک ٹھاک کر کے مقابلہ کیلئے تیار ہو گیا۔ عبد الصمد خان اور قمر الدین خان نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور قلعہ کی رسد بندی کر دی۔ اور گولے پھینکنے شروع کئے۔ گرو نے محاصرہ سے تنگ آکر دیوار قلعہ کو توڑ نکل جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن جس طرف جاتا ایک سوار آگ اور تلوار لئے آگے موجود ہوتا۔ اس کو کسی طرف سے نکلنے نہ دیا جس طرف جاتے آگے سپاہی موجود ہوتے اور ان ملعونوں پر آگ کے شعلے پھینکتے۔ جب گرو نے یہ حالت دیکھی۔ تو ہمراہیوں کو کہا کہ اب موت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ موت کے منتظر رہو عبد الصمد خان نے گرو کو کہلا بھیجا۔ کہ اگر مسلمان ہو جاؤ تو میں تمہاری بادشاہ سے سفارش کروں گا تاکہ تمہاری تقصیرات معاف کرے۔ گرو نے اس کے قاصد سے پوچھا کہ عبد الصمد خان کے پاس کس قدر لشکر ہے۔ اس نے کہا کئی ہزار سوار ہیں۔ اس ملعون نے کہا اگر تمام جہان اس کے ساتھ ہو تو بھی میں نہیں ڈرتا بعد ازآں اسی آدمیوں کو جو ایک طرف کھڑے تھے حکم دیا کہ خودکشی کر لو سب نے اپنے پیٹ خنجر سے پھاڑ ڈالے اور با گرو کہکر زمین پر گر پڑے۔ اور داخل فی النار ہوئے۔ گرو نے کہا کہ جس کی فوج اس قسم کی ہو۔ اُسے دوسرے کا کیا ڈر ہے۔ اور تمام ہندوستان میرے اِسی قسم کے لشکر سے پُر ہے۔ اس قصے کے مطابق زمانہ سابق کا ایک قصہ یاد آیا ہے۔ جو یہاں درج کیا جاتا ہے۔ **تمثیل**۔ خلیفہ مقتدر باللہ کے عہد میں جو خلفائے بنی عباس میں سے تھا۔ ۳۱۹ھ ہجری میں قراسطہ بحرین جن کا پیشوا ابو سعید جہانی تھا۔ غالب آئے۔ اور مکہ معظمہ میں جا کر انہوں نے قتل عام مچایا۔ اور چاہ زمزم کو مقتولوں سے پُر کر دیا اور تین ہزار مقتول خانہ کعبہ کے گرد مسجد الحرام میں ڈال دیئے۔ اور حجر اسود کو اکھیڑ کر بیت الخلا میں پھینک دیا۔ بعد ازآں ابو سعید مکہ معظمہ سے مقتدر باللہ کے ساتھ لڑنے کے لئے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ پانسو آدمی لیکر ملک ہند میں اُترا۔ مقتدر باللہ نے اپنے ایک بڑے امیر ابی ساج کو تیس ہزار سوار دیکر ابو سعید سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔ ابی ساج نے دشمن کو حقیر سمجھ کر خلیفہ کو لکھا کہ میں ابو سعید کو پکڑ کر آپ کے پاس

بھیجدوں گا۔ معتمد باللہ نے جواب میں لکھا کہ اس کا پکڑنا آسان کام نہیں۔ پُل توڑ دو تاکہ وہ آ نہ سکے۔ ابی ساج نے اس بات کی پرواہ نہ کی۔ اور ابو سعید کو پیغام بھیجا اور میں اور تم پرانے ہمنشیں ہیں۔ تم میں میرے مقابلے کی تاب نہیں۔ اگر میری اطاعت کرو۔ تاکہ تمہارے قصور خلیفہ سے معاف کراؤں۔ یا کسی اور طرف بھاگ جاؤ تاکہ تمہیں کوئی نہ دیکھے اور سلامت رہو۔ ابو سعید نے اس کے پیغام کو سُنکر ہنس دیا۔ اور قاصد سے پوچھا کہ ابی ساج کے پاس کتنے مرد ہیں۔ اس نے کہا تیس ہزار۔ اس نے کہا بخدا! تین بھی نہیں۔ پھر اپنے ایک آدمی کو کہا کہ اپنا سر کاٹ ڈالو۔ اس نے سر کاٹ ڈالا دوسرے کو کہا پانی میں ڈوب مرو۔ وہ پانی میں غرق ہوگیا۔ تیسرے کو کہا بلندی پر سے گر کر مر جاؤ۔ وہ بلندی سے گر کر مر گیا۔ ابو سعید نے کہا جس کے پاس ایسا لشکر ہو اسے دشمن کا کیا خوف۔ قاصد کو کہا۔ جاؤ تمہاری جان بخشی کی لیکن ابی ساج کو کتوں کے ساتھ زنجیر میں جکڑا ہوا تمہیں دکھاؤنگا اسی رات ابی ساج پر شبخون کر کے بہت سوں کو قتل کیا۔ اور بعض کو بھگا دیا اور ابی ساج کو پکڑ کر زنجیروں سے جکڑ کتوں کے ساتھ باندھا" القصہ جب عبدالصمد خان نے دیکھا کہ گرو اپنی ہٹ پر قائم ہے۔ تو ایک منصوبہ باندھا اور گرو کو پیغام بھیجا کہ ہم بادشاہ سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔ کیونکہ وہ سلطنت کے لائق نہیں لاؤ تمہیں دار الخلافہ میں لیجا کر تخت سلطنت پر بٹھا دوں۔ وہ کور باطن اس دھوکے میں آگیا۔ لیکن اس کے چیلوں نے اسے قلعہ سے باہر نہ جانے دیا۔ اتنے میں اہل قلعہ مارے فاقوں کے مرنے لگے۔ بہت سے بھوک سے تنگ آکر قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے روٹی مانگتے جب مسلمان انہیں روٹی دیتے تو وہ روٹی لینے کیلئے اس قدر جلدی کرتے کہ قلعہ پر سے گر کر مر جاتے۔ جب قلعہ والوں کا ناک میں دم آگیا تو گرو نے مجبور ہو کر عبدالصمد خان سے صلح کر لی۔ عبدالصمد خان نے اس ملعون کو قلعہ سے نکال لوہے کے پنجرے میں بند کر کے اس کے سات سو چیلوں کو زنجیروں سے جکڑ دار الخلافہ کی راہ لی۔ جب سرہند پہنچا۔ تو گرو کے سر کے چاروں طرف آہنی سیخیں لگا دیں تاکہ سر کو ادھر اُدھر نہ کر سکے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکر اس کے پاس کھڑا کر دیا۔ اور اس کے چیلوں کو نہایت بیعزتی اور رسوائی

سے شہر میں پھرایا۔ جب سرہند کے باشندوں نے گرو کو اس ذلت کی حالت میں دیکھا تو نہایت خوش ہوئے۔ اور پھولے نہ سماتے تھے۔ کیونکہ اسی کے ہاتھ سے انہوں نے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ سرہند کے لوگ گرو کو گالی دیتے اور پتھر مارتے تھے تین روز سرہند میں رہکر اس ملعون کو دار الخلافہ میں پہنچایا۔ لیکن نہایت بے عزتی و رسوائی سے اور اس کے چیلوں کے سروں پر لکڑی کی ٹوپیاں پہنا کر شہر میں لایا بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سخت عذاب دیکر قتل کرو۔ پہلے اس کے شیر خوار بچے کو اسکی گود میں قتل کر کے اس کا جگر نکال کر گرو کے منہ میں دیا۔ اس نے کہا اس بچے کی کیا تقصیر ہے۔ انہوں نے کہا مسلمانوں کے اس قدر بچوں کا کیا قصور تھا جنہیں ان کی ماؤں کے پیٹ پھاڑ کر تو نے نکالا اور ذبح کیا۔ بعد ازآں گوشت کو ریزہ ریزہ کر کے ہزارہا تکلیف سے اسے قتل کیا۔ اور اس کے چیلوں کی بھی یہی گت بنائی۔ گرو کے قتل ہونے سے مسلمان نہایت ہی خوش ہوئے۔ دوگانہ شکر بجا لائے اور حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں تحفے اور ہدیئے روانہ کئے۔ آنحضرت بھی اس ملعون کے قتل سے نہایت خوش ہوئے۔ اور بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوئے۔

ذکر در بیان

بشارت دادن حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ پسر حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ مریدان خود را بقطبیت حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ

ایک روز حضرت محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت محمد صدیق رح کے خلیفہ شیخ محمد معظم نے اپنے پیر کی خدمت میں عرض کیا کہ شیخ محمد زبیر کے مرید اپنے پیر کو قطب و قیوم بتلاتے ہیں۔ یہ سخت گستاخی ہے کہ جناب کے حضور میں کسی اور سے اس منصب اعظم کو منسوب کریں۔ حضرت محمد صدیق نے صدق باطن سے فرمایا۔ کہ جب ہم دونو اکٹھے ہوں مجھے یاد دلانا۔ جب ایک روز حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کسی تقریب سے حضرت محمد صدیق کی ملاقات کے لئے تشریف لیگئے تو شیخ محمد معظم نے وہ بات حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کو یاد دلائی۔ آنجناب اس جلیل القدر امر کے انکشاف کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی۔ اور حضرت سلطان الاولیائ

اپنے دولتخانہ کی طرف تشریف لیجانے لگے۔ تو شیخ محمد معظم نے حضرت محمد صدیق رح سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اس بارے میں خوب توجہ کی ہے معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ منصب شیخ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے کسی اور کو حاصل نہیں۔ جو شخص انہیں قیوم و قطب الاقطاب نہ مانے گا وہ جناب الٰہی سے دور جا پڑے گا۔ حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کا انصاف دیکھو ؎

چو صدیق اکبر در و صدق دید ہم نامیٔ خویشتن بر گزید

اس روز سے شیخ محمد معظم حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کے بڑے معتقد ہو گئے۔

ذکر در بیان

سال یازدہم از جلوس قیومیت و بیان سلطنت و ارشاد آنحضرت و رجوع آوردن خلائق از مشرق تا مغرب از مشائخ عظام و علمائے کرام و سلاطین ہفت اقلیم بجناب قیومیت مآب سلطان الاولیاء حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ

کامل عقل والے سخن پرداز اور صاحب فضیلت معنی طراز اشخاص نے بات کی یوں شیرازہ بندی کی ہے کہ صبح نفس معنی رسوں نے ادراک کامل اور ابلاغ فاضل سے کوئے ضلالت کے کور باطنوں کے لئے شاہراہ حق شناسی راست کیش اور نیک نہادی پر ہدایت کا چراغ رکھ کر کمالات صوری و معنوی کے مقبول اور اندرونی و بیرونی تجلیات کے مظہر ہوئے ہیں ؎

روشن گہراں در بطن ہمہ درخشند در جلوہ گری جہان جلوہ بخشند

والا مناقبت۔ شفا بخش بیماران بادیۂ ضلالت۔ ہادیٔ گم گشتگان نوادیۂ ذلت۔ عارف محقق۔ کامل مدقق۔ مظہر تجلیات جمالی و جلالی۔ مورد کرامات عالی متعالی آفتاب عالمتاب۔ منبع عبادت و عرفان۔ بہار گلزار دین و ایمان۔ پیر پیران۔ ملجاء عالمیان۔ دستگیر درماندگان۔ محمود الاصفیاء۔ مکارم الاتقیاء۔ سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہٗ الہامات الٰہی کی تائیدات سے مسند ارشاد اور وسادۂ اجلال پر جلوہ افروز ہو کر کارخانہ ایجاد کی زینت کو بڑھانے والے۔ محافل عظمت کی شان کو دوبالا

کرنے والے۔ جلوہ افروز عالم و عالمیان۔ اور رونق آرائے جہان و جہانیاں ہوئے اس سعادت آمیز وقت میں گلزار زمانہ نقش و نگار سے شاداں تھا۔ بہار معنی کے باغبان اور گلستان نکتہ دانی کے خوش الحان بلبل کو تازہ رونق اور بشاشت حاصل ہوئی۔ جہان بمنزلہ باغ نشو و نما پا رہا تھا۔ مدارج عظمت کے باغ اور مدامت مکرمت کے بوستان میں چاروں طرف سے خلقت گول سرچکور اور موروں کیطرح خیابان میں جلوہ افروز تھیں اور صوفی نہاد قمریوں کی طرح شوق کے نعرے مار رہے تھے ؎

گل کردہ بہار عشق سازاں جوشیدہ دماغ عشق بازاں

ازجلوۂ او بہفت اقلیم چند ہزار تخت و دیہیم

جہان کی چھ طرفوں سے بلند اقبال بادشاہ۔ صاحب حال صوفی اور تمام چھوٹے بڑے اس مرشد زمانہ۔ قیوم زمان۔ والئے ملک عرفان کی ہدایت و ارشاد کا شہرہ سنکر ٹڈی دل کی طرح امڈے چلے آتے تھے۔ خلق اللہ کی کثرت ہجوم سے بادشاہوں کو بھی آنحضرت کی کرامت مآب جناب میں ہزار دقت سے داخل ہونا نصیب ہوتا۔ آنجناب کے قدوم میمنت لزوم سے لوگ مغرور و مفتخر ہوتے تھے۔ اس چمن روزگار کی نوبہار اس عالی نژاد کے ارشاد کی نسیم کے فیض سے خوشۂ پروین و ماہ سے بھی زیادہ شگفتہ تھی ؎

چوں از دم باد نو بہاری گل بر سر شعلہ زد عماری

بر دست صبا نگار بستند پیرایہ نو بہار بستند

دوراں بہ بہار رنگ و بو داد گلدستہ بدست آرزو داد

زانگونہ کہ ابر در چکانی کز مغز خرد چکد معانی

بر سر دمن بباد شبگیر دشت تبت و بہار کشمیر

باد سحر و ترانہ ہمدوش بوئے گل و مل بہم در آغوش

بستند بہ نو بہار آئیں شد ہند نگار خانۂ چیں

طاؤس چمن بجلوہ سازی بلبل ز جنوں بہ شعلہ بازی

خضرائے زمیں شگفتہ گل گل در سایہ گل رمیدہ سنبل

سوری و سمن بہم نشستہ   بر ساعد لالہ پارہ بستہ

سنبل کف پائے سرو بستاں   خلخال بپائے نوعروساں

گل را بکفِ نگار پیوند   مشاطۂ صبح حنا بند

نو کردہ بہار عشقِ دیریں   پیچیدہ صبا بہ شاخ نسریں

گلبرگ چکاند چشمۂ نوش   فوارۂ غنچۂ آتشیں جوش

مرغانِ چمن بہ نکتہ دانی   چوں برہمناں بہ بید خوانی

بر وند بنفشہ را بہ تعجیل   کہ ایں جا نہد جامہ در نیل

آب از لب جوئے نغمہ پیوند   بر سوسن دہ زباں زباں بند

از سبزۂ تر بہ چشم بیناں   مستانہ ہوا شکستہ سیناں

سرگوشیِ گل بدوش شمشاد   بر مرغِ چمن کشاد فریاد

گل پردۂ شرم در کشیدہ   بلبل دمِ گرم بر کشیدہ

در مطلع ایں چنیں بہارے   کا ورد فلک بہ روزگارے

اس سعادت قران بہجت تواماں میں دستگیر بیکساں ملجاء مریداں مقبول الانام مکارم الاصفیاء سلطان الاولیاء محامد اوصاف کریمہ خلوت وجلوت میں کمالات الٰہی اور رحمت نامتناہی سے ہر روز ہزار ہا آدمیوں کو صحرائے گمراہی کی حیرانی و پریشانی سے نکال ان کی رہنمائی کرتے تھے ؎

زہے قیوم ظل اللہ سبحاں   ہدایت بخش گمراہان خذلاں

نبی مرہم دل شکستہ مجروح   ز طوفانِ ولایت کشتیِ نوح

در آمد در عبادت جملہ اشیاءٔ   بدرگاہِ شہِ خورشید سیما

در آمد رحمتِ حق اندر آں دم   دوائے تو منم اے قطب عالم

دگر بار آمد ندائے حق بدرگاہ   ز من بشنو سریر فیض بر اشاہ

چراغ راہِ گمراہاں تو باشی   مریداں را ز دستِ تو مناصی

بفرمانِ ندائے غیب سلطاں   عمل کردہ بجا آوردہ فرماں

ہمہ ذرات عالم شاد و فرخ   مبارکباد میموں باد فرخ

ہمہ طائر پذیراں اشبا نہا   دعا کردند بر سلطانِ جانہا

همہ گشتہ نثارِ سرورِ دیں ۔۔۔ چہ طاؤس و کبوتر باز و شاہیں
همہ حیوان نثارِ شاہ گشتند ۔۔۔ ہم گاو و غزالان شیر مستند
همہ عالم باطرافش دویدند ۔۔۔ ز افلاک ملائک صف کشیدند
شدندش جمع در درگاہِ وافی ۔۔۔ گناہِ جملہ مردم شد معافی
مرید معتقد گشتند شہ را ۔۔۔ نثاران گشت فرق مہر و مہ را
عفو آمد عفو بر حضرت شاہ ۔۔۔ درخشندہ برنگِ صبح رخت ماہ
ولایت را بلند آوازگی داد ۔۔۔ کرامت زو گرفتہ فیض ارشاد
بہ قیومی شفاعت باز کردہ ۔۔۔ طفیلِ تو جہاں گلزار کردہ
باوصافِ کرامت شہرہ یافت ۔۔۔ بسا اہلِ کرامت را بر انداخت
بہ ہر جا شیخ و زاہد مے شنیدی ۔۔۔ بہ شب رختِ اقامت میکشیدی
مریدے گشت در عالی جنابی ۔۔۔ سپہرِ معرفت را آفتابی
مطیعِ اوست ہر جا شیخ و زاہد ۔۔۔ بود میعاد ہر جا ہست عابد
سگِ درگاہ آں شاہنشہِ دیں ۔۔۔ شرف دارد بر شیرانِ خونیں
کمال الدین یوسف شاہِ اعلیٰ ۔۔۔ زدہ گردوں بر اوج کوسِ والا
کراماتش چہ ساں تحریر سازم ۔۔۔ ز شرمِ خود سیاہی میگدازم
بفضلِ کن بکار ربّا بالفضل ۔۔۔ زباغِ خود ببیں ایں بلبلِ گل
چراغ از غیب نہ تا راہ بینم ۔۔۔ گلِ باغِ ہدایت را بچینم

آنحضرت کا جاہ و جلال اس قسم کا تھا کہ جناب کی مجلس مبارک میں بڑے بڑے امیر اور بادشاہ دم نہیں مار سکتے تھے۔ اور نہ ایک دوسرے سے کلام کرتے تھے بلکہ نقش بہ دیوار کی طرح بیٹھے رہتے تھے جب کبھی آنحضرت ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ یا کسی شیخ سے کچھ پوچھتے تو وہ اس طرح سٹ پٹا جاتے کہ جواب دینے کی سکت ان میں نہ رہتی۔ زبان میں لکنت آجاتی۔ اگر اتفاقاً بیٹھے ہوتے تو بڑی جلدی سے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور آنحضرت کی تعظیم کے لئے اپنے آپکو اس قدر جھکاتے کہ ان کا سر زمین تک پہنچ جاتا۔ جب تک آنحضرت بیٹھنے کے لئے حکم نہ دیتے اسی ہیئت میں کھڑے رہتے۔ اس قبلہ دو جہاں کے حضور میں بیٹھنے کی کسی کو مجال نہ تھی۔ صرف دو

شخص بیٹھتا جسے امر ہوتا۔ جب آنحضرت لوگوں کی طرف نگاہ کرتے۔ تو لوگ بے اختیار ہاتھوں کو سر پر رکھ کر تعظیم کرتے۔ آنحضرت کے فرزند بھی دوسروں کی طرح ڈرتے رہتے انہیں بھی بات کرنے کی مجال نہ تھی۔ اور نہ ہی اجازت بغیر بے تکلف بیٹھ سکتے تھے۔ جب آنحضرت خلوت خانہ سے مسجد میں تشریف لائے۔ تو اثنائے راہ میں مرید اور امیر لوگ اپنی عمدہ عمدہ چادریں اور شالیں غرضیکہ اپنا لباس فاخرہ آنحضرت کی راہ میں بچھاتے۔ آنحضرت اس فرش پر سے گذر کر مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے جاتے بعد ازاں لوگ اس لباس کو بطور تبرک رکھ چھوڑتے۔ اور اس پر فخر کرتے کہ آنحضرت نے اس لباس پر اپنا قدم مبارک رکھا ہے۔ آنحضرت کی مسند سے لیکر مصلے تک تمام فرش ہی فرش ہوتا۔ علاوہ ازیں اُٹھتے بیٹھتے وقت بھی لوگ ایسا ہی کرتے۔ سلطنت کے اراکین عظام آنحضرت کو نعلین پہنانے کے لئے ایک دوسرے کو زر کثیر دیکر اس کی باری خرید کر لیتے۔ پھر بھی نصیب نہ ہوتا۔ کسی شخص کی جرأت نہ تھی کہ آنحضرت کے دولتخانہ کے پاس سے سوار ہو کر گذرے۔ جب دور سے دیکھتے تو پا پیادہ ہو جاتے اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ دولتخانہ کے پاس سے گذر جاتے۔ پھر دور جاکر سوار ہوتے۔ حالانکہ خانقاہ شارع عام میں تھی لیکن کسی کو سوار ہو کر گذرنے کی جرأت نہ تھی۔ ہر اعلیٰ ادنیٰ خواہ مرید ہوتا یا غیر مرید آنحضرت کی سواری کے وقت سامنے سے سوار ہو کر نہ آتا۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ جن شخصوں کی سواری میں ہزار ہزار سوار تھے۔ وہ بھی آنحضرت کو دُور سے دیکھ کر بے اختیار پاپیادہ ہو لیتے۔ کسی شخص کیلئے آنحضرت کی سواری نہ ٹھہرتی۔ خواہ کیسا ہی امیر کیوں نہ ہوتا۔ بڑے بڑے امیر آنحضرت کی سواری کے ساتھ عوام الناس کی طرح پیدل چلتے۔ آنحضرت کی سواری کے وقت شہر و بازار میں وہ شور و غوغا ہوتا کہ بادشاہوں کی سواری کے وقت بھی نہ ہوتا تھا۔ آنجناب کے حضور میں کسی کی جرأت نہ پڑتی تھی کہ امرا کی تعظیم کرے۔ حتیٰ کہ ان کے اپنے نوکر بھی تعظیم نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز میں (مصنف رح) بیٹھا ہوا تھا۔ کہ خبر آئی کہ سلطان ہند کا وزیر اعظم زیارت کے لئے آتا ہے۔ آنحضرت نے تامل کے بعد فرمایا۔ کہ آنے دو۔ آنحضرت کا طریقہ یہ تھا۔ کہ جب کوئی رئیس یا امیر زیارت کے لئے آتا تو پہلے اس کی اطلاع آنحضرت کو دی جاتی۔ اگر حکم ہوتا تو اسے آنے دیتے ورنہ

واپس چلا جاتا۔ اگر آتا تھا۔ تو دیر تک آنحضرت اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ بعد ازاں جب متوجہ ہوتے تو صرف ایک آدھ بات سُنکر اسے رخصت کر دیتے تھے۔ جب وزیر اعظم آنحضرت کی بارگاہ قیومیت میں داخل ہوا۔ تو اس کے ملازم جو پہلے آنحضرت کی خدمت میں موجود تھے۔ اس کی تعظیم بجا نہ لائے۔ دیر بعد آنحضرت اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے کچھ اپنے مطالب عرض کئے لیکن آنحضرت نے جواب نہ دیا۔ آخر دو تین نصیحتیں کر کے رخصت کر دیا۔ اس نے پھر اپنے مطالب عرض کئے تو بھی آنجناب نے پرواہ نہ کی۔ آخر اس نے بڑے مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ آپ موقع پاکر ان کے جوابات حاصل کریں۔ اور تبرک کے طور پر کچھ لے لیں۔ مخدوم زادہ بھی ڈر کے مارے عرض نہ کر سکے۔ اور نہ ہی تبرک کے طور پر کچھ لے سکے۔

ایک شخص نے مجھ (مصنف رح) سے بیان کیا۔ کہ میں ایران۔ توران اور ہندوستان وغیرہ ممالک کے بادشاہوں کی مجلسوں میں اکثر رہا ہوں۔ اور مشائخ کے احوال کی کتابیں بھی مطالعہ کی ہیں لیکن اس قسم کا بے اختیاری ادب اور تواضع و تعظیم جو حضرت شیخ محمد زبیرؒ کا ہوتے دیکھا ہے۔ نہ کسی بادشاہ کا ہوتے دیکھا نہ مشائخ سلف کا ہوا سُنا۔ واقعی جیسا اس نے بیان کیا ایسا ہی تھا۔ میں (مصنف رح) نے امرا اور بادشاہوں کی اکثر مجلسیں دیکھی ہیں۔ اور گذشتہ مشائخ کے احوال کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن اس قسم کا ادب نہ دیکھا نہ سُنا۔ یہ آنحضرت کا خاصہ تھا۔ بلکہ بعض قصداً آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوتے کہ ہم اس قدر تعظیم نہیں کریں گے لیکن جب آنحضرت کی زیارت کی۔ تو دوسروں کی طرح آداب بجا لائے۔ اور اپنے خیال سے توبہ کی۔

آنحضرت کی کثرت ارشاد اس درجہ تھی کہ امت محمدی کے کسی شیخ کو نصیب نہیں ہوئی اور نہ کسی مورخ نے کسی کی بابت کسی کتاب میں لکھا ہے۔ البتہ حضرت عروۃ الوثقیٰ امام معصوم رضی اللہ عنہ کا ارشاد اس درجہ کا تھا۔ دنیا کے مختلف حصوں سے اس عالم پناہ کی بارگاہ میں خلقت اس کثرت سے حاضر ہوتی کہ اس کا شمار نہ ہو سکتا تھا۔ جن مشائخ کبار کے ہزارہا مرید تھے وہ اپنی شخصیت ترک کر کے آنحضرت کے مرید ہوتے تھے۔ اور ہر روز سینکڑوں آنجناب کے دستِ مبارک پر

توبہ وانابت کر کے شرف سعادت سے مشرف ہوتے۔ جو لوگ آنحضرت کی خدمت میں سلوک باطنی حاصل کرتے آنحضرت انہیں ایک ہفتے بعد توجہ اور نسبت کا القا فرماتے ہر روز سو سے زیادہ آدمیوں کو توجہ دیتے تھے۔ پس اس حساب سے سات روز میں ہزار کے قریب آدمی ہو جاتے ہیں۔ جو آنحضرت کی خانقاہ میں موجود رہتے تھے۔ ان کے علاوہ کئی ہزار خانقاہ سے باہر رہتے تھے۔ ان کے بغیر جو خلافت سے مشرف ہو کر چلے جاتے وہ جدا ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ گذشتہ و آیندہ مشائخ میں سے کسی کا ارشاد اس قدر نہیں ہوا۔ یہ کثرت ارشاد صرف آنحضرت کو حاصل تھی۔ اسی واسطے آنحضرت کو جناب الٰہی سے الہام ہوا۔ کہ تم اس اُمت کے آخری مشہور شیخ ہو۔ یعنی آئندہ کوئی ایسا شیخ نہیں ہوگا ؎

بعد ازیں ہرگز نہ بیند صبح و شام ہمچو قطبے در زمانہ ہمچو احسان کلام

ذکر در بیان

سال دوازدہم از قبولیت حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ
عرضداشت کردن والئے شام بخدمت آنحضرت قضایا کہ دریں
سال واقع شدہ اند

جس سال حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ اپنے جد امجد حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے۔ اسی سال شیخ مراد شامی خلیفہ حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے محمد کو جو حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کا ہم عمر تھا۔ آنحضرت کی خدمت میں مرید کرایا۔ آنحضرت نے انہیں نوں اسے خلافت عنایت کر کے ملک شام میں بھیج دیا۔ اس ملک میں اسے قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ اور اس کی مشیخت کا بہت کچھ رواج ہو گیا۔ ملک شام کے تمام چھوٹے بڑے اعلیٰ ادنیٰ اس کے معتقد و مرید ہو گئے۔ لیکن بسبب مفارقت اور درازیٔ فاصلہ اس کے اعتقاد میں کچھ فرق آ گیا۔ اپنے آپ کو آنحضرت سے مستغنی سمجھنے لگا ایک روز فجر کی نماز کے بعد مراقبہ کے حلقہ میں یاروں سمیت بیٹھا تھا۔ کہ اپنے باطن کو بہت کچھ مکدر پایا۔ ہر چند حق تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوتا۔ لیکن فیض کا اثر ظاہر نہ ہوتا

جن مریدوں کو القا کرتا انہیں بھی کشائش باطنی حاصل نہ ہوتی۔ اسواسطے بہت گھبرایا اور نہایت عاجزی سے بارگاہ الٰہی میں اپنے باطن کی ترقی کے لئے التجا کی۔ اسی اثنا میں غیب سے آواز آئی کہ شیخ محمد زبیر اس وقت قطب الاقطاب اور قیوم زمانہ ہے اور اہل عالم کا قبلہ توجہ ہے۔ تو اس کا مرید ہو کر اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ تیرے باطن کو کیونکر ترقی نصیب ہو۔ جو شخص اپنے آپ کو قیوم وقت سے مستغنی سمجھتا ہے اس کا دین و ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ شیخ محمد نے اسی وقت حد سے زیادہ توبہ و توجہ کی۔ اور حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور آنجناب سے فیض کا منتظر ہوا۔ آنحضرت کی طرف توجہ کرتے ہی اس کے باطن میں ترقی پیدا ہوئی بعد ازاں ایک عرضی معہ تحفہ و ہدایا حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجی۔ والئے شام نے صرف یہ خیال کیا تھا۔ کہ میں انبیاء کے مزارات اور بیت المقدس کی خدمت کرتا ہوں۔ مجھے کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔ اسی رات خواب میں دیکھا۔ کہ چند سپاہی اسے پکڑ کر لوہے کے ڈنڈوں سے مار پیٹ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم قطب الاقطاب و قیوم زماں شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو حالانکہ وہ محبوب خدا ہے اور تمام اولیا اس کے محتاج اور اس کے فیض برکات کے منتظر ہیں۔ جو شخص اس کا معتقد اور اس کی قیومیت کا قائل نہیں ہوتا۔ وہ فیض الٰہی سے محروم اور غضب الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اسی صبح والئے شام شیخ محمد کے پاس آکر اپنے کیے سے تائب ہوا۔ اور غائبانہ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کا مرید ہو گیا ایک عرضی مشتمل بر عجز و نیاز و بیعت معہ تحف و ہدایائے شام حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجی۔ جب شیخ محمد اور والئے شام کے قاصد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آنحضرت نے ان دونو کے حق میں دعائے خیر کی اور تحفے ہدیئے قبول فرمائے۔

ایک دفعہ حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ کے یار مخصوص حاجی سعادت اللہ ملک شام میں شیخ محمد کے پاس گئے۔ مدت تک وہاں رہکر پھر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ شیخ محمد حد سے زیادہ آنحضرت کی زیارت کا مشتاق ہے۔ چنانچہ اس کی آرزو تھی۔ کہ جس طرح حضرت قیوم ثالث

حج کے لئے تشریف لائے تھے اور میرے باپ نے استقبال کیا تھا۔ اسی طرح اگر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ حج کے لئے تشریف لائیں۔ تو میں آنحضرت کا استقبال کروں اور یہ محل اور مکانات آنحضرت کی رہائش کے لئے نذر کر رکھے ہیں۔ لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔

میرے (مصنف رح) چچا شیخ محمد برکت اللہ ملک شام میں گئے۔ تو شیخ محمد اور والیٔ شام نے آپ کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھ کر حد سے زیادہ آپ کی خاطر تواضع کی۔ شیخ محمد برکت اللہ شام ہی میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار نہایت پُر تکلف بنایا گیا شیخ محمد اور ملک شام کے اور بڑے بڑے آدمی ہر سال حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں اپنی اپنی عرضداشت معہ تحف و ہدایا ارسال کرتے ہیں۔

ذکر در بیان

سال سیزدہم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ۔ عرضداشت کردن والیٔ روم بخدمت آنحضرت و بیان قضایا کہ دریں سال واقع شدہ اند

حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہٗ کے خلیفہ شیخ مراد شامی کے دو لڑکے تھے ایک شیخ محمد جو باپ کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھا اور تمام شام و روم کے لوگ اسی کے مُرید ہوئے۔ بادشاہِ روم بھی اس کا معتقد تھا۔ چنانچہ تمام چھوٹے بڑے کام اسی کے مشورے سے کرتا۔ دوسرے بیٹے کا نام شیخ مصطفےٰ تھا۔ جو بادشاہ روم کا وزیر تھا۔ اور تمام سلطنت روم اسی کے اختیار میں تھی۔ جو چاہتا کرتا۔ یہ دونو بھائی حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کے مرید تھے شیخ محمد کو آنحضرت نے خلافت دے رکھی تھی۔ مصطفےٰ کو اپنے باپ سے خلافت عطا ہوئی تھی۔ جب اِن دونو بھائیوں نے حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں عرضیاں بھیجیں تو مصطفےٰ نے سلطان روم کو کہا۔ کہ تمہارے باپ دادا اِسی خاندان کے مُرید تھے۔ تم بھی حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کے مرید ہو جاؤ۔ اور آنحضرت سے دعا و توجہ طلب کرو تاکہ تمہاری سلطنت کو استقلال ہو۔ آنحضرت اس وقت اہل عالم کے قبلہ توجہ ہیں۔ بادشاہ نے اس بات کی پرواہ نہ کی۔ مصطفےٰ نے دوسرے روز

پھر کہا۔ بادشاہ نے کہا میں حرمین الشریفین کی خدمت کرتا ہوں۔ اور بیت المقدس اور مزارات انبیاء کی خدمت میرے سپرد ہے۔ میرے سلطنت کا استقلال ان کے طفیل ہے۔ میں پھر کسی کا مرید کیوں بنوں۔ مصطفٰے یہ سُنکر اس سے بیزار ہو گیا اور اس کے پاس سے اٹھ کر گھر چلا آیا اور وزارت کا عہدہ چھوڑ دیا۔ ایک رات بڑی عاجزی سے بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ اے پروردگار! اگر حضرت محمد زبیر قیوم وقت ہیں۔ تو اس بادشاہ کو کوئی نشانی دکھلا۔ اسی رات بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ تمام انبیاء کرام معہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں بیٹھے ہیں اور حضرت سلطان الاولیاء بھی اس جگہ موجود ہیں۔ تمام انبیاء مجھے جھڑک کر فرماتے ہیں کہ محمد زبیر کی خدمت کیوں نہیں کرتے وہ تو قیوم وقت اور قطب الاقطاب اور محبوب پروردگار ہے۔ جو شخص اس کا معتقد نہیں وہ فیض الٰہی سے محروم ہے۔ پھر اس کا کان اینٹھ کر کہا۔ کہ یاد رکھو اس کی خدمت کرنا ہو گی۔ صبح بادشاہ نے مصطفٰے کو بُلا کر رات کا خواب سُنا اور اپنے کہے سے توبہ کر کے ایک عرضی دوبارہ عجز و نیاز معہ تحف و ہدایا جناب قیومیت مآب کی خدمت میں ارسال کی۔

اسی سال ایک صاحب حال درویش محمد شاکر نام آنحضرت کا مرید ہوا۔ اس نے مجھ (مصنف رح) سے اپنے مرید ہونے کا باعث یہ بیان کیا۔ کہ ایک روز میں خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کے مزار پر مراقبہ کئے بیٹھا تھا۔ کہ خواجہ صاحب نے مجھے فرمایا کہ اگر قرب الٰہی کا انتہائی درجہ چاہتے ہو۔ تو قطب الاقطاب اور قیوم زمانہ حضرت شیخ محمد زبیر کے مرید ہو۔ میں خواجہ صاحب کے فرمان کے مطابق آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ ایک روز میں آنحضرت کے حلقہ مراقبہ میں بیٹھا تھا۔ کہ اچانک میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی طرف متوجہ ہوا اور آنجناب سے فیض باطنی کا منتظر ہوا۔ اتنے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر ظاہر ہو کر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کے سر اور منہ کو چوم کر فرمایا ؎

در انجمن کہ نسیمے وزد ز طرۂ دوست چہ جائے دم زدن نافہ ہائے تاتار یست

بعد ازاں مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ جہاں شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ ہے وہیں

میں ہوں۔ تم کیوں ان کے حضور کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اور انہیں چھوڑ کر دوسری طرف خیال کرتے ہو۔ میں نے توبہ کی اور آئندہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہوا۔

اسی سال ایک عزیز جن کی پیشانی سے آثار ہدایت اور انوار سعادت نمایاں تھے احمد آباد سے آ کر آنحضرت کی خدمت میں مرید ہوا۔ اس نے بھی مجھ (مصنف رح) سے اپنے مرید ہونے کا سبب بیان کیا جو حسب ذیل ہے۔

میں خدا طلبی کے لئے فقرا اور گوشہ نشینوں کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے سنا کہ ایک درویش پہاڑ میں رہتا ہے۔ جس نے خلقت کی آمد و رفت کا دروازہ اپنے لئے بند کر رکھا ہے۔ اور عشرت پر عزلت کو ترجیح دے رکھی ہے میں منزلیں طے کر کے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور فیض کے لئے التماس کی تو اس نے کہا کہ میں تجھے قطب الاقطاب کے پاس بھیجتا ہوں۔ جاؤ شاہجہان آباد میں جا کر حضرت شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کے مرید ہو۔ جو اس وقت قطب الاقطاب اور قیوم زماں ہیں اور تمام اولیا انہیں کے فیض برکات کے منتظر ہیں ؎

دریں زمانہ اگر مدعائے خود خواہی در آ بدر کہ فیاض حضرت ایں شاہی

اور میرے حق میں توجہ و دعا کے لئے التماس کرنا۔ میں اس بزرگ کے فرمان کے مطابق آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا۔

اسی سال شیخ عبدالاحد المعروف بہ شاہ گل جو حضرت خازن الرحمت کے فرزندوں کے سردار تھے اور جنہوں نے اپنے باپ اور چچا یعنی حضرت عروۃ الوثقیٰ۔ اور حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہما سے کمالات باطنی حاصل کر کے خلافت پائی تھی اور نہایت صاحب کمال تھے۔ اس دار فانی سے کوچ کیا۔ جب حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی وفات کی اطلاع ہوئی۔ تو فرمایا گل بجنت رسید۔ پھول باغ میں پہنچ گیا۔ خود بنفس نفیس آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور آپ کی نعش کو سرہند بھیج دیا جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی بڑی خانقاہ میں حوض کے اوپر مدفون ہوئی۔ آپ کے مرقد پر ایک حجرہ تعمیر کیا گیا۔ شیخ عبدالاحد شعر خوب کہا کرتے تھے چنانچہ آپ کا دیوان اور مثنوی مشہور و معروف ہیں۔ آپ کا تخلص "وحدت" تھا واقعی تخلص بھی عمدہ تھا۔ چنانچہ یہ شعر آپ کا ہے ؎

در آبِ وحدت بازیچۂ دوئی بگذار　　　درونِ کعبہ ہم از کعبتین بے ادبی است

ذکر در بیان

سال چہاردہم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ
رجوع کردن حافظ نور محمد سیالکوٹی و شاہ گل کہ از مشائخ عظام
وقت خود بودند بخدمت آنحضرت وطلب استمداد و توجہ کردن سلطان
محمود قندھاری از آنجناب بر مہم ایران و فتح یافتن او بر آں ولایت

اس سال حافظ نور محمد سیالکوٹی جو اپنے وقت کے ایک بڑے شیخ تھے۔ آنحضرت کے مرید ہوئے۔ جس کی مفصل کیفیت یوں ہے۔ کہ حافظ نور محمد صاحب پہلے حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ میر محسن کے مرید تھے۔ اور حضرت امام معصوم اور حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی فیض حاصل کر چکے تھے۔ غرضیکہ نہایت صاحبِ حال تھے۔ اور آپ کے ارشاد سے بہت لوگوں کو فائدہ ہوا۔ ایک روز حافظ صاحب نے بڑی عاجزی سے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی کہ پروردگارا میں اس زمانے میں تیرے کس دوست سے رجوع باطنی کروں۔ آپ کو الہام ہوا کہ شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رجوع کرو کیونکہ وہ قطب الاقطاب اور قیوم روزگار ہیں

ع　　دراں دم شاد شد شکرِ خدا کرد　　　ثنائے حق دراں ساعت ادا کرد

اپنے تمام مخلصوں اور مریدوں کو حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا لیکن خود بہ سبب ضعفِ بدن حاضرِ خدمت نہ ہو سکے۔ اِس مضمون کی ایک عرضی آنجناب کی خدمت میں بھیجی۔ کہ یہ بے پر و بال اس عالی خاندان کا تربیت یافتہ ہے۔ بہ سبب ضعف باطنی حاضر خدمت نہیں ہو سکتا۔ امید ہے کہ اس مسکین بے تسکین پر توجہ فرمائیں گے تاکہ حق تعالیٰ اسے باطنی استقلال عنایت فرمائے ع

شہنشاہا خدایت کارساز است　　　کہ او از بہرِ تو عالم نواز است
تو بنوازی تو بنوازی گدا را　　　بر آری بہرِ حق حاجاتِ ما را
بخواہی ہرچہ از سبحاں بیابی　　　توئی ملکِ کرامت کامیابی

جب حافظ نور محمد کی عرضی آنجناب کی خدمت میں پہنچی۔ تو آنحضرت نے

حافظ صاحب کے حق میں دعا و توجہ فرمائی۔ اور آپ کے باطن میں اپنی خاص نسبت کا القا فرما کر گڑھے سے نکال کمالات الٰہی کے اوج پر پہنچا دیا۔ اور قرب الٰہی کے انتہائی درجہ پر لے گئے۔ جب حافظ صاحب نے آنحضرت کی توجہ کا اثر اپنے باطن پر دیکھا۔ تو بعد شکر گزاری اپنے یاروں کو فرمایا۔ کہ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کمزور بوڑھے کو از سر نو جوان کر دیا ہے۔ میں آنحضرت کا شکریہ نہیں ادا کر سکتا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جناب حافظ صاحب نے تیسرے سال قیومیت میں آنحضرت سے رجوع کیا۔ چونکہ اس سال آپ کے اکثر یار آنحضرت کی خدمت میں پہنچے۔ اسواسطے اس سال میں میں نے لکھا ہے۔

ایک روز جناب حافظ صاحب کا ایک یار آپ سے رخصت ہو کر سرہند کی طرف روانہ ہوا۔ حافظ صاحب نے پوچھا کس ارادے سے وہاں جاتے ہو۔ کہا۔ میں شیخ عبد الاحد کے پاس جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہم حضرت محمد زبیر قیوم زماں رضی اللہ عنہ کے معتقد ہیں۔ ان کی خدمت میں جاؤ یا جو کچھ ہم سے لیا ہے۔ واپس دو۔ آپ کا جو یار کسی اور کا معتقد ہوتا آپ اس سے قطع تعلق کر لیتے

اسی سال شاہ گلشن جو اپنے وقت کے بڑے شیخ خیال کئے جاتے تھے آنحضرت کے مرید ہوئے۔ آپ نے اپنے مرید ہونے کا باعث یہ بیان کیا۔ کہ میں ایک روز صبح کی نماز کے بعد مراقبہ کئے بیٹھا تھا۔ کہ مجھے الہام ہوا کہ شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ قیوم و قطب وقت ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو۔ ایک روز شاہ گلشن ایک مقام پر بیٹھے تھے۔ کہ اچانک شمال کی طرف دست بستہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اور دیر تک کھڑے رہے۔ آپ کے تمام یار حیران رہ گئے۔ اور وجہ پوچھنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ شمال کی طرف سے نور عظیم آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جس سے تمام جہان عرش سے فرش تک منور ہو رہا ہے۔ اسواسطے میں بے اختیار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دیر بعد حضرت خلیفۃ اللہ اپنے ہزاروں یاروں سمیت شمال کی طرف سے نمودار ہوئے شاہ گلشن نے اپنے یاروں کو فرمایا کہ جو نور شمال کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیتا تھا وہ اس عزیز الوجود کا نور تھا۔ اب وہ نور اس بزرگ کے سر پر دکھائی دیتا ہے۔ بعد ازاں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوسی کی۔ اور آنجناب کے مرید ہو گئے

اور اپنے تمام یاروں کو آنحضرت کے مُرید کرایا۔ شاہ گلشن شعر نہایت نفیس کہا کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ اور قابلیتیں بھی آپ میں پائی جاتی تھیں۔ علم باطنی میں بھی بہت بزرگ تھے۔

اسی سال سلطان محمود قندھاری نے حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں عرض لکھی کہ ایران کی مہم میں میری فتح و نصرت کے لئے توجہ فرمائیں۔ اس قصہ کی اصلیت یوں ہے۔ کہ میرویس پٹھان نے جو قندھار کا رئیس تھا بہت سے پٹھانوں کو جمع کر کے باغی ہوگیا۔ اور حاکم قندھار نے کئی بار اس کا دفعیہ کرنا چاہا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر وہ حاکم قندھار پر معہ مضافات غالب و قابض ہوا۔ اور سکہ و خطبہ میں سے ایران کے بادشاہ کا نام نکال دیا۔ اور بادشاہِ ہند کو لکھا کہ میں قندھار پر قابض ہو کر تمہارے ملک میں داخل ہو گیا ہوں۔ اگر خزانہ اور فوج سے میری مدد کرو تو میں ایران کو بھی لے لوں۔ چونکہ ان دنوں سلطنت ہند میں کوئی صاحبِ عزم نہ تھا۔ اس واسطے اس کے ایلچی کو ٹال مٹولے میں رکھا اور اس بات کا بندوبست نہ کیا۔ آخر میرویس نے معلوم کر لیا کہ سلطنتِ ہند بہت کمزور ہو چکی ہے۔ ہند سے کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ آخر چاروں طرف سے پٹھانوں کو اکٹھا کر کے قندھار کے قریب کے علاقوں کو تاخت و تاراج کر رہا تھا کہ اسکی اجل آپہنچی اس کا قائم مقام اس کا بھائی عبدالعزیز ہوا۔ اس نے بھی ایران کے گردونواح کو لوٹا۔ مدت بعد وہ بھی مر گیا۔ میرویس کا لڑکا محمود جو قابل حکمرانی تھا باپ اور چچا کی جگہ حاکم ہوا چونکہ محمود صاحب ارادہ و بلند حوصلہ تھا۔ اِسلئے تمام پٹھان قبیلوں کو جمع کر کے ایران پر حملہ آور ہوا۔ والئِ ایران بھی اس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ جب محمود نے دیکھا کہ ایران کا لشکر بہت ہے۔ فتح آسانی نہیں ہوگی تو ایران کے چند ایک شہروں کو لوٹ کر واپس چلا آیا۔ اور اخون بغم سے جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہٗ کے سلسلے کا مرید تھا دعائے فتح کا خواستگار ہوا۔ اخون نے اس کے حق میں دعا کر کے اپنے مرید حاجی ولیخاں کو محمود کے ساتھ کیا۔ اخون نے اسے کہا۔ کہ تیری فتح کی چابی قطب الاقطاب کی دعا ہے۔ محمود نے پوچھا۔ قطب وقت کون ہے؟ اخون صاحب نے فرمایا کہ

شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ اس وقت کے قطب ہیں۔ محمود نے آنحضرت کے باطن کی طرف متوجہ ہو کر دوسری مرتبہ ایران کا ارادہ کیا۔ اس دفعہ بھی محمود کو کامیابی نہ ہوئی۔ بہت دل تنگ ہو کر رات کے وقت وضو کر کے دوگانہ ادا کیا۔ اور بارگاہِ الٰہی میں اپنی فتح کے لئے التجا کی۔ کچھ اونگھ سی آگئی۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے۔ ارے محمود! اگر اپنی فتح چاہتا ہے۔ تو شیخ محمد زبیر قطب جہاں و قیوم زماں رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ۔ اور ان سے دعا منگاؤ۔ دوسرے دن محمود نے اپنا ایلچی آنحضرت کی خدمت میں بھیجنا چاہا۔ کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا۔ کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک صاحب تصرف اور صاحب خوارق و کرامات ظاہرہ و باہرہ فقیر رہتا ہے۔ محمود اکیلا اس بزرگ کی خدمت میں جا کر ملتجی ہوا۔ اس نے کہا تیری فتح قیوم وقت کی دعا پر منحصر ہے۔ جو محمد زبیر قطب الاقطاب اور قیوم زماں رضی اللہ عنہ ہے۔ محمود نے اسی وقت پوچھا۔ کہ میرے لشکر میں حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے مرید کون کون سے ہیں۔ آنحضرت کے ہزاروں مرید اس لشکر میں موجود تھے۔ اس وقت آنحضرت کے خلیفہ خواجہ فیض اللہ کا ایک مرید موجود تھا۔ اس کی وساطت سے خواجہ فیض اللہ کی طرف لکھا۔ کہ میری فتح کی دعا کے واسطے حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عرضی لکھیں۔ اور خود بھی نہایت عجز آمیز عرضی مع تحف و ہدایا آنحضرت کی خدمت میں ارسال کی۔ اور اپنے عمدہ آدمی جو آنحضرت کے مرید تھے آنجناب کی خدمت میں بھیجے۔ خواجہ فیض اللہ نے بھی اس بارے میں حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی لکھی۔ جب محمود اور خواجہ فیض اللہ کی عرضیاں آنجناب کی خدمت میں پہنچیں۔ تو آنحضرت نے اس کی فتح کے بارے میں توجہ بلیغ فرمائی۔ اور محمود کے ایلچیوں کو فتح و نصرت کی خوشخبری عطا فرمائی جب یہ خوشخبری محمود نے سنی۔ تو قوی دل ہو کر لشکروں کو جمع کر کے ایران کے پایہ تخت اصفہان کا رُخ کیا۔ والئِ ایران نے بھی اس کے مقابلہ کے لئے بسمانہ حرکت کی لیکن حضرت خلیفۃ اللہ کی توجہ سے اس کے لشکر کو شکست ہوئی۔ اور بھاگ اٹھا پٹھانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کرنا شروع کیا۔ جو جہاں نظر پڑا اسی کا سر قلم کر دیا۔ ایران کا بادشاہ پنجۂ تقدیر میں گرفتار ہو گیا۔ پٹھانوں نے تمام ایران کے زن و مرد اور بچوں تک سب کو گرفتار کر لیا ان میں سے جتنے بے ریش تھے سب کو

تہ تیغ کیا۔ خون کی ندیاں بہ نکلیں۔ خصوصاً جمعہ کے روز جب محمود جمعہ کی نماز کے لئے جاتا نماز سے فارغ ہو کر قتل عام کراتا ہزار ہا رافضی اس کے سامنے لا کر قتل کئے جاتے۔ محمود اس فتح غیر معمولہ پر شکر الٰہی بجالایا اور تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔ اور معہ تحف و ہدایا ایک عرضی حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھی۔ محمود نہایت عادل اور صالح مرد تھا فقراء اور علماء کی بہت خدمت کیا کرتا تھا۔ جو راہ حج رافضیوں نے اہل سنت و جماعت کے لئے بند کر رکھی تھی۔ جاری کی۔ جا بجا کنوئیں کھدوائے۔ سرائیں بنوائیں۔ تاکہ حاجیوں کو آسانی ہو۔ ہر منزل پر اپنی طرف سے حاجیوں کی ضیافت مقرر کی۔ انہیں زادِ راہ اور سواری بھی دیتا۔ جہاں کہیں رافضی رہ گئے ان پر جزیہ لگا دیا۔ پھر ہندوستان کی طرف کمربستہ ہوا۔ کہ اسے بھی لے لوں۔ لیکن اس کی زندگی نے وفا نہ کی۔ جب ایران کے بندوبست سے فارغ ہوا۔ تو اجل نے آ دبایا۔ اس کے بعد اس کا بھانجا اشرف تختِ ایران پر بیٹھا۔ اشرف نے ایران کے آدمیوں پر اعتبار کر کے امور سلطنت انکے حوالے کر دیئے۔ پٹھان اس وجہ سے بددل ہو گئے۔ اور بہت سے اس کی ملازمت چھوڑ کر قندھار میں آ گئے۔ اور انہوں نے حسین کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ اصفہان میں اشرف بادشاہ تھا۔ اور قندھار میں حسین۔ میرے (مولف رح) چچا شیخ محمد برکت اللہ ایران گئے۔ اشرف نے آپ کی بہت خدمت کی۔ اور آپ کا مرید ہو گیا۔ آخر آپ حج کو گئے اور وہاں سے ملک شام میں جا کر وفات پائی۔ جب پٹھان اشرف سے ناراض ہو گئے۔ تو اہل ایران نے خفیہ خفیہ اشرف کی بیخ کنی کی۔ حتیٰ کہ نادر نکل آیا۔ اور اس نے اشرف سے سلطنت چھین لی اور قندھار حسین سے۔ چنانچہ یہ قصہ انشاء اللہ ستائیسویں سال قیومیت میں لکھا جائے گا۔

ذکر در بیان

سال پانزدہم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ
بیان انحراف مزاج سلطان فرخ سیر از آئین آباؤ اجداد خود
و معاف نمودن جزیہ از کفار ہند و غضب نمودن حضرت سلطان الاولیا
رضی اللہ عنہ ازیں حرکت و بیان مآل کار سلطان

بادشاہ ہند اپنے آبائی طریقہ کے خلاف سلطنت کی سیاست کو ترک کر کے غفلت کے بھنور میں پھنس گیا۔ اور ہندو راجاؤں سے سلوک کرنے لگا۔ چنانچہ اس رعایت میں ان سے جزیہ لینا بھی موقوف کر دیا جزیہ کی معافی اراکین سلطنت یعنی سادات بارہ کے طفیل ہوئی۔ جو ہندو راجاؤں سے مل گئے اور بادشاہ کو خدا و رسول سے ورغلا کر کفار کو ذلت سے بچایا۔ چونکہ بادشاہ ان کے اختیار میں تھا۔ اسلئے اس نے ان کے کہنے سے جزیہ بالکل معاف کر دیا۔ جب یہ خبر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے سُنی تو حمیتِ اسلامی سے جوش میں آکر بادشاہ کے حق میں بد دعا کی کہ یا خدایا اِس بادشاہ کو دنیا سے اُٹھا لے۔ آنحضرت کے بد دعا کرنے سے تھوڑی ہی مدت میں امیروں اور بادشاہ میں ناراضگی ہوگئی۔ طرفین ایک دوسرے کو گرفتار کرنے کے درپے ہوئے۔ آخر ارکان سلطنت نے موقعہ پاکر بادشاہ سے دھوکا کیا اور مکر و فریب سے اُسے پکڑ کر قتل کر دیا۔ جس کا مفصل لکھنا موجب طوالت ہے صرف مجملاً تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے۔ جب ارکان سلطنت اور بادشاہ میں نفاق ہوا۔ تو قطب الملک کا بھائی امام الملک حاکم دکن بادشاہ کے حکم بغیر شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ نے فیروز جنگ محمد امین خان حاکم مالوہ کو قطعی حکم بھیجا۔ کہ خبردار امام الملک آگے نہ بڑھنے پائے۔ فیروز جنگ میں امام الملک کے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ اسواسطے مجبور ہو کر اس سے سازش کی۔ دونو متفق ہو کر دار الخلافہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر بہت خفا ہوا۔ نظام الملک نے بادشاہ کی ناراضگی کو تاڑ کر عرض کیا کہ اگر اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھ کر برملا حکم کرے تو میں ان دونو بھائیوں کا علاج کر لوں گا۔ لیکن چونکہ بادشاہ بامروت تھا اسواسطے برملا حکم نہ دے سکا۔ بہرحال امام الملک اور فیروز جنگ آگے پیچھے دار الخلافہ میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے فیروز جنگ پر ناراض ہو کر فرمایا۔ کہ اسے قلعہ میں نہ آنے دو۔ لیکن امام الملک سے ڈر کر اسے کچھ نہ کہا۔ وہ آکر قلعہ کے محاذی شائستہ خان کے محل میں اُترا۔ اور فیروز جنگ بھی مصلحت وقت اور عدم اطلاع کے باعث خود اسے بلا کر اپنے پاس بٹھایا۔ کہ ایسا نہ ہو اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جس سے ان کے منصوبے میں خلل آئے۔ بعد ازاں قطب الملک نے بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ میرا

بھائی قلعہ کے باہر بیٹھا ہے ڈر کے مارے اندر نہیں آسکتا۔ اگر اس وقت ایک لحظہ
کے لئے شاہی آدمی قلعہ سے نکل آئیں تو فراخ دلی سے حاضر خدمت ہو کر ملاقات
کر لے۔ قرآن شریف درمیان رکھ کر قسم کھائی۔ کہ بادشاہ ہم دونو بھائیوں سے
کسی قسم کا وسواس نہ کرے۔ سادہ دل بادشاہ نے اس بات کو منظور کر لیا۔ اور
حکم دیا کہ لوگ قلعہ سے نکل آئیں۔ فدائیوں نے قلعہ سے نکلنا قبول نہ کیا۔ بلکہ کہا کہ ہم
بادشاہ کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جاتے کیونکہ انہیں معلوم تھا۔ اسواسطے وہ قلعہ سے نکلنے
کے بارے میں ٹال مٹولا کرتے تھے۔ آخر قطب الملک نے بادشاہ سے کہلا کر انہیں
قلعہ سے نکلوا ہی دیا۔ وہ بیچارے روتے ہوئے قلعہ سے نکلے۔ کیونکہ انہیں یقیناً معلوم
تھا کہ بادشاہ پر بلائے عظیم نازل ہوگی۔ جب وہ قلعہ سے نکل آئے۔ تو خالی قلعہ
قطب الملک کے قبضہ میں آگیا۔ اپنے تمام آدمیوں کو قلعہ میں بٹھا کر قلعہ کے اندر کے
باغ حیات بخش میں بیٹھ گیا۔ اور روشن الدولہ کے ہاتھ بادشاہ کو پیغام بھیجا۔ کہ اب
مصلحت اسی میں ہے۔ کہ تمام خدمت شاہی اور اختیار سلطنت ہمیں دے دیا جائے
جسے ہم اجازت دیں وہ بادشاہ کے پاس آئے جسے چاہیں نہ آنے دیں۔ کیونکہ جو
شخص بادشاہ کے پاس آتا ہے ہماری چغلی کھاتا ہے۔ اور بادشاہ ہم سے بدظن ہو
جاتا ہے۔ خود بھی اس کے ساتھ جا کر پردہ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ جب روشن الدولہ نے
یہ پیغام بادشاہ کو پہنچایا۔ تو بادشاہ نے ناراض ہو کر سخت سست کہا اور گالی دیکر
کہا کہ انہوں نے کیا سمجھ رکھا ہے۔ میں انہیں جوتیاں مار کر دارالخلافہ سے نکال دوں گا
روشن الدولہ نے آنکھوں کے اشارہ سے بہتیرا سمجھایا کہ اب ایسی باتوں کا وقت
نہیں لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بعد ازاں روشن الدولہ نے قطب الملک کو آکر کہا کہ
تم نے سن ہی لیا ہے۔ جو کچھ بادشاہ نے کہا ہے۔ آخر اس نمک حرام نے اپنے بھتیجے
کو ایک ہزار آدمی دیکر بھیجا۔ کہ بادشاہ کو گرفتار کر لو۔ بادشاہ یہ حال دیکھ کر گھبرایا
اور محل میں جا گھسا قطب الملک نے کہا۔ کہ اندر جا کر پکڑ لو۔ جب انہوں نے اندر
گھسنا چاہا تو عورتوں اور خانگی ملازموں نے تیروں کی بوچھاڑ سے انہیں پسپا کر دیا
قطب الملک نے انہیں لعنت ملامت کر کے کہا کہ تم عورتوں سے بھی گئے گذرے
ہو۔ اور ایک ہزار آدمی اور مقرر کئے کہ محل کے اندر جا کر بادشاہ کو پکڑ لائیں سلطان

نے بہتیری منت وسماجت کی لیکن اُنہوں نے ایک نہ مانی۔ بادشاہ کی لڑکی باپ کی یہ حالت دیکھ کر اس پر جا پڑی۔ نمک حرام نے اسے دور پھینک دیا۔ چنانچہ اس کا چہرہ زخمی ہوگیا۔ آخر بادشاہ کو بڑی بے عزتی سے گرفتار کرکے سنگ خام کے حجرے میں قید کردیا گیا۔ اور پھر وہاں سے نکال کر ایک تنگ وتاریک جہاں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ پھینک دیا۔ اس معاملہ کی خبر قلعہ کے باہر کے آدمیوں میں سے کسی کو نہ تھی۔ جب دوسرے بادشاہ کو تخت پر بٹھا چکے۔ تو انہیں اطلاع کی مغل اس ہنگامہ سے واقف ہوئے۔ عبدالصمد خان اور محمد امین خان کے بیٹے لڑائی کے لئے تیار ہوئے۔ چونکہ کام ہاتھ سے نکل گیا تھا دونو باپوں نے بیٹوں کو تسلی دی۔ کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ نظام الملک ناراض ہوکر دکن چلا گیا۔ انہیں دنوں شاہجہان آباد میں طرفہ ہنگامہ ہوا۔ چند روز بعد بادشاہ کو نکال کر قتل کیا گیا۔ جب یہ مفصل خبر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے سُنی کہ معافی جزیہ میں بادشاہ بالکل بے قصور تھا۔ صرف ارکان سلطنت کی وجہ سے اس سے یہ سرزد ہوا تو اِس بارے میں آنحضرت نے فرمایا کہ بادشاہ نے کیوں دین پر دنیا کو اختیار کیا۔ کہ ارکانِ سلطنت سے ڈر کر جزیہ کی معافی کا حکم دیدیا۔ اس کی سزا ہی یہی تھی۔ جو شخص دین پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے۔ حق تعالیٰ دنیا بھی اس سے لے لیتا ہے۔ بعد ازاں بادشاہ کی بخشش کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی اور فرمایا کہ وہ ہمارے طریقے کا مرید تھا۔ حق تعالےٰ اسے بخشے اور امید غالب ہے کہ بخشا جائیگا لیکن بادشاہ کے حق میں دعائے مغفرت مانگنے کے بعد سادات بارہ پر سخت ناراض ہوئے۔ ایک اسواسطے کہ انہوں نے جزیہ معاف کرایا دوسرا اسواسطے کہ اپنے ولی نعمت سے نمک حرامی کی۔ ان کی دولت کے زوال کیلئے دعا کی چنانچہ عنقریب ہی انشاء اللہ مفصل لکھا جائے گا۔

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزند حضرت محمد صدیق کا وصال ہوگیا حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ آپ کے جنازے میں شامل ہوئے۔ نماز جنازہ پڑھ کر آپ کی نعش مبارک کو سرہند بھیجدیا۔ جو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ منورہ کے شمال کی طرف حضرت مروج الشریعت کی خانقاہ کے مقابل مدفون ہوئی۔ آپکے

مرقد مبارک پر ایک عالیشان قبہ بنایا گیا۔

اسی سال صاحبزادوں کی والدہ صاحبہ نے مرض تپ دق سے وفات پائی آنحضرت کو ان کی وفات کا بڑا قلق ہوا لیکن خلقت پر اس کا اظہار نہ کیا۔ اس پاکدامن کی نعش کو سرہند بھیجدیا۔ جسے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ منورہ میں دفن کیا گیا۔

ذکر در بیان

سال نہانزدہم از جلوس قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ و بیان استیلاء قطب الملک و امام الملک بہندوستان وظہور آمدن افغاناں شنیعہ از انہا و التجا آوردن مغلیہ اہل ایران از صدمات سادات و آزردہ شدن حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ از انہا و انجام کار شاں

سخن سنج معنی سرا اور معنی سنج سخن سرائے مشک آگیں نگارین کلک سے سلسلہ تحریر اور رشتہ تقریر میں قیمتی موتی اور رنگین گوہریوں پروتے ہیں۔ کہ حسن علیخان اور حسین علی خاں الملقب بہ قطب الملک و امام الملک شہرۂ آفاق اور بارہہ کے مشہور سید تھے۔ دونو وزارت اور امیر الامرائی اور سرلشکری سے شرف امتیاز رکھتے تھے بادشاہ عالی جاہ عدل گستر فرخ سیر انہیں دونو بہادروں کی خنجر نمونہ سام اور صمصام خون آشام کی صفدری اعتضاد و مدد سے ادنے رتبہ سے ہندوستان کی فرمانروائی وسلطنت کے اعلیٰ عہدے پر پہنچا خلیفہ زمان سلطان آوان دوراں پناہ محمد شاہ کو تخت رنگین کا والی اور صاحب افسر و نگین بنا کر وہ تمام ہندوستان میں بہادری اور دلیری میں انگشت نما ہوئے۔ ان دونوں میدان جنگ میں ان رستم و اسفندیار ثانی کے مقابلے کی تاب کسی میں نہ تھی۔ ان دونو صاحب عزم کے فرمان اس طرح جاری تھے۔ کہ بڑے بڑے امرا اور حکمران ان کے واجب الاذعان فرمان اور قضا جریان حکم سے سرمو مخالفت نہ کرتے۔ ان کا تسلط و تغلب مغلوں اور تورانی امیروں مثلاً نظام الملک اور محمد امین خان سے بھی بڑھ گیا تھا۔ ان کے پاس بارش کے قطروں سے بھی بڑھ کر فوج تھی۔ انہوں نے اپنے خویش و اقارب کو ہندو دکن کے

مختلف حصوں میں حاکم مقرر کر رکھا تھا حتی کہ ہند اور دکن میں سادات بارہیہ اور انکے رشتہ داروں سے کوئی جگہ خالی نہ تھی سلطنت کا کوئی منصب یا مرتبہ ان کے بغیر باقیوں کے لئے خواب وخیال ہو رہا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے فرخ سیر کو جس نے انہیں خاک مذلت سے اٹھا وزیر اعظم اور امراء ملک بنا دیا جبراً قہراً تخت سے اتار نہایت بے عزتی ورسوائی سے قتل کیا۔ اور اس طرح بے ستری کی کہ عام لوگ ان کے محل میں بے دھڑک گھس آئے۔ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

دیدی کہ چہ بادشاہ گرامی کردند صد جور و جفا زراہ خامی کردند
شہود و بے شرم چہ پیدا آخر کار سادات بوے نمک حرامی کردند

اس غم افزا اور روح فرسا خوفناک واقعہ سے عبد الصمد خان اور محمد امین خان مغل اور اور تورانی ہلاکت کے بھنور اور گمراہی کے گرداب میں معشوقوں کی کاکل کی طرح پر پیچ وتاب اور سنبل کی طرح پر اضطرار اور رسوا وخراب تھے۔ ان کے دلوں پر تازہ حسرتوں بے اندازہ ملالتوں کے داغ کلفت اور زخم زحمت گل لالہ کی طرح نمودار تھے۔ نصیبہ کی نارسائی اور طالع کی بے رہنمائی کے سبب ان کے جگر گل صد برگ کی طرح پارہ پارہ تھے۔ آنکھیں آئینہ کی طرح حیرت ناک نرگس کی طرح کھولی ہوئی تھیں اور عذاب وبدبختی میں مبتلا تھے۔ کثرت غم والم سے ان کے جسم بید کی طرح کانپتے تھے اور رنگ زعفران کی طرح زرد ہو گئے تھے۔ جگر سوز گلہ اور مہرا فروز شکوہ سادات کے اقبال کی نسبت سوسن دہ زباں کی طرح نہایت چرب زبانی سے ہر گلی کوچے میں ہر مرد وزن کے پاس کرتے تھے اور جانگداز اور غم نما نعرے خزاں کی بلبلوں کی طرح خرابی ورسوائی کے سبب مار کر قمریوں کی طرح خرابی وخجلت کا حلقہ اور ندامت ورسوائی کا طوق اپنی ہمت کے ذمے رکھ کر آنکھوں سے فوارے کی طرح ماتم پژدہ آنسو گراتے تھے۔ غرضیکہ سیدوں کے غلبہ سے ان کا ناک میں دم آگیا تھا۔ اگرچہ یہ بھی قرب سلطانی میں سادات سے کچھ کم نہ تھے۔ چنانچہ سادات نے بزور بازو ان میں کمی کرنی چاہی لیکن نہ کر سکے۔ چونکہ بادشاہ ان کے اختیار میں تھا اس واسطے امور سلطنت میں جس طرح کا تغیر وتبدل چاہتے کرتے۔ کسی غیر کو انکی

مخالفت کی جرأت نہ تھی۔ اگر کسی اور سے اتفاقاً کوئی مخالفت ہو بھی جاتی۔ تو بادشاہ اس پر سخت ناراض ہوتا۔ اس واسطے مغل ہمیشہ کڑھتے رہتے۔ ایک روز مغل اور نورانی بادیہ جہالت کے سرگردانوں کے رہنما اور وادیئے ضلالت کے درماندوں کے ہادی پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے حاضر خدمت ہوئے اور جناب قدسی مآب کی بساط بوسی کے بعد عرض پرواز ہوئے کہ اے کوئے ناکامی کے درماندوں کے دستگیر! اے عالم بے سرانجامی کے بیچاروں کے کارساز! اے عرصۂ حیرانی کے عاجزوں کی پناہ! اے فانی غمکدہ کے مغموموں کے غمخوار! اے ماتم زدہ مظلوموں کے فریادرس! اے صحرائے پریشانی کے غریبوں کے تکیہ گاہ! اے کوئے مقصودی کے نارساؤں کے رہنما! اے عقدۂ لاینحل کے گرہ کشا! اے مشکل کاموں کی چابی۔ اے غمناک و آشفتہ اشخاص کی خوشی کو بڑھانے والے۔ اے جان باختہ ماتم زدوں کی خوشی کو زیادہ کرنے والے۔ اے کلفت کی تاریکی کو دور کرنے والے خورشید! اے رنج وملال کے اندھیرے کو دور کرنے والے چاند! اے منصب قیومیت کے تاج کے موتی۔ اے تاج قطبیت کے گوہر۔ اے کمالات نبوت کے گوہر نفیس۔ اے گنجینۂ وحدیت کے بے نظیر لعل۔ ہم بیچاروں کی التماس ہے کہ فضل و دعا جو اہل عالم و عالمیاں کی کارکشا ہے اور توجہ اقدس جو جہان اور اہل جہان کی رہنما ہے اس معاملہ میں جو بمنزلہ عقدہ لاینحل ہے۔ فرمائیں مصرعہ۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف۔ تاکہ ہم مہجور و مغموم رسوائی اور اضطراب کے بھنور سے نکل کر ساحل مراد پر پہنچ جائیں اور گوہر مقصود ہمارے ہاتھ آئے ؎

برمن غم روزگار سخت است	دریاب مراکہ کار سخت است
سخت است سیاہی شب من	لختے زشب است کوکب من
ہم کوکب ہم شبم سیاہ است	میگویم و آسماں گواہ است
زیں شب بدرار کو کبم را	پیشانی روز دہ شبم را
ہر روم بامید روشنائی	صبح بدماں بہ شب ردائی
دارم گرہ گرہ گشا نیست	سنگیں تر ازیں بلا بلا نیست
ایں قفل غم از دلم جدا کن	دستم بہ کلید آشنا کن

اس سرورِ عالم اور نائب مناب الوالعزم کی خاطر عاطر ان دونو بھائیوں سے جنہوں نے اپنے ولی نعمت شاہ بحر و بر فرخ سیر کے قتل کی جرأت کی تھی۔ اور جزیہ جو شعار اسلامی اور حکم شرعی ہے۔ روسیاہ کافروں اور ہندوؤں سے لینا بند کر دیا تھا۔ ناراض ہو گئی۔ علاوہ بریں مغلوں کی خرابی و تباہی جو کہ آنجناب مستطاب کے فدوی اور منظورِ نظر تھے۔ آنجناب کی اور بھی ناراضگی کا باعث ہوئی۔ ع
یکے بود مجنوں دگر خورد مے۔ مغلوں کی خوش نصیبی سے جو اس کامل الوجود اکمل بھبود کے جان و دل سے غلام تھے زبان معجز بیان سے بے اختیار نکل گیا۔ کہ آجکل ہی سادات کی دولت کو زوال آنے والا ہے۔ آنحضرت کا فرمانا تھا کہ ان کی دولت میں زوال آنا شروع ہو گیا۔ بعد ازاں مغلوں کو خوشخبری سنائی۔ کہ نظر کشفی اور الہام شافی سے جو برہان قاطع اور حجت ساطع ہے اور آفتاب عالمتاب کی چمک کی طرح بلا شک و شبہ ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ بارگاہِ شاہی کے تمام مناصب امور فرمانروائی کی درگاہ۔ کے سارے مراتب سادات سے منتقل ہو کر محمد امین خان۔ نظام الملک اور عبد الصمد خان وغیرہ مغلوں اور تورانیوں کے سپرد ہونگے ؎

خداوند بالا و پست آفرید زبردست ہر دست آفرید
بہ مورے دہد مالش نرہ شیر کند پشہ بر پیل جنگی دلیر

مغل یہ دائمی خوشخبری سنکر آداب قیومیت باحسن وجوہ بجا لا کر رخصت ہوئے یہ وحشت اثر خبر سنکر وزارت پناہ قطب الملک والاجاہ نے مغل پورہ کی بیخ کنی کے لئے مصمم ارادہ کر لیا اور ایک لشکر جرار لیکر دندناتا ہوا لاہوری دروازہ میں پہنچا لیکن اس لشکر کو آگے ایک قدم اٹھانے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ یہ دیکھ کر قطب الملک حیران و متعجب رہ گیا اپنے عالیشان مصاحبوں سے پوچھا بعض سلیم العقل اور عالی فطرت مصاحبوں نے کہا۔ کہ شیخ صاحب کی کرامات و خوارق زبان زدِ عام و خاص ہیں۔ یہ عجیب معاملہ بھی اس برگزیدۂ خالق و پسندیدۂ خلائق کی کرامت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اگر فتح کا ارادہ ہے۔ تو پہلے شیخ صاحب سے معافی مانگ لیں تاکہ دینی و دنیوی بہتری نصیب ہو قطب الملک کرامت کے ڈر سے واپس گھر چلا آیا اور سخت شرمندہ ہوا۔ پھر اس حامی دین کو تکلیف دینے کی جرأت نہ کی۔ چونکہ ہر خوشی کے

بعد غمی لازمی ہے۔ اور ہر عیش و عشرت کے لئے زوال و ملامت ضروری ہے۔ اسلئے ساوات کے زوال کے دن نزدیک آ گئے تھے۔ اس کی کیفیت یوں ہے۔ کہ جب نظام الملک ناراض ہو کر دکن چلا گیا۔ تو جہاں جہاں ساوات کے آدمی تھے انہیں نکال کر ان کی جگہ اپنے آدمی بھرتی کئے۔ ساوات کے بھانجے دلاور علی خاں حاکم دکن نے ساٹھ ہزار سوار سے نظام الملک کا مقابلہ کیا۔ نظام الملک بھی برسر پیکار رہوا۔ اور آخر آنحضرت کی توجہ سے فتح پائی۔ قطب الملک نے اپنے بھتیجے عالم علی خان کو اسی ہزار جنگی سوار دیکر نظام الملک کے مقابلہ پر بھیجا۔ مغلوں نے اس بارے میں آنحضرت سے فتح کے لئے التماس کی آنجناب نے بھی از راہ لطف و کرم فتح کی خوشخبری عنایت فرمائی۔ واقعی اب بھی آنحضرت کی توجہ سے پہلی طرح فتح نصیب ہوئی ساوات یہ حالت دیکھکر بہت گھبرائے۔ آخر امام الملک بادشاہ کو لیکر نظام الملک کی طرف روانہ ہوا۔ اور قطب الملک سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے دار الخلافہ میں رہا۔ ابھی امام الملک بادشاہ کو لیکر اکبر آباد تک پہنچا تھا کہ محمد امین خان نے مغلوں سے مشورہ کر کے میر حیدر خان کو امام الملک کی ساری فوج لیکر مغلوں سے لڑائی کی۔ آخر ان میں سے اکثر قتل ہوئے باقی بھاگ کر قطب الملک سے جا ملے مغل حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کا شکریہ بجالائے اور آنحضرت کی خدمت میں تحفے اور ہدیے ارسال کئے۔ اس جانگداز اور غم افزا واقعہ کے بعد قطب الملک بیشمار لشکر جرار لیکر مغلوں پہ ٹوٹ پڑا۔ چونکہ مغل اس منبع کمالات نبوت اور مخزن مراتب ولایت کی حمایت میں تھے اس لئے غالب آئے اور آنحضرت کی دعا پایۂ اجابت کو پہنچی۔ وزارت، اور امارت کی خدمت غرضیکہ سلطنت کے تمام عہدے اور مرتبے مغلوں کو ملے۔ ذالک فضل اللہ یوتی من یشاءُ واللہ ذو الفضل العظیم ط

ذکر دربیان

واقعات و حادثات سلطنت کہ دریں سال بظہور آمدہ اند و التجا کردن مادر سلطان عصر روشن اختر محمد شاہ بجہت سلطنت پسر خود بجناب حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ و بشارت دادن آنحضرت

اور ابہ سلطنت روشن اختر و بہ سلطنت سیدین او از توجہ مبارک آنحضرت۔
پاکدامن بیگم جو سلطان عصر محمد شاہ روشن اختر کی والدہ تھی ہمیشہ صبح و شام فرخ سیر کے عہد میں حضرت قطب الاقطاب کی جناب مستطاب میں جو کمالاتِ نبوت کے آفتاب اور مراتبِ ولایت کے ماہتاب ہیں۔ اپنے فرزند دلبند کی کامرانی اور خلافت کے لئے جو فرخ سیر کا قیدی تھا التجا کیا کرتی تھی۔ کہ کیا ہی اچھا ہو کہ حدیقہ خاقان کا یہ نونہال اور شجرۂ شاہجہان کا یہ پھل جو اب خاقانی و قواعد سلطانی ہے تخت و تاج کو زینت دینے والا بن جائے ؎

چہ شود گر بکرم مرحمتے فرمائی گرہ از کار فرو بستۂ من بکشائی

اور شاہزادہ نازک مزاج درۃ التاج کی تکلیفوں سے جس کے نصیبے کا آفتاب مغرب ادبار میں گرفتار ہے۔ اور ملک زادۂ لطیف الطبع اور لطیف الوضع کی سختیوں سے جس کی دولت کا چاند گرہن میں آیا ہوا ہے اس زال آشفتہ حال جسے سوائے رنج و محنت اور سختی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اور جس کی سرگردان جان کو ہر گلی کوچے میں سوائے خرابی و پریشانی اور بدحالی کے اور کچھ میسر نہیں۔ کے دیوانے دل کو تسکین آجائے۔ ؎

باہر کسے کہ شرح دہم استانِ خویش صد داغ تازہ بردلِ آں ناتواں دہم

چونکہ روشن ضمیر درویشوں کی خاطر خطیر سینہ سوز مظلوموں کے درد اور ستم رسیدہ دل کے غم کے بارے میں خدارس اور فریاد رس ہوتی ہے۔ اِس لئے اِس بیگم قدسیہ کی مطلوبہ دعا قبول ہوئی۔ آنحضرت نے اسے خوشخبری دی کہ محمد شاہ روشن اختر ہند اور دکن کے تخت و تاج کا زینت افزا ہوگا۔ بیگم مذکورہ خوشی کو بڑھانے والی اور غم و اندوہ کو دور کرنے والی خوشخبری کو سن کر دوگانہ شکر بجالائی۔ اور آنحضرت کا آداب قیومیت بجا لاکر سلطان الاولیاء کی بہت کچھ تعریف کی ؎

در ظل آفتاب تو آسودہ اند خلق یارب مبادتا بہ قیامت زوالِ تو

تھوڑے ہی عرصہ میں قضا و قدر کے کارکنوں نے تقدیر کے رجسٹر اور تدبیر کے کارخانہ سے فرخ سیر صاحب سریر کو برہم کر دیا یعنی وہ اپنے امرائے عظام اور خوانین کرام سادات بارہہ کے ہاتھوں بڑی ذلت اور رسوائی سے قتل ہوا و قیمی ؎

کدام باد بہاری وزید در دوراں — کہ باز در عقبش نکبت و خرابی نیست

دوام پرورش اندر کنارِ مادرِ دہر — طمع مکن کہ درو بوئے مہربانی نیست

بعد ازاں امراء و ارکان سلطنت نے ورثہ کے طور پر رفیع الدولہ کو جو بہادر شاہ والا جاہ کے ابنائے کبار سے قابل سلطنت تھا تخت سلطنت پر بٹھا مبارک وخوشی کے نقارے اور شادیانے بجائے۔ بیگم قدسیہ یہ واقعہ خلافِ توقع دیکھ کر روتی کڑھتی جناب قطب زماں رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ اے پیر روشن ضمیر اکارخانہ تقدیر سے یہ کس قسم کی تدبیر ظہور میں آئی ہے۔ اور یہ کیسا ناپسندیدہ معاملہ اور نامرضیہ قضیہ نمودار ہوا ہے۔ آنحضرت نے متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ اس ہنگامہ کی گرمی اور اس خلیفہ کی سلطنت صرف دو تین مہینے نظر آتی ہے۔ آخر کار صاحب تخت و تاج روشن اختر ہی ہے۔ اس دیوانی اور حیران زمانہ کا دل آنحضرت کے فرمان سے مطمئن ہوا۔ جب دو تین مہینے گذر گئے۔ تو آنحضرت کے فرمان کے موافق موجودہ بادشاہ مرگیا۔ اسکے بعد رفیع الدرجات کو بطور وارث اعیان وارکان سلطنت نے تختِ شاہی پر بٹھایا پھر وہ بیگم غم واندوہ سے بھری ہوئی واویلا مچاتی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ اب بھی اس سراپا نا امید کی امید کا غنچہ باغ عشرت میں نہ کھلا۔ بلکہ اَلٹا پژمردہ ہوگیا۔ میری حالت پر سخت افسوس ہے۔ پہلی طرح پھر آنحضرت نے فرمایا کہ یہ نقش بر آب وشل حباب نظر آتا ہے۔ خاطر جمع رکھو صاحب چتر روشن اختر ہی ہے۔ وہ خاتون جلیس حجرۂ غموم وانیس حجلہ سموم چونکہ آنحضرت کی مخلصہ و معتقدہ بدرجہ غایت تھی۔ اسواسطے مطمئن ہو کر چلی گئی۔ واقعی درویشوں کی زبان سیف قاطع ہوتی ہے رفیع الدرجات کی سلطنت بھی دو تین ماہ سے زیادہ نہ رہی۔ عین جوانی میں باحسرت و ناکامی اکبر آباد میں جبکہ امام الملک اسے لئے ہوئے دکن جارہا تھا مرگیا ؎

مادرِ دہر نہ پرورد کسی را کہ نکشت — بینی اے دوست کہ ایں دایۂ بے مہر و وفا ست

بعد ازاں امراء و وزراء نے متفق ہو کر عالی گہر روشن اختر کو دار الخلافہ سے منگا تاج شاہی سر پر رکھ اکبر آباد میں تختِ شاہی پر بٹھایا ؎

روشن اختر بود اکنوں ماہ شد — یوسف از زنداں بر آمد شاہ شد

بیگم قدسیہ عمدہ و نفیس تحفے و ہدایا اس غریب نواز کی خدمت میں لائی۔ اور شکریہ

ادا کیا۔ اس ضمن میں چند آرزوؤں کے بعد مغل جمیت اسلامی اور اپنے ولی نعمت کے قتل کی وجہ سے قطب الملک اور امام الملک کے سخت دشمن تھے۔ موقعہ پاکر انہیں انکے برے اعمال کی سزا دی۔ چنانچہ امام الملک کو جو امیر الامراء تھا قتل کر دیا جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہے ؎

مگیں مشو کہ ساقیٔ قدرت بجام دہر گر صاف لطف میدہد گاہ جام زہر

قطب الملک نے یہ وحشت ناک خبر سنکر شاہی لشکر سمیت ابراہیم کو تخت شاہی پر بٹھا کر روشن اختر پر حملہ کیا۔ چونکہ قطب الملک بہادری اور دلیری میں شہرۂ آفاق تھا۔ اسواسطے بیگم قدسیہ مغموما نہ حالت بنائے آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئی ؎

دہن خشک لب تشنہ وچشم ترما درد مندیم خبر میدہد ارسوز دروں

جبکہ دریائے رنج سے ساحل گنج پر آنکا ہے ؎

دستم چناں بگیر کہ گویند دستگیر اے دستگیر عالم دست مرا بگیر

قطب الملک سخت کوش اور خدا فراموش ہے ؎

شود قوم تورانیاں رازیاں اگر دست یابد بتورانیاں

چونکہ وہ قدسیہ بیگم اس خدا آگاہ ولایت پناہ کی فیض گستری اور نوازش گری سے ممتاز و سرفراز تھی۔ اسواسطے اس کی یہ التماس بھی قبول ہوئی اور فرمایا کہ روشن اختر صاحب تخت و تاج اور ہماری دعا کے زیر سایہ ہے اللہ تعالےٰ اس کا حامی و مددگار ہوگا۔ اگر لاکھ قطب الملک بھی ہوں تو بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے ؎

ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد چراغے را کہ ایزد بر فروزد

واقعی بزرگوں کی توجہ جوڑ کے ہوئے کاموں کو حل کرنے والی اور عارفوں کی مہربانی سے جو نارساؤں کا ذریعہ کامیابی ہوتی ہے۔ محمد شاہ کو فتح و نصرت نصیب ہوئی۔ قطب الملک کے بہادر اور دلیر سوار بر خلاف دلاوری کے بجائے برقرار رہنے کے فرار ہو گئے۔ قطب الملک کو شاہی آدمیوں نے گرفتار کر لیا۔ اسکے بعد ابراہیم کو قید میں ڈالا گیا۔ قطب الملک نہایت سختی اور بیرحمی سے قتل کیا گیا۔ چونکہ حقیقی منصب اور تحقیقی عادل جس کے ہاتھ میں جہان اور اہل جہان کی تدبیر کا کارخانہ اور تقدیر کا دفتر ہے۔ ناحق کو رواج نہیں دیتا ؎

ہر کہ بدی کرد بجز بد ندید آفت آں نیز ور بوے در رسید

جس عذاب اور سختی سے قطب الملک نے فرخ سیر کو ہلاک کیا تھا۔ اس سے زیادہ مغلوں سے دیکھی ؎

چنیں گفت دانائے آموزگار مکن بد کہ بد بینی از روزگار

سادات کی وہ دولت و عظمت اور جاہ و جلال اور قطب الملک کا باغ نوبہار باد سموم سے پائمال ہوگیا ؎

تا فلک معمار ایں معمور شد بے خارِ غم یک گلِ شادی بباغ زندگانی کس نیافت
گلستانِ عمر را در مرغزارِ روزگار نوبہارے خالی از باغ خزانی کس نیافت

جب روشن اختر بادشاہ کا ظفر اثر لشکر اکبر آباد سے شاہجہان آباد میں آیا تو ارکانِ دولت نے روشن اختر سے خواہش ظاہر کی کہ آپ جناب قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جب آنحضرت نے سُنا کہ روشن اختر حاضر خدمت ہونا چاہتا ہے۔ تو فرمایا۔ کہ اس کے آنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ہر وقت دعاگو ہیں۔ اپنی دستار مبارک بطور تبرک بھیجی کہ یہ روشن اختر کے سر پر باندھ دینا۔ اور آنحضرت نے محمد شاہ لقب مقرر فرمایا۔ اس اثناء میں بادشاہ کو بھی آنحضرت کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔ اپنے ہاتھ سے نیازمندانہ عرضی لکھ کر بھیجی کہ اگر حکم ہو تو جناب کی آستان بوسی کا شرف حاصل کروں۔ چونکہ آنحضرت امراء و سلاطین کی ملاقات کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اسواسطے فرمایا کہ تمہارے آنے کی ضرورت نہیں میں صبح شام غائبانہ دعا کیا کرتا ہوں۔ اصل غرض آنے کی فقیروں کی دعا لینا ہے۔ سو میں خود کرتا رہتا ہوں۔ اسواسطے آنیکی تکلیف نہ کرنا۔ بادشاہ نے بہتیری مرتبہ منت و سماجت کی عرضیاں لکھ بھیجیں لیکن بے سود۔ جب تک آنحضرت زندہ رہے ہر سال بادشاہ زیارت کے لئے عرضی ارسال خدمت کرتا لیکن آنحضرت منظور نہ فرماتے۔ بارہا حضرت خلیفۃ اللہ کی والدہ ماجدہ مریم مکانی کے وسیلہ سے کہلوایا اور بارگاہ قیومیت کے اکثر مریدوں اور خلفاء نے بھی عرض کیا۔ لیکن تمام بے فائدہ و رائیگاں۔ چنانچہ حسب موقع انشاء اللہ بیان کیا جائیگا

ذکر در بیان

سال ہفدہم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

ولادت مخدوم زادہ خواجہ محمد احرار و مرید شدن خواجہ ضیاء اللہ کشمیری وعنایت شدن خلعت تجدید از حق تعالیٰ بجناب و مرید شدن مؤلف ایں کتاب فقیر محمد احسان وبیان قصہ اصحاب بساط آنحضرت۔

اس سال خواجہ ضیاء اللہ کشمیری آنحضرت کے مرید ہوئے۔ آپکے مرید ہونیکا سبب یہ ہوا۔ کہ آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دست مبارک پکڑے ہوئے ایک مسجد میں آئے جہاں حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت ایک ہوگئی۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خواجہ ضیاء اللہ کو فرمایا کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ کہ تم جاکر شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کے مرید ہو۔ کیونکہ وہ قطب جہاں اور قیوم زماں ہے۔ دوسرے دن خواجہ صاحب آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت خواجہ صاحب پر بدرجہ غایت مہربان تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ فخر کشمیر ہیں۔ خواجہ ضیاء اللہ نہایت حلیم ومتواضع تھے۔ اسی واسطے آنحضرت نے انہیں "ہَیِّنٌ لَیِّنٌ" کا خطاب دے رکھا تھا۔

اسی سال مخدوم زادہ عالی قدر خواجہ محمد احرار متولد ہوئے۔ آنحضرت نے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی اور لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ اگر یہ فرزند زندہ رہا۔ تو اعلیٰ درجے کا ولی ہوگا اور وادیئے ضلالت کے بہت سے راہ گم کردوں کو ہدایت کریگا۔

اسی سال ایک روز حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے بعد حلقہ مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ پروردگار کی طرف سے آنحضرت کو خلعت تجدید عنایت ہوئی لوگو! ان کی اطاعت کرو تاکہ تمہاری بہتری ہو۔ آنحضرت نے خلعت تجدید بروز پیر ۲۷ رجب ۱۱۳۳ھ ہجری کو پہنی۔ حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے بعد دوسری صدی قیومیت کے مجدد ہیں۔

اسی سال یہ فقیر حقیر پر تقصیر محمد احسان مؤلف کتاب جناب قیومیت مآب کی خدمت میں مرید ہوا۔ میرے مرید ہونے کا سبب یہ ہوا کہ میں نے لڑکپن سے

ٹھانی ہوئی تھی۔ کہ میں قطب وقت کا مرید بنوں گا۔ میں ہمیشہ بارگاہِ الٰہی میں ملتجی رہتا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ قیامت قائم ہے۔ اور لوگ حرج مرج میں گرفتار ہیں۔ اسی اثناء میں میدان قیامت میں شور مچ گیا کہ قطب الاقطاب آ رہے ہیں۔ اور بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ وہ قطب پل صراط پر سے گذرنے لگا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پل صراط چوڑا ہو گیا ہے۔ ہم بلا تکلف و تکلیف اس پر سے گذر گئے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو پل صراط پھر بدستور تنگ ہے۔ اور سمٹ لی گئی ہے۔ اور ایک شخص بآواز بلند کہتا ہے۔ کہ پل صراط صرف قطب الاقطاب اور اس کے مریدوں کے لئے چوڑی کی گئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ اس قطب کا نام کیا ہے لوگوں نے کہا اس کا نام شیخ محمد زبیر ہے۔ جو اس زمانے کا قطب ہے۔ جب میں جاگا تو اس قطب کا حلیہ میں نے یاد رکھا۔ ابھی میں حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے دیدار فائض الانوار سے مشرف نہیں ہوا تھا کیونکہ ان دنوں ہم سرہند میں رہتے تھے اور میں کبھی شاہجہان آباد نہیں گیا تھا۔ کہ آنحضرت کی زیارت کرتا۔ نیز آنجناب میری پیدائش سے پہلے ہی شاہجہان آباد تشریف لے گئے تھے۔ اس خواب کے دیکھنے کے بعد ایک دن میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا۔ کہ قطب وقت کون ہے؟ فرمایا حضرت محمد زبیر قطب وقت ہیں۔ میں نے اپنا خواب بمعہ نیت ظاہر کیا۔ اور اس قطب کا حلیہ بھی بیان کیا۔ فرمایا۔ یہ حلیہ حضرت محمد زبیر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ قطب زمانہ ہیں۔ تمہارا خواب بالکل صحیح اور سچا ہے۔ اب میں شاہجہان آباد جا کر تمہیں مرید کراؤں گا۔ جب میں اپنے والد ماجد کے ساتھ شاہجہان آباد گیا۔ اور آنحضرت کی زیارت کی۔ تو جو حلیہ میں نے خواب میں دیکھا تھا ظاہری آنکھوں سے دیکھ لیا۔ بعد ازاں میرے قبلہ گاہ نے مجھے آنحضرت کا مرید کرا دیا۔ آنحضرت نے مجھ پر بدرجہ کمال مہربانی فرمائی۔

اسی سال ایک روز حضرت سلطان الاولیاء باغ جنت آثار کی سیر کو تشریف لے گئے۔ آنحضرت ظہر کی نماز ادا کر کے ایک بساط پر یاروں سمیت بیٹھے اور مراقبہ کرتے رہے چنانچہ عصر کی نماز تک مراقب رہے۔ مراقبہ سے سر اٹھا کر لوگوں کو فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اس وقت تم پر خاص نظر عنایت فرمائی ہے۔ اپنے فضل و کرم

سے تم سب کے گناہ بخش دیئے ہیں اور اپنے مقربوں میں داخل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ۔ تمام یار جو اس وقت بساط پر موجود تھے۔ دوگانہ شکر الٰہی بجالائے۔ اور ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اپنے مقربوں میں داخل فرمایا ہے۔ جو لوگ اس بساط پر موجود نہ تھے۔ وہ اس بشارت سے محروم رہے۔ اور سخت افسوس کرتے تھے۔ جو اصحاب بساط پر تھے ان کی تعداد ستر تھی۔ اور سب کے سب آنحضرت کے بڑے بڑے خلفاء تھے۔

ذکر در بیان

سال ہژدہم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ مرید شدن خواجہ عبدالرحمان و قصہ اصحاب ارم و بیان قضایا کہ دریں سال واقع شدہ اند۔

اس سال خواجہ عبدالرحمان مرادآبادی حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں مرید ہوئے۔ آپ نے اپنے مرید ہونے کا سبب مجھ (مولف رح) سے یہ بیان کیا۔ کہ میں خدا طلبی کے لئے فقراء کے پیچھے پھرا کرتا تھا۔ اچانک ایک جنگل میں جانکلا۔ جہاں ایک نورانی شکل پیر مرد کو دیکھ کر بے اختیار اس کے پاؤں پر سر رکھ دیا اور اپنا مدعا ظاہر کیا۔ اس نے کہا میں خضر ہوں۔ تو ہر طرف کیوں مارا مارا پھرتا ہے۔ اور اپنے پیارے وقت کو ضائع کرتا ہے۔ میں تجھے قیوم وقت کا پتہ دیتا ہوں۔ ان کا نام محمد زبیر رضی اللہ عنہٗ ہے اور شاہجہان آباد میں رہتے ہیں۔ ان کی توجہ سے تو سیراب ہو جائے گا۔ یہ کہکر وہ عزیز غائب ہو گیا۔ لیکن اس کے کہنے سے مجھے پورا اطمینان ہو گیا چنانچہ میں آنحضرت کی قدم بوسی کیلئے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک عزیز صاحب حال سے میری ملاقات ہوئی میری حالت پوچھی میں نے بیان کر دی۔ اس نے کہا کہ اگر قرب الٰہی کا انتہائی درجہ چاہتے ہو تو اس وقت کے قطب الاقطاب کے پاؤں جا پڑو۔ میں نے پوچھا کیا تم اسے پہچانتے ہو۔ اس نے کہا۔ تمام اولیائے وقت انہیں سے فیض کے منتظر ہیں۔ میں کیونکر نہیں پہچانتا۔ میں نے پوچھا۔ تو پھر وہ کون ہیں۔ کہا حضرت

شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ - جن کی توجہ سے ہزارہا آدمی کامل اولیا ہو گئے ہیں۔ اسکے کہنے سے میرا اعتقاد اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ عرش و کرسی پر حضرت شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک لکھا ہوا ہے۔ یہ خواب دیکھ کر میں بہت جلدی حضرت خلیفۃ اللہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوا۔

اسی سال ایک روز حضرت سلطان الاولیاء بادشاہی باغ کی سیر کے لئے تشریف لیگئے باغ کے پھول جناب کے قدوم میمنت لزوم سے بڑھتے تھے اور شاخ سے جوان کے لئے بمنزلہ محل آنحضرت کی پائے بوسی کے لئے جھکتے تھے آنحضرت نہایت خوش و خورم ہو کر اس باغ ارم میں بیٹھے۔ جناب الٰہی سے آنحضرت پر بدرجہ غایت عنایت ہوئی۔ آنحضرت نے معہ تمام یاروں کے مراقبہ کیا۔ دیر تک مراقبہ میں رہ کر اپنے تمام اصحاب کو جو اس وقت اس باغ میں آنجناب کے نزدیک یا دور بیٹھے تھے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے فضل و کرم سے اکمل اولیاء میں داخل فرمایا ہے اور کمال درجے کا اپنا قرب عطا فرمایا ہے۔ ایک شخص ایک تیر کے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا اس کے حق میں بھی فرمایا کہ یہ بھی انہیں میں سے ہے یعنی اسے بھی وہی خوشخبری حاصل ہے آنحضرت کے فرمانے سے اس شخص کا لقب "ھذا رجل منھم" ہو گیا۔ اب وہ اسی نام سے مشہور ہے۔

ذکر دربیان

سال نوزدہم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

بیان عشرہ مبشرہ کہ حق تعالیٰ بہ بعیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
بآنحضرت بشارت دادہ اند و بیان قضایا کہ دریں سال واقع شدہ اند

اس سال حضرت سلطان الاولیاء سلطان ہند کی والدہ ماجدہ کے باغ کی سیر کو تشریف لے گئے جو خوبصورتی اور نفاست میں بے نظیر تھا۔ اس باغ کے پھولوں میں آنجناب کے وجود مسعود سے بے اندازہ تر و تازگی اور طراوت و نظارت آگئی۔ گویا باغ ارم پر سبقت لے گئے ہیں۔ اور باغ بہشت کی برابری کرتے تھے۔ پھول۔ گلزار گلگشت اور لالہ زار جس سے جسم کو فرحت اور آنکھوں کو

بصارت حاصل ہوتی تھی۔ ان کی آب و تاب سے گل اندام گل جبینوں کے چہرے پر عرق شرم آتا تھا۔ اور نرگس کے رشک سے معشوقوں کی آنکھ بیمار تھی۔ اس کا گل لالہ لالہ عذاروں پر سبقت لے گیا تھا۔ بلکہ اس نے بازار حسرت کو رونق دے رکھی تھی۔ اس کے داغ دل پر محبوب کا خال حسد کرتا تھا۔ بلکہ محبوبوں کے دل کا سویدا اس پر رشک کرتا تھا۔ وہ ایک دانہ سپند ہے۔ اس کا گل نافرمان ناز پرداز نازنینوں کو نافرمانی کی تعلیم کرتا ہے۔ اس کے سمن کو گل اندام سے پوری نسبت ہے۔ اور اس کے سرو کو سرو سہی سے پوری مشابہت۔ اس کی سوسن کے رشک سے آسمان نیلگوں لباس پہنے ہوئے ہے۔ اس کے گل شبو کے مقابلہ میں سیارے دندان حسرت نکالے ہوئے ہیں۔ اس کا سورج مکھی آفتاب کو مات کر رہا ہے ؎

ہر برگ گلشن زبس طراوت　　　جوشید ز جوشش نزاکت

اس کی سنبل نے زلف خورشید کی طرح نظارہ کرنے والوں کو دریائے شوق کی لہروں میں پھنسایا ہوا تھا۔ اور اس کے عشق پیچہ نے عاشقوں کو پیچ و تاب سکھایا ہوا تھا ؎

ازجوش بہار ہر طرف گل　　　بر دست نہاد ساغر مل

اس کے چاروں کونوں میں چار تالاب اجسام میں بمنزلہ عناصر مرتب تھے جو حوض کوثر کی برابری کرتے اور چشمہ تسنیم پر ہنسی اڑاتے تھے۔ باد صبا اور باد شمال ہر دم ان کی بلائیں لیتی تھیں۔ اگر ان کی لہروں کے سلسلے کو تماشائیوں کی زنجیر پا کہا جائے تو مناسب ہے اور اگر محبوبوں کے گلے کا ہار کہا جائے تو بجا ہے۔ شاید جمال یار کی مجذوب ہیں۔ کہ لہر کی زنجیر ان کے پاؤں میں ہے اور ہر دم جوش کے مارے لبوں پر کف لاتی ہیں۔ چنانچہ کسی نے ان کی تعریف میں کہا ہے کہ ؎

دجلہ را امروز رفتارے عجب مستانۂ　　　پائے در زنجیر کف برلب مگر دیوانۂ

اس کے کنارے کا سبزہ غمزہ معشوقوں کے گھائل شدگان کیلئے بستر راحت ہے۔ اس کے آگے زہرہ جبینوں کے خط نے عاجزی کا خط کھینچا ہوا ہے۔ آنحضرت پر عالم خوش وقتی تھا۔ اسی اثناء میں باخیر و برکت نزول واقع ہوا۔ حضرت خلیفۃ اللہ

رضی اللہ عنہ نے مع تمام یاروں کے مراقبہ کیا۔ دیر بعد سر اُٹھا کر نماز عصر ادا کی نماز سے فارغ ہو کر یاروں کو فرمایا۔ کہ عین نماز کے وقت مجھے الہام ہوا ہے۔ کہ جن یاروں نے تیرے پیچھے نماز ادا کی ہے ان میں سے دس کو میں نے بخش دیا ہے میں نے عرض کیا۔ کہ یہاں جس قدر تیرے بندے موجود ہیں سبھی تیری بخشش کے امیدوار ہیں۔ پھر الہام ہوا کہ یہ بشارت بہ تبعیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تجھے عنایت کی ہے۔ جس طرح آنحضرت صلعم کا عشرہ مبشرہ تھا۔ اسی طرح تیرے دس یاروں کو بھی ہم نے بخش دیا ہے۔ میں شکر بجالایا۔ آنحضرت کے تمام یار اس خوشخبری کو سُنکر شکر الٰہی بجالائے۔ اور اس عشرہ مبشرہ کو مبارکباد دی۔

اسی سال ایک سوداگر قندھار سے آکر آنحضرت کی خدمت میں مرید ہوا وہ اپنے مرید ہونے کا سبب یہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں جنگل میں اپنے قافلے کے ساتھ جا رہا تھا۔ اچانک میں نے ایک مرد خدا کو دیکھا جس کی پیشانی سے انوار ولایت واطوار سعادت نمایاں تھے۔ مجھے کہا۔ کہ اس سے اچھی تجارت کر۔ جس کے حق میں پروردگار نے فرمایا ہے "رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ" اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہیں خرید و فروخت یاد الٰہی سے نہیں روک سکتی، میں نے پوچھا وہ تجارت کیونکر ہاتھ آتی ہے۔ اس نے کہا حضرت شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ، کی خدمت میں جا کر مرید ہو جاؤ کیونکہ وہ قیوم قطب زماں ہیں۔ تاکہ حق تعالیٰ انکی طفیل تجھے اپنے قرب کا انتہائی درجہ عطا فرمائے یہ کہکر وہ غائب ہو گیا میں سمجھ گیا کہ وہ رجال الغیب سے تھا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ اولیاء اللہ کی مجلس منعقد ہے۔ صدر مجلس ایک بزرگ ہے جس کے سامنے تمام دست بستہ بیٹھے ہیں۔ میں نے ایک سے پوچھا یہ کون ہیں۔ اچانک وہ شخص نمودار ہوا جس نے مجھے نصیحت کی تھی۔ پھر اس نے مجھے کہا کہ یہ تمام اولیائے وقت ہیں۔ اور صدر جلسہ حضرت شیخ محمد زبیر قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر وہ عزیز مجھے لاکر مُرید کرا گیا۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو آنحضرت کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ جب آنحضرت کے دیدار فائض الانوار سے مشرف ہوا۔ تو ٹھیک وہی شکل و صورت تھی جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ میں جان و دل سے معتقد ہو کر مرید بنا۔

ذکر در بیان

سال بستم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ و بیان خلافت دادن صوفی فرمان را فرستادن او را بہ کابل و بارہ بیان احوال خواجہ محمد امین

اس سال صوفی فرمان جو شیخ محمد عابد سے اُتر کر آنحضرت کے تمام خلفاء سے افضل تھے خلافت دیکر کابل بھیجا وہاں کے لوگوں نے آپ کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا اور اس قدر مائل و معتقد اور مرید ہوئے۔ کہ وہاں کے موجودہ مشائخ نے بڑا حسد کیا۔ کیونکہ ان کے تمام مرید صوفی صاحب کے مرید ہو گئے۔ ایک روز وہاں کے مشائخ آپ کے معترض ہوئے کہ تم نے ہمارے مریدوں کو کیوں اپنا مُرید کر لیا ہے۔ صوفی صاحب نے نہایت غصے ہو کر فرمایا کہ تم ان بیچاروں کی راہزنی کرتے ہو۔ تم انہیں راہ خدا پر آنے نہیں دیتے۔ اُنہوں نے پوچھا تمہیں کیونکر معلوم ہے کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور تم صاحب کمال ہو۔ صوفی صاحب نے فرمایا ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ آزمائش کر لو۔ سب نے اس بات کو قبول کیا۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ ایک شخص ڈھکا ہوا دستر خوان لایا صوفی صاحب نے پوچھا بتاؤ اس میں کیا ہے پھر صوفی صاحب نے فرمایا۔ کہ اچھا ہمارے تمہارے امتحان کے لئے یہی کافی ہے بتاؤ اس میں کیا کیا چیز ہے۔ صوفی صاحب نے کشف باطنی سے معلوم کر کے ساری چیزیں بتا دیں۔ وہ شرمندے ہو کر اُٹھ گئے۔

اس سال خواجہ محمد امین کو جن کا حال پہلے بھی کچھ لکھا گیا ہے۔ آنحضرت نے خلافت دیکر کابل کے گرد و نواح میں بھیجا۔ وہاں جب قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ تو خودی اور تکبر میں آکر خیال کیا۔ کہ جو قوت ارشاد مجھے حاصل ہے۔ اسے آنحضرت لینا بھی چاہیں تو نہیں لے سکتے۔ آنجناب بنور باطن اس کے اس خیال سے آگاہ ہو کر اس سے ناراض ہو گئے۔ جب خواجہ نے اپنے باطن میں بے مزگی دیکھی۔ تو بے قرار ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ چونکہ آنحضرت ناراض تھے اسواسطے پرواہ نہ کی۔ خواجہ صاحب کی باطنی بدمزگی اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اِس لئے روتے

اور واویلا کرتے پھرتے تھے کہ میں اب لاعلاج ہوں۔ پھر واپس وطن گئے۔ رخصت کے وقت آنحضرت نے نیاز کو بھی قبول نہ فرمایا۔ ایک ہفتہ گذرا تھا۔ کہ یہ خبر کابل میں پہنچ گئی کہ خواجہ صاحب سے قطب وقت ناراض ہیں۔ یہ سنکر خواجہ صاحب کے معتقد منحرف ہو گئے ع۔

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

ابھی خواجہ صاحب آدھی راہ طے کر چکے تھے کہ یہ خبر وحشت اثر سنی گھبرا کر پھر درگاہ عرش اشتباہ میں حاضر ہوئے۔ اور اس طرح کی عاجزی کی۔ کہ آنحضرت کو بھی آپ کی نامرادی اور حالت زار پر رحم آیا۔ پھر آپ کے حق میں عنایت فرمائی اور توجہ دیگر بحال کیا۔ لیکن قوت ارشاد لے لی۔ پھر خواجہ صاحب سے ارشاد نہ ہو سکا اور نہ ہی پہلی طرح کا استقلال باطنی نصیب ہوا۔

ذکر در بیان

سال بست و یکم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ بیان اصحاب مطر و ذکر جنگ کردن مبارز خان و نظام الملک و استمداد توجہ خواستن نظام الملک از آنحضرت و بشارت دادن آنجناب او را بآں شہادت مبارز خاں و قضایا کہ دریں سال واقع شدہ اند۔

اس سال ایک روز حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ کی دعوت خواجہ ضیاء اللہ کشمیری الملقب بہ حسن دین نے کی اور اپنے گھر لے گیا۔ آنحضرت بھی اس پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔ اس کی دعوت کو قبول کر کے اس کے گھر تشریف لیگئے کھانا کھانے سے فارغ ہو کر تفریح کے لئے چھت پر تشریف لے گئے اسی اثنا میں نماز کا وقت ہوا۔ ہمراہیوں نے وضو کر لیا۔ تو اس کثرت سے مینہ برسنا شروع ہوا کہ چھت سے اُترنے کی مہلت نہ ملی۔ آنحضرت نے عین بارش میں تمام ہمراہیوں سمیت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر یاروں کو فرمایا۔ کہ میں نے عین نماز کے وقت جناب الٰہی میں عرض کیا تھا۔ کہ آدمیوں کے کپڑے بھیگ گئے ہیں۔ اور بہ سبب بارش

نماز میں مطلوبہ احتیاط نہیں ہو سکی کیونکہ نماز قبول ہو گی۔ اتنے میں الہام ہوا۔ کہ میں نے ان کی نماز کو قبول کر لیا ہے۔ جو شخص اس نماز میں تمہارا شریک تھا اسے بھی بخش دیا یہ تمام میری بارگاہ کے مقربوں کے صدر نشین ہیں۔ اصحاب مطر ستائیس ۲۷ آدمی تھے۔ جو سب کے سب آنحضرت کے مشہور خلفاء تھے۔

اسی سال نظام الملک نے مبارز خاں پر فتح حاصل کرنے کے لئے مدد کی درخواست آنحضرت کی خدمت میں کی۔ اس کی اصلیت یہ ہے کہ جب بادشاہ عیش وعشرت اور فسق و فجور میں مشغول ہو گیا۔ اور امور سلطنت کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور تمام ممالک محروسہ ہند میں کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ بادشاہی ضبط اٹھ گیا تھا اور سلطنت کا خوف و رعب رعایا پر سے اٹھ گیا تھا تو نظام الملک جو عالمگیر اور نگزیب کا تربیت کردہ تھا اور عقلمندی اور دانائی میں بے نظیر تھا۔ ہر روز بادشاہ کو وعظ و نصیحت کرتا۔ لیکن بادشاہ کے کان پہ جوں بھی نہ چلتی بلکہ الٹا ہنسی اڑاتا۔ نظام الملک نے اس بات سے ناراض ہو کر شکار کے بہانے دکن کی راہ لی۔ بادشاہ نے اس کے بلا اجازت چلے جانے پر ناراض ہو کر امیروں سے مشورہ کیا۔ اور اس کی بیخکنی کرنی چاہی۔ لیکن اس کے رعب کے مارے کسی امیر کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ کہ اس مہم کا بیڑا اٹھائے۔ مبارز خاں کے بیٹے عبدالمعبود خاں نے جس کا باپ حیدر آباد کا حاکم اور بہادری اور دلیری میں شہرہ آفاق تھا کہا۔ کہ میرا باپ نظام الملک کا مقابلہ کریگا اور اس کی مہم کے لئے کافی ہوگا اور اس کا قلع و قمع کریگا۔ بادشاہ نے تمام دکن کی حکمرانی اس کے نام لکھ قطعی حکم دیا کہ نظام الملک کو دریائے نربدہ سے پار نہ ہونے دینا۔ اور دکن کی سرحد میں داخل نہ ہونے دینا۔ مبارز خاں حیدر آباد سے چل کر اورنگ آباد میں آیا۔ اتنے میں نظام الملک نے دریائے نربدا سے گذر کر ملک دکن میں خیمے نصب کر لئے۔ مبارز خاں نے اسے پیغام بھیجا کہ تو میرے ملک میں کیوں داخل ہوا ہے۔ تو میں قدیمی آشنا ہیں۔ بہتر یہ ہے۔ کہ اپنی راہ لے اور اس ملک سے اپنی جان سلامت لے جا۔ ورنہ بزور شمشیر تجھے نکال دونگا۔ نظام الملک نے اس کے جواب میں یہ خط "ہمارے اور تمہارے درمیان قدیم سے دوستانہ حقوق چلے آتے ہیں۔ جو اخلاص مجھے آپ سے حاصل ہے وہ کسی اور سے نہیں۔

اسی طرح آپ بھی میرے مخلص ہیں لیکن افسوس ہے کہ اب وہ محبت دشمنی سے بدل رہی ہے۔ اور اتفاق نفاق کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ آؤ ملک دکن کو باہمی تقسیم کرلیں۔ آپ بادشاہ کے کہنے پر نہ جائیں۔ کیونکہ میں نے اسے دیکھ لیا ہے وہ بیوقوف اور بے عقل ہو رہا ہے۔ وہ امور سلطنت کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں دیتا۔ میں نے اسے بہتیرا سمجھایا بجھایا لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ بلکہ الٹی مجھ پر ہی ہنسی اڑائی۔ اس واسطے میں وہاں سے کنارہ کش ہو آیا ہوں۔ آپ بھی آخر کار بادشاہ کی ناشائستہ حرکات سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور میرے ساتھ جو دشمنی کرنے لگے ہو اس کے بارے میں بعد میں پچھتاؤ گے لیکن پھر یہ موقع ہاتھ نہیں آئے گا بہتر یہ ہے کہ اس خیال محال سے باز آجائیں،، معہ تحائف وحلوے اور میوہ جات ایلچی کے ہاتھ مبارز خاں کے پاس بھیجا۔ مبارز خاں نے اس کی بھیجی ہوئی چیزوں کو دریا میں پھینکوا دیا اور نظام الملک کو پیغام بھیجا کہ میں تجھے حقیقی بھائی سے بھی بہتر جانتا تھا اور تمام کاموں میں تیرا شریک تھا لیکن کیا کروں اولوالامر کی مخالفت نہیں کرسکتا اور اپنے ولی نعمت کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ مناسب یہی ہے کہ یا واپس چلے جاؤ یا آمادہ جنگ ہو جاؤ۔ نظام الملک نے صلح کی درخواست بھی کی لیکن اس نے صلح کو منظور نہ کیا۔ اور جنگ کی تیاری میں مشغول ہو گیا۔ جب لڑائی کا دن مقرر ہو گیا، تو نظام الملک اور مغل اور تورانی بر سبب مبارز خاں کی دلیری اور بہادری کے ڈرنے لگے۔ نظام الملک نے ایک عرضی درباره توجہ باطنی بغرض فتح ونصرت حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں آنحضرت کے خلیفہ صوفی ابوالحسن کی وساطت سے بھیجی۔ شاہجہان آباد میں جس قدر مغل رہتے تھے سب نے آنحضرت کی خدمت میں فتح ونصرت کی درخواست کی۔ چونکہ آنحضرت طرفین کے جنگ سے خوش نہ تھے کیونکہ مبارز خاں ایک متقی پرہیزگار اور خدا دوست آدمی تھا اس لئے فرمایا کہ جہاں تک ہوسکے صلح کرلو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ نظام الملک نے صلح کے لئے بدرجہ غایت کوشش کی ہے۔ لیکن مبارز خاں کسی طرح بھی صلح نہیں کرتا۔ آخر آنحضرت نے متوجہ ہونے کے بعد فرمایا کہ انجام کار نظام الملک فتح پائیگا۔ اور مبارز خاں شہید ہو جائیگا لیکن اس شہادت سے ملول ہو کر فرمایا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر روز مغل

اور نظام الملک کے رشتہ دار جو شاہجہاں آباد میں تھے۔ آنحضرت کی خدمت میں نظام الملک کی فتح کے لئے ملتجی ہوتے۔ انہیں دنوں ایک روز عبدالمعبود خان ولد مبارز خاں نے میرے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ میرے باپ کی فتح کے لئے استخارہ کریں جب آنجناب متوجہ ہوئے تو مبارز خاں کا شہید ہونا ظاہر ہوا۔ اُسی وقت اپنے بڑے بیٹے شیخ محمد احسن کو بتا دیا لیکن اس کی دل شکنی کی وجہ سے اس پر ظاہر نہ کیا۔ صرف اتنا فرمایا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ تمہارے باپ کا انجام بخیر کرے۔ القصہ جب دونو کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ تو عالمگیر رومی خورشید شجاع سطوت سے اورنگ خاور پر نمودار ہوا اور شاہ شام سپاہ بیجان اور شکست خوردہ کو لیکر گوشہ مغرب میں جا گھسا ؎

نمودار شد فوج بہر نبرد | برآمد ز گردون گردندہ گرد
ازاں سو مبارز خانِ دلیر | بغرید در رزم چوں نرہ شیر
بغرید نقارہ بر پشتِ پیل | ز رنجش شدہ خشک لب رودنیل
برآمد غریو از چشم ہفت جوش | ملک مضطرب شد فلک زد خموش
بجوشید مغز دلیرانِ جنگ | برآمد بہر جانب شور و شنگ
چو بستند شمشیرہا بر کمر | کہ سازند عدو را چو شق القمر

کہتے ہیں بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ دونو طرف کے بہادروں نے بدرجہ غایت کوشش کی شجاعت اور بہادری سے شیر مست کی طرح بھرتے تھے اور زبان سے نعرے مارتے تھے۔ اور ہاتھ سے تلوار چلاتے تھے۔ طرفین کے ہزارہا آدمی ہلاک ہوئے ؎

روا رو در آمد ز راہِ نبرد | ہزاہز در آمد بمردانِ مرد
سیاست در آمد بگردن زنی | ز چشم جہاں دور شد روشنی
نمودند بسیار مردانگی | ہم از زیرکی ہم ز دیوانگی
چو خانِ مبارز در آمد بجوش | برآورد آواز فرخ سروش
کہ اے جنگ جویانِ غیرت نہاد | درِ مرگ بر خویشتن کرد باز
چو امروز پیش آمدہ روز جنگ | نظر کردہ باید بناموس و ننگ

دلیرانِ جنگی و گردن فراز | ہمہ شیر گردوں ہمہ رزم ساز
زہر چار جانب فراہم شدند | پئے ننگ و ناموس باہم شدند
چناں خواست گرد از سم ہر طرف | زمیں شش شد و آسماں گشت ہف
کمانہا کہ بودند در گوشہا | چو حیلہ نشینانِ بے توشہا
زسرہائے کشتہ چناں زیر بود | کہ چوں ہندوانہ بہ فالیز بود

لڑائی کی آگ کچھ اس قسم کی بھڑکی۔ کہ اس سے پہلے چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ گویا رستم و اسفندیار کی جنگ کا نمونہ تھی مبارز خاں کا لشکر نظام الملک کے لشکر پر غالب آیا اور ہزاروں نامور اور مشہور آدمی کام آئے۔ نظام الملک کے لشکر کی حالت نہایت خستہ ہوگئی قریب تھا کہ ان کے سپہ سالار کو نقصان عظیم پہنچے۔ نظام الملک نے یہ حالت دیکھ گھبرا کر آنحضرت کی طرف توجہ کی۔ اِتنے میں مبارز خاں کو گولی لگی جس سے اس کا کام تمام ہوگیا۔ جہان نے اس کی شہادت کا افسوس کیا۔ اس کی موت سے بہادری اور دلیری دنیا سے جاتی رہی۔ اگر رستم اور افراسیاب اس وقت ہوتے۔ تو اس کے غلام بن جاتے۔ اس کی بہادری اور دلیری ہندوستان بھر میں ضرب المثل ہوگئی تھی۔ کہتے ہیں پچپن ہزار آدمی اس میدان میں کام آئے۔ اور اتنی بڑے بڑے امیر جو ہاتھیوں پر سوار ہوا کرتے تھے۔ قتل ہوئے۔ سات ہاتھی مارے گئے۔ نظام الملک نے مبارز خاں کے باقی لڑکوں کو دلاسا اور تسلی دی اور اسی فتح کا شکرانہ جس کا اسے وہم و گمان بھی نہ تھا ادا کیا۔ اور تحف و ہدایا حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں ارسال کئے۔ آنحضرت نے مبارز خاں کی شہادت پر بڑا افسوس کیا۔ اور اس کے لئے دعائے خیر کی۔

اسی سال بدخشاں کے رئیس خواجہ خلیل اللہ بدخشی کے فرزند خواجہ عزیز اللہ بدخشی حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کے مرید ہوئے۔ آپ نے اپنے مرید ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ ایک رات مَیں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ خلیل اللہ مجھے فرماتے ہیں۔ کہ تم ہندوستان جاؤ اور قطب الاقطاب اور قیوم روزگار حضرت شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے لئے توجہ باطنی اور دعا کے لئے التماس کرو۔ بعد ازاں اگر ہماری خانقاہ کو روشن کرنا آپ کا یہ فرمانا تھا

کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک تخت نمودار ہوا جس پر ایک نورانی شکل آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے نور سے تمام جہان منور ہو رہا تھا۔ ہزاروں نورانی آدمی اس تخت کے گرد ہوا میں دست بستہ کھڑے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے باواز بلند کہا کہ یہ بزرگ شیخ محمد زبیر قطب الاقطاب اور قیوم زماں رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور باقی کے اولیائے امت ہیں۔ جو اس بزرگ کا مرید ہوگا۔ اللہ تعالٰے اسے اپنے دوستوں میں داخل کریگا۔ اور جو اس کی اطاعت نہ کریگا غضب الٰہی میں گرفتار ہوگا یہ خواب دیکھنے کے بعد میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بعیت سے مشرف ہوا۔ اور جو صورت آنحضرت کی خواب میں دیکھی تھی۔ وہ ظاہری آنکھوں سے دیکھ لی۔ آنحضرت کی خدمت سے جو کچھ حاصل ہوا سو ہوا۔

اسی سال ایک روز حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ باغ کی سیر کو تشریف لے گئے۔ آنحضرت کا طریقہ یہ تھا کہ سارا دن اور ساری رات باغ میں رہتے۔ کبھی دو دن اور دو راتیں بھی گذر جاتیں۔ ایک رات آنحضرت باغ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک جنازہ اس باغ کے پاس سے گذرا۔ آنحضرت نے غائبانہ دیر تک فاتحہ کہکر لوگوں کو فرمایا کہ میں اس میت کے حال کی طرف متوجہ ہوا۔ تو دیکھا کہ سخت عذاب میں گرفتار ہے۔ جب اس کے اعمال کی طرف دیکھا تو تمام گناہ ہی گناہ تھے نیکی ایک بھی نہ تھی۔ لیکن ایمان کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ اس کی بخشش کے لئے میں نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔ اور حد سے زیادہ دعا اور توجہ کی۔ تب کہیں پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے اُسے بخشا۔ اور اپنی رحمت میں مستغرق کیا بعد از آں فرمایا کہ مَیں نے ایسا عذاب آجتک کسی کو ہوتے نہیں دیکھا معلوم نہیں اس سے کیسا گناہ صادر ہوا۔ جب دن چڑھا تو ایک شخص نے آکر عرض کیا۔ کہ وہ جنازہ ایک رنڈی کا تھا۔ جو فاحشہ بھی تھی۔

اسی سال آنحضرت کا مرید صفدر شاہ قتل ہوا۔ چونکہ قاتل بھی آنحضرت کے مرید ہی تھے۔ اور دونو خوب لڑے اور زخمی ہوئے تھے اور قریب المرگ تھے۔ اِسواسطے آنحضرت نے کچھ نہ فرمایا البتہ صفدر شاہ کے لئے افسوس کیا اور اسکی بخشش کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ صفدر شاہ اپنی قوم میں مستثنیٰ تھا۔ اسے جنت

میں بھی بلند درجہ عطا ہوا ہے۔

ذکر در بیان

سال بست و دوم از قیومیت آنحضرت رضی اللہ عنہ و بیان واقع
کہ دریں سال بہ وقوع آمدہ و بیان جنگ عاملان بہ سرہند و فتح
یافتن عامل منصوب بر عامل معزول از توجہ آنحضرت رضی اللہ عنہ۔

آنجناب کے فدوی عثمان یار خان کے دل میں تمنا تھی۔ کہ کسی طرح سرہند کا حاکم ہو جائے۔ لیکن بعض مخالفوں کی وجہ سے اس کی پیش نہ جاتی تھی۔ یہ خواہش آنحضرت کی خدمت میں ظاہر کی۔ آنحضرت نے از راہ عنایت خوشخبری دی۔ کہ عنقریب ہی تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ اسی اثناء میں ایک اور شخص نے ارکان سلطنت کو بہت سا روپیہ بطور رشوت دیکر سرہند کی حکمرانی اپنے نام کرالی۔ خان مذکور یہ حالت دیکھ کر کڑھا اور حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں نہایت منت و سماجت کی۔ آنحضرت نے پھر متوجہ ہوکر فرمایا کہ خاطر جمع رکھو کہ جو فرمان اس کے واسطے لکھا گیا ہے وہ تمہیں ملے گا۔ واقعی ایسا ہی ہوا کہ آنجناب کی توجہ سے صبح وہ منشور جو دوسرے کے لئے لکھا گیا تھا۔ اس میں سے اس کا نام مٹا کر عثمان یار خان کا نام لکھ دیا۔ خان مذکور خوش و خورم ہو کر اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ بجالایا۔ آنحضرت نے اسے اپنے سر مبارک کا ٹپکا مرحمت کر کے سرہند رخصت کیا حاکم معزول از راہ کوتاہ اندیشی و غرور بارہ ہزار فوج لیکر لڑائی کے لئے تیار ہوا عثمان یار خان تین ہزار سوار لیکر توکل بر خدا حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے باطن کی طرف متوجہ ہو کر بموجب آیہ کریمہ "کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ" اللہ تعالیٰ کے حکم سے بسا اوقات تھوڑا لشکر زیادہ لشکر پر غالب آتا ہے، مخالفوں پر حملہ آور ہوا۔

سپاہ از دو سو در خروش آمدند	دو دریائے آتش بجوش آمدند
برآمد ز نقارہا طمطراق	برآواز گردید آں نہ رواق
بہ غریدن نوبتہائے کلاں	بہ جنبش درآمد زمین و زماں

تفنگ بر تفنگ سر بہ سر سیر شد | تنِ دشمناں ہمچو کفگیر شد
قشا قاش پیکان جوشن شکن | زرہ کردہ بر جسم مرداں کفن
چکا چاک شمشیر در کارزار | بر آوردہ از مغز دشمن دمار

آخر کار صف شکن اور رونئیں تن خان تہور ذاتی اور استعداد معنوی سے پولاد کو چبانے والے جوانوں سمیت لڑنے لگا۔ جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ قریب تھا کہ عثمان بلر خان کے لشکر فیروزی اثر کو نقصان عظیم پہنچے۔ کہ خان مذکور نے نہایت عاجزی سے آنحضرت کے باطن کی طرف توجہ کی۔ اور آنحضرت کا عمامہ دشمنوں کو دکھایا جس کے دکھاتے ہی دشمنوں کو شکست ہوئی۔ اور حضرت خلیفۃ اللہ کے مخلص کو فتح ہوئی۔ خان مذکور نے معبود حقیقی کی بارگاہ پر جبین نیاز گھسی۔ اور حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں تحفے اور ہدیئے بطور شکرانہ بھیجے۔

اسی سال آنحضرت کے ہاں تیسرا فرزند پیدا ہوا جس کا نام آنحضرت نے شیخ محمد رکھا۔ آنحضرت فرماتے تھے کہ اگر یہ فرزند زندہ رہا تو نہایت صاحب کمال ہوگا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد فوت ہوگیا آنجناب کو اس کی موت کا بڑا غم ہوا۔

ذکر دربیان

سال بست وسوم از قیومیت حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ وبیان طلب کردن دعا ذکریا خان والئے لاہور برائے فتح قلعہ کوہ جموں از آنحضرت

اس سال ذکریا خان نے قلعہ جموں کی فتح کے لئے آنحضرت کی خدمت میں عرضی لکھی۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ ذکریا خاں لاہور کا حاکم تھا اور اس کا باپ حاکم ملتان تھا۔ دونوں نے متفق ہو کر ان مفسدوں کی بیخکنی کے لئے حملہ کیا۔ جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہتے اور علاقہ لاہور کو تاخت وتاراج کیا کرتے تھے۔ وہ لٹیرے پہاڑ کی چوٹیوں کے قلعوں میں گھس گئے۔ یہ قلعے نہایت مضبوط اور بلند تھے۔ ان تک پہنچنے کی راہ بھی نہایت دشوار گذار تھی۔ سب سامان ٹھیک ٹھاک کر کے لڑائی کے لئے تیار ہوئے۔ ان قلعوں کی راہ اس قسم کی تھی کہ اگر اوپر سے پتھر بھی پھینکیں

توبھی کئی ہزار آدمیوں کو ہلاک کر سکتے تھے۔ اس واسطے کوئی امیر یا بادشاہ ان کے حال کا متعرض نہ ہوتا تھا۔ جب ان دونو باپ بیٹوں نے ان کی بیخ کنی کرنی چاہی۔ تو پہلے جناب قیومیت مآب کی خدمت میں عرضی بھیجکر دعائے فتح کی درخواست کی۔ آنحضرت نے توجہ کے بعد خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فتح ہوگی۔ ذکریا خاں آنحضرت کی فیض اشارت بشارت کے بموجب اس طرف روانہ ہوا اور راستے چند معتبروں کو حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تاکہ ہر رات دعائے فتح کے لئے عرض کرتے رہیں۔ جب ذکریا خان دامن کوہ میں پہنچا۔ تو اس کا باپ بھی ملتان سے چل کر آملا۔ دونو باپ بیٹوں نے پہاڑ پر چڑھنا چاہا۔ جب تھوڑا سا رستہ طے کر چکے تو مخالفوں کو پتہ لگ گیا۔ انہوں نے چاروں طرف سے حملہ کیا۔ لڑائی بڑی سخت ہوئی چونکہ انہیں پہاڑی لڑائی کی مہارت نہ تھی۔ اسواسطے ان کی فوج کا اکثر حصہ ضائع ہوا کئی ہزار آدمی مارے گئے۔ دونو نے کئی مرتبہ حملہ کیا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ان حملوں سے ان کی باقی فوج بھی کمزور ہوگئی۔ آنحضرت نے ان کی فوج کی طرف توجہ کی اور جو لوگ ذکریا خاں نے آنحضرت کی خدمت میں دعائے فتح کی یاددہانی کے لئے چھوڑے تھے انہیں فرمایا۔ کہ فلاں فلاں شخص قتل ہوگیا اور فلاں فلاں زخمی ہے چونکہ اس لشکر میں آنحضرت کے بہت سے مرید تھے۔ اسواسطے ان کی طرف زیادہ متوجہ تھے۔ بعد ازاں فرمایا کہ بس سختی گذر گئی آیندہ نقصان نہیں ہوگا۔ اسی اثناء میں ذکریا خاں کی عرضی دربارۂ استمداد پہنچی۔ آنحضرت نے تسلی کر بھیجی کہ خاطر جمع رکھو عنقریب ہی فتح نصیب ہوگی۔ پھر حملہ کرو اس دفعہ قلعے والے گرفتار ہو جائیں گے۔ واقعی ایسا ہی ہوا۔ اس دفعہ جب حملہ کیا تو سارے قلعے فتح ہوگئے اور بائیس راجے گرفتار ہوئے۔ ان کی اکثر فوج تہ تیغ ہوئی۔ ذکریا خاں انتظام کے لئے کچھ فوج وہاں چھوڑ خود لاہور آیا اور آنحضرت کی خدمت میں تحفے اور ہدیئے بھیجے۔ جب لشکری آدمی لڑائی کے بعد واپس آئے۔ تو انہوں نے جنگ کی وہی کیفیت بیان کی جو آنحضرت نے اس سے پہلے بیان فرمائی تھی

ذکر در بیان

سال بست وچہارم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

عرضداشت کردن والیِ کاشغر بخدمت آنحضرت وبیان قضایا
کہ دریں سال واقع شدہ اند

اس سال کاشغر کا ایک امیر حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں مرید ہوا۔ وہ اپنے مرید ہونے کا باعث یوں بیان کرتا ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت ہی بڑا اور روشن دریا ہے جس کی روشنی سے تمام جنگل منور ہو رہا ہے۔ اور ہزاروں آدمی اس دریا سے پانی پیتے اور نہاتے ہیں۔ پانی پینے اور نہانے سے انکے چہرے روشن اور خوش شکل وخوبصورت ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا حسن آفتاب کی طرح چمکتا ہے۔ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ یہ دریا قطب جہاں اور قیوم زماں کا باطن ہے اے بندگانِ خدا! آؤ۔ قطب وقت کے باطنی دریا سے سیراب ہو لو۔ اللہ تعالٰے تمہارے گناہ بخش دیگا۔ اور اپنے مقربوں میں داخل کر لیگا۔ اسی اثناء میں ایک عزیز کو تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اور یہ دریا اس کے تخت تلے سے جوش مار کر نکل رہا ہے میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ عزیز کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ بزرگ شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ ہیں جو اس وقت کے قطب الاقطاب ہیں۔ اور شاہجہاں آباد میں رہتے ہیں۔ جب میں جاگا۔ تو ہند کے سفر کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور اپنے بادشاہ سے رخصت مانگی۔ بادشاہ مجھ پر نہایت مہربان تھا اور سلطنت کے اکثر کام میرے متعلق تھے۔ مجھے اجازت نہ دی۔ میں نے اپنا خواب سر بسر بیان کیا۔ وہ بھی سنکر متعجب سا رہ گیا۔ اور کہنے لگا کہ اگر تو نے ایسا خواب دیکھا ہے تو جا اور میرے لئے بھی دعا کے واسطے التماس کرنا۔ اسی رات بادشاہ نے بھی خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بآواز بلند کہتا ہے کہ شیخ محمد زبیر اس وقت کے قطب الاقطاب ہیں۔ جو شخص ان کا مرید ہوگا اللہ تعالیٰ اسے بخش دیگا۔ اور دین و دنیا میں اسے معزز کریگا۔ دوسرے دن بادشاہ نے مجھے بلا کر اپنا خواب بیان کیا پھر اپنے حالات کی ایک عرضی معہ تحف وہدایا حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کی۔ اور مجھے رخصت کیا۔ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا اور اپنے بادشاہ کے تحفے اور ہدیئے نذر کئے۔ آنحضرت نے والئے کاشغر کے حق میں دعائے خیر کی اور تحائف وہدایا کو قبول فرمایا۔

اسی سال حاجی امان بدخشی جو عزیز زمانہ تھے حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت

میں مرید ہوئے۔ آپ اپنے مرید ہونے کا سبب مجھ (مولف رح) سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ عنہٗ کو دیکھا۔ جو مجھے فرماتے ہیں۔ کہ شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہٗ اس وقت کے قطب الاقطاب ہیں۔ تم جا کر ان کے مرید ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کس شہر میں رہتے ہیں۔ فرمایا۔ شاہجہاں آباد میں۔ میں آنجناب کے حسب الارشاد حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوا۔

اسی سال وزیر ہند کی بیوی ولائتی بیگم جو صالح زمانہ تھی حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی مریدہ بنی وہ اپنے مرید ہونے کا سبب یہ بیان کرتی ہے۔ کہ ایک رات میں نے خواب میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جو فرماتے ہیں۔ کہ شیخ محمد زبیر جو قطب الاقطاب اور میرا نائب کامل ہے اس کی خدمت میں جا کر مرید ہو۔ دوسرے دن میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئی۔

اسی سال ایک شخص کابل سے ہند میں آیا۔ جو اپنی سرگزشت یوں بیان کرتا ہے۔ جب دریائے چناب کے قریب پہنچا تو ایک جنگل میں مجھے رات ہو گئی۔ ایک درخت تلے بیٹھ گیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گذر گیا۔ تو بہت سے نورانی چہرے والے آدمی ظاہر ہوئے۔ میں نے پوچھا کون ہیں۔ ایک نے کہا یہ چشت کے رئیس ہیں لیکن وہ سبھی کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک نورانی شکل عزیز گھوڑے پر سوار نمودار ہوا جس کے نور سے تمام زمین و آسمان روشن ہو رہے تھے۔ تمام بزرگان چشت اس کا ادب بجا لائے۔ اور پیادہ پا اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ میں نے ایک سے پوچھا کہ یہ عزیز کون ہے۔ اس نے کہا یہ عزیز شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہٗ قطب وقت ہیں اور شاہجہاں آباد کے محلہ مغل پورہ میں رہتے ہیں۔ یہ معاملہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ جب شاہجہاں آباد پہنچا اور حضرت خلیفۃ اللہ کی زیارت کی۔ تو جو صورت میں نے جنگل میں دیکھی تھی بعینہ ویسی صورت تھی۔

اسی سال ایک روز حضرت سلطان الاولیاء جنگل کی سیر کو تشریف لے گئے جب شہر سے باہر آئے تو بیری کے چند درخت دیکھ کر ان کے تلے بیٹھ گئے اور مراقبہ کرنے لگے۔ دیر تک مراقبہ میں رہکر لوگوں کو فرمایا کہ میں نے اس درخت سدرہ پہ

نور الٰہی دیکھا تھا اسواسطے اس کے تلے بیٹھ گیا۔ اس وقت باخیر و برکت نزول واقع ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت بدرجہ غایت مجھ پر ہوئی۔ اور مجھے الہام ہوا کہ تجھے مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔ عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ۔ اور حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی طرح تمام اولیائے اُمت سے افضل بنایا ہے۔ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ تمام رات اسی درخت تلے انوار و برکات الٰہی میں مستغرق رہے۔ اتفاق سے اسی رات آنحضرت کے ایک رفیق کی گائے گم ہوگئی۔ اس نے آنحضرت سے التجا کی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ تیری گائے کہیں نہیں جائے گی۔ تلاش کر۔ یہیں ہوگی۔ بہتیری تلاش کی مشعلیں لیکر تمام جنگل ڈھونڈ مارا لیکن گائے نہ ملی۔ جب صبح ہوئی۔ تو پھر گائے کا مالک آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت نے پھر فرمایا کہ گائے تمہاری کہیں نہیں گئی۔ یہ دیکھو فلاں درخت تلے کھڑی ہے۔ جاؤ جا کر لے آؤ۔ جب گیا تو اسی درخت تلے کھڑی تھی۔ سب کو یقین ہوگیا۔ کہ گائے آنحضرت کے تصرف سے واپس آئی۔ کیونکہ ساری رات ہم جنگل میں تلاش کرتے رہے ہیں۔ کہیں پتہ نہ تھا۔ بعد ازآں آنحضرت اس بیری تلے سے اٹھ کر بادشاہ کی والدہ کے باغ تک تشریف لائے۔ آنحضرت کی یہ عادت تھی۔ کہ جہاں کہیں تشریف لیجاتے سارا دن وہاں رہتے۔ آدھی رات کو گھر تشریف فرما ہوتے۔

اسی سال مولوی عبدالحکیم قصوری نے جو اپنے وقت کے مشہور عالم تھے اور آنحضرت کے مخلص و معتقد تھے۔ آنحضرت کی دعوت کی۔ سارا دن وہاں گذار کر آدھی رات کے وقت وہاں سے اٹھے۔ میرے (مؤلف رح) بڑے بھائی شیخ محمد محسن فرماتے ہیں۔ کہ میں اس رات آنجناب کے ساتھ تھا۔ آنحضرت کی سواری کے سامنے سے بہت سے لوگ شور و واویلا مچاتے آرہے تھے۔ جب قریب آئے تو معلوم ہوا کہ فیلبان ہیں۔ اور ان کے پیچھے ایک مست ہاتھی چلا آرہا ہے۔ بادشاہ نے اس ہاتھی کو منگایا تھا۔ مستی کے سبب وہ دن کے وقت نہیں آسکتا تھا اسواسطے رات کو لا رہے تھے۔ بلکہ رات کو بھی چند ایک آدمی جو مکانوں پر سوتے تھے اس نے پکڑ کر ہلاک کر دیئے ہیں۔ مہاوتوں نے گذارش کی کہ اگر آنحضرت کی سواری ایک گھڑی کے لئے ایک طرف کو ہو جائے۔ اور کسی کوچے میں کھڑی ہو جائے تو بہتر ہے

تا کہ ہاتھی گذر جائے۔ لیکن آنحضرت نے منظور نہ فرمایا۔ دوسرے آدمیوں نے بہتیرا عرض کیا لیکن بے سود۔ جب چند قدم آگے بڑھے تو ہاتھی کے پاؤں کی زنجیروں کی آواز سنائی دینے لگی۔ پھر لوگوں نے عرض کیا۔ کہ اب تو ہاتھی دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اس پر مہاوت نہیں۔ لوگ ڈر گئے اور ہاتھی آنحضرت کی سواری کے مقابل آکھڑا ہوا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ٹھیر و مت۔ لوگوں نے عرض کیا رستہ بہت تنگ ہے۔ ایک آدمی سے زیادہ نہیں گذر سکتا۔ پہلے بذات خود اپنا گھوڑا ہاتھی کے سامنے سے گذارا۔ پھر پیدل سوار ہاتھی کے پاس سے ہو کر گذر گئے بلکہ بعض اس کے پیٹ تلے سے ہو کر گذرے ہاتھی پتھر کی مورت کی طرح کھڑا رہا۔ لوگ اس کے پاؤں اور سونڈ پر ہاتھ مارتے تھے لیکن وہ ہلتا بھی نہ تھا۔ جب آنحضرت کی سواری کے سارے آدمی گذر چکے تو پھر وہ ہاتھی روانہ ہوا۔ پھر اپنی شرارت کرنے لگا۔ جو آدمی دوکانوں پر سوئے ہوئے تھے انکو گھسیٹ کر پاؤں میں روندتا جاتا تھا لیکن آنحضرت کے حضور میں اس کی ساری مستی زائل ہو گئی تھی۔ اور لومڑی کی طرح عاجز ہو گیا تھا۔

ذکر در بیان

سال بست و پنجم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ۔ عرضداشت فرستادن شاہ چترال بجناب قیومیت و در بیان واقعات دیگر کہ دریں سال واقع شدہ اند

اس سال شاہ چترال نے ایک عرضی مشتمل بر عجز و نیاز اور ارادت اور طلب خلیفہ آنحضرت کی خدمت میں بھیجی اس کی مفصل کیفیت یوں ہے۔ کہ شاہ چترال نے حضرت قیوم رابع کی قیومیت اور قطبیت کے اوصاف بکثرت سُنے تھے۔ اِس لئے آنحضرت کا نہایت معتقد اور مخلص تھا۔ جو شخص ہند سے آتا اسی سے آنحضرت کے حالات پوچھتا۔ اور اس کی خاطر تواضع کرتا۔ ایک رات شاہ چترال نے خواب میں دیکھا کہ ایک باغ میں سُرخ یاقوت کا ایک نہایت عالیشان محل بنا ہوا ہے جس کے گرداگرد ہزارہا اولیاء دست بستہ کھڑے ہیں۔ اس محل کے اوپر ایک مرد خدا بیٹھا ہے اور ایک شخص باآواز بلند کہتا ہے۔ کہ یہ عزیز جو محل پر ہے شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ

قطب جہاں وقیوم زماں ہے۔ جو شخص اس کا مرید ہوگا۔ دین و دنیا میں اسکی بہتری ہوگی۔ اور جو اس کی قطبیت وقیومیت کا انکار کریگا۔ وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہوگا اے بندگانِ خدا! اس کی اطاعت کرو۔ اور اس کے مرید ہو جاؤ۔ تاکہ حق تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے۔ اور اپنے نیک بندوں میں شامل کرلے۔ اسی اثناء میں چاروں طرف سے آواز آئی۔ کہ ہم اس شخص کی قطبیت وقیومیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے حلقہ بگوش غلام ہیں۔ شاہ چترال یہ خواب دیکھ کر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کا بہت ہی معتقد اور مخلص ہو گیا۔ اور اس مضمون کی ایک عرضی آنحضرت کی خدمت میں بھیجی کہ ہم مدت سے آنجناب کے دیدار فائض الانوار کے آرزومند ہیں لیکن بعض موانعات کی وجہ سے حاضر خدمت نہیں ہو سکتے۔ امید ہے کہ جناب اپنے مریدوں میں داخل فرمائیں گے اور اپنے ایک خلیفہ کو اس ملک میں بھیجیں گے۔ تاکہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور دریائے ضلالت سے نجات پاکر ساحل ہدایت پر پہنچیں۔ اس مضمون کی عرضی معہ تحف وہدایا حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں بھیجی۔ جب اس کی عرضی آنحضرت کی خدمت میں پہنچی تو آنحضرت نے تحائف وہدایا قبول فرما کر اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اور خلیفہ لعل کو چترال بھیجا۔ شاہ چترال نے معہ اُمراء و فوج اس کا استقبال کیا اور اس کا مرید ہوا۔

اسی سال صوفی نور محمد سفید پوش آنحضرت کی خدمت میں مرید ہوئے۔ آپ نے اپنے مرید ہونے کا باعث مجھ (مؤلف رح) سے یہ بیان کیا کہ ایک رات میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ کہ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے ہیں۔ اور اس خطبہ میں حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان فرماتے ہیں۔ اور لوگوں کو آنحضرت کی ارادت کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اے بندگانِ خدا! اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمت عظمےٰ عنایت فرمائی ہے کہ تمہارے درمیان شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کو جو پروردگار کا نائب اتم اور محبوب کردگار کا خلیفہ اعظم ہے مبعوث کیا ہے۔ وہ مجدد الف ثانی۔ عروۃ الوثقیٰ اور حجۃ اللہ رضی اللہ عنہما کی طرح اس امت کے تمام اولیاء سے افضل ہے۔ دوڑو اس کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید بن جاؤ جس قدر ہو سکے اس سے کمالاتِ الٰہی حاصل کرو۔ کیونکہ بعد میں پچھتاؤ گے۔ اس وقت کا

پہنچانا مفید نہیں ہوگا۔ یہ خواب دیکھکر میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوا جو کچھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ واقعی اسی طرح حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کو پایا۔

اسی سال حاجی سعادت اللہ جو صالح وقت تھا حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں مرید ہوا۔ اس نے اپنے مرید ہونے کا سبب مجھ (مؤلف رح) سے یہ بیان کیا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام پر تمام اولیائے امت جمع ہیں ان میں چار تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور تمام اولیا ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں۔ اور ایک شخص بلند آواز سے کہتا ہے۔ کہ جس طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چار اصحاب خلفاء تھے۔ اسی طرح ان کے علاوہ چار قیوم تمام اولیائے امت سے افضل ہیں۔ میں نے پوچھا وہ چاروں قیوم کون سے ہیں لوگوں نے کہا کہ پہلے تخت پر حضرت قیوم اول۔ دوسرے پر عروۃ الوثقی قیوم ثانی۔ تیسرے پر حجۃ اللہ قیوم ثالث اور چوتھے پر قیوم رابع شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ذکر در بیان

سال بست وششم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ
وبیان تشریف آوردن حضرات مشائخ احمدیہ سرہندیہ برائے دعوائے
حق اللہ وقضایا کہ دریں سال واقع شدہ اند

اس سال ایک شخص متصدی پیشہ سرہند میں تھا بلکہ زمانہ بھر کا اجڈ سمجھو تمام شہر اور مضافات پر غالب تھا۔ بسبب شقاوت ازلی اس کی زبان سے بے اختیار جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں نامناسب کلمات نکلے۔ جب یہ خبر حضرات مشائخ احمدیہ نے سنی۔ تو مارے حمیت اسلامی کے جوش میں آئے۔ اور اسے وہیں اسکی سزا دینی چاہی لیکن پھر سلطنت کی بدنامی سے ڈر گئے کہ کہیں کوئی شخص خلاف واقعہ بادشاہ سے نہ کہدے۔ آخر اکٹھے ہوکر مشورہ کیا جس میں قرار پایا کہ اس مقدمے کا فیصلہ شاہجہان آباد میں بادشاہ کے روبرو کرنا چاہئے۔ تمام بڑے بڑے مشائخ احمدیہ شاہجہان آباد تشریف لائے۔ پہلے آنحضرت کے دیدار فائض الانوار سے مشرف ہوئے اور یہ تذکرہ چھیڑا۔ اور التماس

گیا کہ آنحضرت بھی اس مجلس میں رونق افروز ہوں۔ گو آنحضرت ایسی مجلسوں میں تشریف نہیں لیجایا کرتے تھے۔ لیکن آنحضرت نے فرمایا کہ مجھ سے جہاں تک ہو سکے گا دریغ نہیں کرونگا لیکن مجلس میں نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے اس بات کو مان لیا۔ جب بادشاہ اور وزیر نے سنا کہ حضرات سرہند تشریف لا رہے ہیں۔ تو اپنے بڑے بڑے امرا کو اُنکے استقبال کے لئے بھیجا۔ اور نہایت تعظیم وتکریم سے شہر میں لاکر اتارا۔ ان میں سے اکثر شیخ محمد پارسا کے ہاں اُترے۔ نیز شیخ صاحب سوائے حضرت قیوم رابعہ کے تمام حضرات سرہند کے ویسے بھی سردار تھے۔ اور تمام ارکان سلطنت معہ بادشاہ آنجناب کے معتقد تھے۔ اور باقی کے غازی الدین خان کے مدرسہ میں اُترے۔ بعد ازآں خود وزیر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان کی خاطر خواہ اور شرع کے موافق اس مقدمے کا فیصلہ کیا۔ بعد ازآں سرہند کے تمام کارکنوں کو معطل ومعزول کیا اور حاکم کو بدل دیا اور نئے کارکن اور نیا حاکم مقرر کیا۔ بادشاہ نے حضرات سرہند کو تحف وہدایا دیکر نہایت تعظیم سے رخصت کیا بعض مشائخ احمدیہ نے جو حضرت سلطان الاولیاء کی قیومیت کے قائل نہ تھے۔ اور اپنی خود نمائی چاہتے تھے۔ اپنے آپ کو شاہجہان آباد میں اس طریقہ علیہ کا سردار ظاہر کرنا چاہا اور اس بارے میں بہتیری کوششیں کیں لیکن سوائے ذلت ورسوائی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ حالانکہ شاہجہان آباد کے کئی رئیس ان کے مرید تھے اور وہ خود بھی اس بات کے خواہاں تھے لیکن پھر بھی کچھ فائدہ نہ ہوا جب دیکھا کہ یہ کوشش رائیگاں گئی۔ تو حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی قیومیت کے قائل ہوئے کیونکہ آنحضرت کا ارشاد دن بدن ترقی پر تھا۔ اور آنحضرت کی قیومیت آفتاب کی طرح چمک رہی تھی۔ اسلئے مجبوراً آنحضرت کے مرید ہوئے اور مشائخ نے بھی اس خیال محال سے توبہ واستغفار کی ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف کند ریشش بسوزد

ذکر در بیان

سال بست وہفتم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ وکشتہ شدن کفش فروش کہ از مریدان آنحضرت بود وبیان

واقعات و حادثات دیگر کہ دریں سال واقع شدہ اند

اس سال آنحضرت کا ایک مرید جو جوتیاں بیچا کرتا تھا ایک کافر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ موسم بہار میں ہندوستان کے کافر عیش و عشرت کرتے اور دف طنبور اور چنگ و رباب بجاتے ہیں زعفران اور زرد رنگ ایک دوسرے پر پھینکتے ہیں۔ اور خوب رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ جسے ان کی اصطلاح میں ہولی کہتے ہیں۔ اور مارے خوشی کے دیوانے ہوتے ہیں۔ ہولی کے دنوں میں ایک رات ایک جوہری جو بادشاہ کا مقرب تھا اور تمام ارکان سلطنت کو اس سے واسطہ پڑتا تھا بازار میں بہت سے لوگوں سمیت بانسری بجا رہا تھا۔ اور وہ آپس میں ایکدوسرے پر سرخ اور زرد رنگ چھڑک رہے تھے۔ اس طرح گاتے بجاتے اور رنگ رلیاں مناتے گذرے۔ اتفاق سے زعفران کے چند قطرے اس کفش فروش مرد کے کپڑے پر پڑے۔ اس نے ناراض ہوکر کہا عقل کے اندھو یہ تم نے کیا کیا۔ وہ ملعون بسبب غرور و تکبر اس سے لپٹ گئے۔ وہ بھی لڑنے لگا۔ اتنے میں ایک ملعون نے پیچھے سے آکر اس پر تلوار کا وار کیا جس سے وہ صالح مرد شہید ہوگیا۔ اس واقعہ سے بازار میں شور مچ گیا۔ اور وہ بدبخت جوہری بھاگ گیا۔ اس واقعہ سے اس ملعون کی غفلت کی آنکھ کھلی۔ تو حواس باختہ ہوکر گلی کوچوں میں پھرنے لگا۔ حتیٰ کہ ایک رکن سلطنت روشن الدولہ کے گھر جا چھپا اور ساری حقیقت اسے بتادی چونکہ روشن الدولہ اس کافر کا مخلص تھا۔ اسواسطے اسے بہت دلاسا دیکر چھپا لیا۔ اس مقتول کے خویش و اقارب اور تمام مسلمان اس ملعون کی گرفتاری کے درپے تھے۔ انہوں نے بہتیری تلاش کی لیکن ہاتھ نہ آیا۔ اس واسطے لوگ حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے قاضی شہر کو کہلا بھیجا کہ مدعا علیہ کو حاضر کرکے شریعت کے موافق مستحق کو حق دلایا جائے۔ روشن الدولہ کو بھی اطلاع کردی کہ وہ کافر جہاں ہو اسے حاضر کرو۔ کیونکہ تمہاری خیریت اسی میں ہے لیکن روشن الدولہ نے اسے کسی اور جگہ چھپا کر کہدیا۔ کہ مجھے معلوم نہیں۔ مسلمانوں نے اس کی تلاش کرنے میں بدرجہ غائت کوشش کی لیکن نہ ملا۔ آخر مجبور ہوکر پھر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور توجہ باطنی کے طالب ہوئے۔ آنحضرت یہ سنکر سخت ناراض

ہوئے اور بادشاہ اور وزیر کو کہلا بھیجا۔ کہ اس ملعون کو حاضر کر کے موافق شریعت
فیصلہ کرو لیکن وہ آنحضرت کے حکم کو ٹالتے رہے۔ آنحضرت حد سے زیادہ ناراض
ہوئے اور تمام علما اور مشائخ کو کہلا بھیجا کہ اگر اس مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو۔ تو جمعہ کے
روز شاہی جامع مسجد میں خطبہ نہ پڑھنے دینا۔ تمام مسلمان اس مصلحت پر راضی ہوئے
بعد ازآں حضرت سلطان الاولیا نے بارگاہ الٰہی میں دین اسلام کی تقویت اور کفر
کی ذلت کے لئے توجہ کی۔ دیر تک مراقبہ کیا۔ بعد ازآں لوگوں کو خوشخبری دی کہ اللہ
تعالیٰ کے فضل و کرم سے دین اسلام غالب آئے گا۔ اور وہ ملعون بے عزت ہوگا تمام
علما مشائخ اور باقی مسلمان جامع مسجد میں جمع ہوئے۔ بادشاہ ان کے اس مشورے
سے واقف تھا۔ اس لئے خود جمعہ کے لئے نہ گیا۔ صرف قاضی کو بھیجا کہ جا کر خطبہ
پڑھ دینا۔ جب قاضی نے خطبہ پڑھنا چاہا تو لوگوں نے اٹھ کر قاضی کی خوب گت بنائی
حتیٰ کہ قریب المرگ کر دیا وہ بیچارہ وہاں سے بہ ہزار دقت باہر نکلا۔ جب عام بلوے
کی خبر بادشاہ نے سنی۔ تو اس کے فرو کرنے کے لئے روشن الدولہ کو بھیجا۔ جب
لوگوں نے اسے دیکھا۔ تو بے اختیار اس کی طرف جوتیاں برسائیں۔ اور مارے
جوتوں کے ذلیل کر دیا۔ روشن الدولہ کے آدمی ان لوگوں سے لڑنے لگے جنہوں نے
روشن الدولہ پر جوتیاں برسائی تھیں۔ وہ بھی مستقل مزاج ہو کر ان سے لڑنے لگے۔ اسی
اثناء میں اعتماد الدولہ وزیر مسلمانوں کی مدد کے لئے مسجد میں آیا تمام امیر اور باقی مسلمان
جو آنحضرت کے مرید تھے مسجد میں آئے۔ اور ہاتھی گھوڑے اونٹ وغیرہ مسجد میں اکٹھے
ہو گئے۔ دونو طرف کی سپاہ پہاڑ کی طرح ٹوٹ گئی۔ اور سیاہ بادل کی طرح گرجنے لگی
اور تیر تفنگ اور گولے برسنے لگے ہر در و دیوار سے خون برسنے لگا۔ خنجر اور تلوار
بجلی کی طرح لوگوں پر پڑتی تھی۔ مسجد کا صحن مردوں کا قتل گاہ یا انسانی مذبح بنا ہوا
تھا۔ یا اسے شفق خورشید کہ سکتے ہیں۔ نہیں نہیں دریائے خون تھا۔ جس میں آفتاب
کا عکس بمنزلہ کشتی تھا۔ اور مقتولوں کے سر بمنزلہ حباب تھے۔ اور ان کے بدن
نہنگوں اور مچھلیوں کی طرح اس میں تیرتے پھرتے تھے۔ غازی لوگ بزور شمشیر و سپر ولٹ
کی زندگی کی کشتی غرق کر رہے تھے۔ دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر اللہ تعالےٰ کے
فضل اور حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ کی توجہ سے مغل لوگ غالب آئے۔ اور

وہ سیاہ بخت روشن الدولہ اسم بے مسمیٰ جان بچا ننگا روتا اور گھٹتا ہوا مسجد سے نیچے گرا۔ اور بھاگ گیا۔ فتح و نصرت کی نسیم وزیر ہند کے پھریرے پر چلنے لگی۔ روشن الدولہ کے بہت سے آدمی کام آئے۔ جو امیر اس کے ساتھ تھے بہت ذلیل ہوئے اور بری طرح دُم دبا کر بھاگے۔ بازاری آدمیوں نے ان کا لباس اتار لیا۔ بعض تو مادرزاد ننگے ہو گئے۔ چند روز بعد بادشاہ نے اس جوہری کو حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں بھیجا۔ کہ جس طرح مزاج مبارک میں آئے کریں۔ کیونکہ آنجناب کی رضامندی سلطنت کے استقلال کا باعث ہے۔ اعتماد الدولہ وزیر اور روشن الدولہ دونو اس جوہری کو لیکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے شرع کے مطابق اس مرد کے قاتل کو قتل کرایا۔ اور جوہری کا مال مقتول کے وارثوں کو دلایا اور اس کے گھر کو گرا کر مسجد بنوائی اور وہیں اس مقتول کی قبر بنوائی لیکن جوہری کی جان بخشی کی۔

ذکر در بیان

سال بست و ہشتم از قیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نمامت کردن بعضے حاسداں از حضرت سلطان الاولیاء بر سلطان ہند و مآل کار ایشاں و بیان وقائع کہ دریں سال واقع شدہ اند

جب اس قبلہ ولایت کی ہدایت کا نقارہ جہان اور اہل جہان تک پہنچا۔ اور حضرت قطب الاقطاب خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی قیومیت وارشاد کے انوار نے آفتاب عالمتاب کی شعاعوں کی طرح جہان کو روشن کیا۔ اور آنحضرت کی قطبیت و قیومیت کی تعریف و توصیف تمام چھوٹے بڑے اور وضیع و شریف نے سنی۔ اور آنجناب قیومیت مآب ساتوں ولایتوں کے بادشاہوں اور ربع مسکون کے سلطانوں عظیم الشان امراء اور جمہور انام کے مرجع و مدار ہو گئے اور اطراف جوانب سے ٹڈی دل کی طرح لوگ امڈے چلے آتے تھے۔ اور آنجناب کے آستان عرش نشان پر جو انوار تجلیات الٰہی اور رحمت نامتناہی کا مورد تھا۔ سعادت قدمبوسی حاصل کرنے کے لئے ہمہ تن چشم بن کر منتظر تھے۔ جنہیں کوئی شمار بھی نہیں کر سکتا

اور اس مرشد کامل کے خلفائے راشدین جہان کے ہر ایک ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ ہر جگہ ہر شخص استغنا کے چار بالش پر مربع بیٹھ کر اذکار حق کا غلغلہ اور اوراد کا طنطنہ بند کئے ہوئے تھا۔ دین متین کا ہنگامہ گرم تھا۔ چنانچہ تمام جہان کے بادشاہ آنحضرت کے مرید تھے۔ اور قریباً دو سو آدمی صاحب حال ہر روز آنجناب سے توجہ باطنی جس سے مراد کمالات الٰہی کا القاء ہے حاصل کرتے تھے۔ اور پھر ان آدمیوں کی باری ہفتہ کے بعد آیا کرتی یعنی ایک ہزار سے زیادہ آدمی آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ جو لوگ نئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوتے اور تقلیدی لباس اتار خلعت تحقیق سے سرفراز ہوتے خارج از تحریر و بیان ہیں۔ کہاں تک لکھوں۔ تمام امرا۔ خان اور خاقان ہند آنجناب کے مرید تھے۔ چونکہ آنحضرت کی ذات بابرکات کے طفیل چاروں طرف شریعت۔ طریقت اور حقیقت کا بازار گرم تھا اور معرفت کو تازہ رونق حاصل تھی۔ اسلئے مخالفان دین اور منافقان براہ یقین حسد اور حسرت کی آگ میں حرمل کے دانے کی طرح بھنے جاتے تھے لیکن سوائے حسرت کے اور کچھ کر نہ سکتے تھے۔ اسی اثناء میں آنحضرت کا ایک مرید نواح پنجاب میں ایک آدمی کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ وارثوں نے آنحضرت سے عرض کیا۔ آنحضرت نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اس مقدمے کا فیصلہ شرع کے مطابق ہونا چاہیے لیکن اس کے مخالفوں نے جو بادشاہ کے مقرب تھے اس مقدمہ کو التوا میں ڈال دیا۔ پھر آنجناب نے تاکیداً وزیر کو کہلا بھیجا کہ اس مقدمے کا جلدی فیصلہ کرو۔ وزیر نے مقتول کے وارثوں کو اپنے پاس بلا کر ان کی مرضی کے مطابق مقدمے کا فیصلہ کیا۔

اسی اثناء میں ایک روز مولوی عبدالحکیم جو اپنے وقت کے مشہور عالم تھے حسب ذیل مضمون کا ایک محضر لکھ کر آنحضرت کی خدمت میں لائے "کہ بادشاہ دین اسلام کے کاموں میں سستی اور سہل انگاری سے کام لیتا ہے۔ اور کفار سے جزیہ نہیں لیتا۔ ضروری ہے کہ احکام شرعی میں کوشش کرے اور کفار سے جزیہ لے اور جس طرح پہلے بادشاہ کرتے آئے ہیں اسی طرح یہ بھی کرے"۔ اور عرض کیا۔ کہ اول آنجناب اس پر مہر لگائیں حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس بارے میں استخارہ کرتا ہوں پھر مہر لگاؤں گا۔ کل پر رہنے دو۔ دیکھوں استخارے

میں کیا ظاہر ہوتا ہے۔ مولوی صاحب نے اس بات کو منظور کیا۔ دوسرے دن
جب مولوی صاحب آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آنحضرت نے زبان
الہام ترجمان سے فرمایا کہ بہتر یہ ہے۔ کہ اس بات سے درگذر کرو کیونکہ یہ سرانجام
ہوتی نظر نہیں آتی۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اگر آنجناب مہر لگادیں۔ تو یہ کام
ضرور بالضرور سرانجام ہوگا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر میرے مہر سے احکام شرعی کو
رواج ہوتا ہے۔ تو لو یہ رہی مہر۔ لے لو۔ مولوی صاحب نے اس مہر سے محضر کو زینت
بخشی۔ جب یہ خبر جراحت اثر عبدالغفور خان کے گوش بدخروش میں پہنچی۔ جو کہ بہتان
طرازی افتراپردازی اور سحرسازی میں سامری کا منہ بولا بھائی تھا۔ تو دوسرے بدبخت
مخالفوں مثلاً جان محمد کی دختر بداختر خیر النساء جو اپنے آپ کو بادشاہ کی دودھ بہن کہتی
تھی اور لائق سقر والنار خواجہ سرائے خدمتگار برگشتہ روزگار مونس ناساز روشن الدولہ
طرہ باز خاں سے اس بات کو چھیڑا۔ یہ بدنہاد اسواسطے جناب قیومیت مآب کے حاسد
تھے کہ ایک تو ان کے خود باطنی ہی خبیث تھے۔ دوسرے یہ کہ عبدالغفور فقیری حیثیت
کا دشمن تھا۔ جس نے اپنے آپ کو درویش نما شیطان بنا رکھا تھا۔ خیر النساء کا باپ
بھی اسی قسم کا فقیر تھا۔ روشن الدولہ ہر مہینے ایک مجلس کرکے تمام مشائخ کی ضیافت
کیا کرتا تھا۔ کئی مرتبہ آنحضرت سے بھی التجا کی۔ کہ تشریف فرما ہوں۔ لیکن آنجناب نے
ہرگز نہ مانا۔ بہتیری منت وسماجت بھی کی لیکن بے فائدہ۔ اسواسطے ان سب نے جمع
ہوکر ایک محض جھوٹا محضر لکھا انہیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شرم نہ آئی
اپنے دین وایمان کو برباد کیا اور وہ محضر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور کہا کہ یہ
محضر شیخ محمد زبیر نے لکھا ہے۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ وہ بادشاہ دین محمدی پر قائم
نہیں اس میں سلطنت کی لیاقت نہیں۔ مجھے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے۔ کہ تم خود خلافت کے ضامن بنو۔ اور تاج شاہی سر پر رکھو۔ تاکہ دین
قدیم رونق پائے" ساتھ ہی زبانی بھی کہا۔ کہ شیخ صاحب کے دل میں سلطنت کی
خواہش ہے۔ اور انہوں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ قریب ہے کہ کوئی فتنہ برپا ہو
جس کا علاج بعد میں محال ہوگا۔ اس حادثہ کے وقوع ہونے سے پہلے ہی اس کا
تدارک کرنا چاہئے۔ لیکن بادشاہ نے ان کی یاوہ گوئی کا اعتبار نہ کیا۔ اور نہ انکی

بات کا چنداں خیال کیا۔ لیکن چونکہ بادشاہ اکثر اوقات جناب قیومیت مآب کے دیدار فائض الانوار کی آرزو کیا کرتا تھا۔ اور آنحضرت قبول نہ کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا ہے۔ اس وقت حاسدوں نے موقع پا کر بادشاہ کو کہا کہ دیکھو شیخ صاحب کس قدر متکبر ہیں۔ کہ بادشاہ وقت کا کہا نہیں مانتے۔ یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ وہ سلطنت کی خواہش رکھتے ہیں۔ بادشاہ کو ان کے کہنے سے کچھ وہم سا پیدا ہو گیا۔ اور اپنی والدہ سے جو نہایت عقیلہ و فہیمہ تھی بیان کیا۔ اس نے کہا۔ بیٹا! تمہارے بادشاہ ہونے سے پانچ سال پیشتر آنحضرت نے تمہارے بادشاہ ہونیکی خوشخبری دی تھی۔ اور جب قطب الملک نے تم پر چڑھائی کی تھی۔ اس وقت آنجناب نے تمہیں اپنی دعا کی پناہ میں لیا تھا۔ اب بھی تمہاری سلطنت کے حامی ہیں۔ یہ کسی نے محض بناوٹی بات کہی ہے۔ خبردار کسی قسم کا خیال نہ لانا۔ ورنہ نہ تم رہو گے اور نہ تمہاری سلطنت۔ ماں کے کہنے سے بادشاہ نے جو کدورت اس کے دل میں تھی دور کر دی۔ پھر وزیر کو بلا کر اس سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ وزیر سنکر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ آنحضرت تمہاری سلطنت کے ممد و معاون ہیں۔ اور تمہاری بادشاہی کو استقلال بھی آنجناب کے طفیل سے ہے۔ یہ بات کسی نے تم سے بہت ہی بری کہی ہے۔ اور وہ تیرا دشمن ہے۔ اگر تمہارے دل میں یہ خیال جم گیا۔ تو تمہاری سلطنت کے زوال کا موجب ہو گا۔ کیونکہ وہ اس وقت قطب الاقطاب اور قیوم روزگار ہیں اور جہان کے تمام بادشاہ آنحضرت کے نائب ہیں۔ پس جس وقت نائب منیب کے حق میں فاسد خیال کرتا ہے۔ تو اس کی نیابت کو ضرور زوال آتا ہے۔ بادشاہ کو وزیر کے کہنے سے کامل یقین ہو گیا۔ کہ جو کچھ میں نے سنا ہے محض جھوٹ ہے۔ جب حاسدوں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ کا ارادہ نہیں کہ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ سے برسر پرخاش ہو۔ تو پھر وہ جھوٹا محضر بادشاہ کو دکھلایا اور کہا کہ اس بارے میں جان بوجھ کر غفلت کرنا سوائے خسارت اور ندامت کے اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔ جہاں تک ہو سکے جلدی اس کا تدارک کرو۔ بادشاہ نے ان سے منہ پھیر لیا انہیں دنوں ایک روز بادشاہ باغ کی سیر کے لئے گیا۔ اس باغ میں پتھر کا تراشا ہوا ایک تخت بادشاہ کے لئے بنا ہوا تھا۔ اتفاقاً اس تخت کا ایک پایہ ٹوٹ گیا

بادشاہ نے خیر النسا اور خواجہ سرا سے اس کی وجہ پوچھی خیر النسا نے کہا حضرت شیخ محمد زبیر نے اس تخت پر بیٹھ کر شراب پی اور بدمستی کر کے تخت کے پائے کو توڑ ڈالا۔ بادشاہ نے یہ واہیات بات سن کر منہ پھیر لیا۔ جب بادشاہ باغ سے نکلا۔ تو عبد الغفور خاں نے ارکان سلطنت کو بلا کر بتایا کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے۔ کہ تمام شاہی فوج لیکر حضرت شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کی خانقاہ پر ہلہ بولو اور انہیں بمعہ خلفا قتل کر دو۔ جب یہ خبر عام لوگوں نے سنی۔ تو شور مچ گیا۔ آناً فاناً حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے تمام مرید اور فدائی ہزاروں کی تعداد میں پروانہ کی طرح خانقاہ کے گرد جمع ہو گئے۔ اور آنحضرت سے عرض کیا کہ اگر لوہے کا پہاڑ بھی ہو تو بھی ہم اکھیڑ ڈالیں گے۔ اور اس نالائق بادشاہ کو گرا کر چھوڑیں گے۔ آنحضرت نے ان سب کو دلاسا دیا۔ اور فرمایا کہ بادشاہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ خاطر جمع رکھو۔ بیٹھ جاؤ۔ لیکن احتیاطاً بہت سے مغل خانقاہ کے گرد دن رات موجود رہتے۔ اسی اثناء میں مخالفوں نے موقع پاکر بادشاہ کو کہا کہ جو ہم خیال کرتے تھے اس کا ظہور ہو گیا ہے۔ تمام ہند کا لشکر شیخ محمد زبیر کے ساتھ ہے اور بادشاہ سے لڑنے مرنے پر تلا ہوا ہے۔ عنقریب ہی فتنہ عظیم برپا ہونے والا ہے۔ جس کا فرو کرنا ناممکن ہو گا۔ بادشاہ یہ وحشت اثر خبر سنکر ڈرا۔ اور اعتماد الدولہ وزیر کو بلا کر یہ ماجرا اس سے بیان کیا۔ عبد الغفور نے کہا۔ اب کام ہاتھ سے نکل گیا ہے جو کر سکتے ہو جلدی کرو۔ وزیر نے کہا۔ یہ بات محض بہتان اور افترا ہے۔ آنحضرت اس بات سے بری ہیں بلکہ سلطنت کو آنحضرت سے منسوب کرنا بھی آنحضرت کی سخت اہانت ہے۔ ان دنوں مشہور ہو گیا ہے۔ کہ بادشاہی فوج آنحضرت کی خانقاہ پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ اسواسطے آنحضرت کے مرید احتیاطاً جمع ہو گئے ہیں لیکن آنحضرت نے سب کو واپس کر دیا ہے۔ اگر بالفرض آنحضرت سلطنت کا ارادہ بھی کریں تو انہیں روکنے والا کون ہے۔ کیونکہ شاہی فوج کا اکثر حصہ آنحضرت کا مرید ہے۔ اور باقی مرید لشکر سے بھی کہیں بڑھ کر ہیں۔ اگر بادشاہ آنحضرت پر حملہ کرنا بھی چاہے تو بادشاہ کے مخصوص فدائی بھی بادشاہ کے دشمن ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ سب آنحضرت کے مرید ہیں روشن الدولہ نے کہا شیخ صاحب کو ہند سے نکال دینا چاہئیے تاکہ فتنہ فرو ہو جائے وزیر نے جواب دیا کہ ساتوں ولائتوں میں آنحضرت کے خلفاء اور مرید پھیلے ہوئے ہیں

ہزار ہا آدمی آنحضرت کے طریقہ میں داخل ہیں۔ جہان بھر کے بادشاہ آنحضرت کے مرید ہیں۔ جب آنجناب کے مرید سنیں گے کہ ان کے شیخ کو ملک بدر کیا گیا ہے۔ تو سب شیخ کے ننگ و ناموس کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور تمام بادشاہ انتقام لینے پر کمر بستہ ہو جائیں گے۔ جو لوگ ہند میں آنحضرت کے مرید ہیں۔ وہ بھی ان سے مل جائینگے اور سارے ہند کو اپنے تیر کا نشانہ بنائیں گے۔ اور اہل ہند کا ناک میں دم کر دیں گے اس وقت کیا علاج کرو گے۔ اس کے سوا اب کوئی چارہ نہیں۔ کہ آنحضرت کی خدمت سے دعا و توجہ کے لئے التماس کرو۔ اور سلطنت کا استقلال انہیں کے طفیل سے سمجھو مملکت کی خیریت انہیں سے طلب کرو۔ اور اس خیال فاسد۔ وہم کاسد۔ کلمات واہیہ اور شیطانی پھسلاؤں سے باز آجاؤ۔ نہیں تو نہ تم رہو گے نہ تمہاری سلطنت یہ کلمات سن کر بادشاہ نہایت خوش ہوا جو وہم اس کے دل میں تھا دور کر دیا۔ اسی اثنا رمیں شہر میں شور مچ گیا کہ بادشاہ نے وزیر کو بلایا ہے۔ کہ خانقاہ کے لئے فوج مقرر کرے۔ یہ سنکر تمام مغل لڑائی کے لئے تیار ہو کر وزیر کے پاس گئے۔ اور اس بات کی اصلیت دریافت کی۔ وزیر نے ساری کہانی کہ سنائی۔ پھر جا کر بادشاہ سے کہا۔ کہ جا کر آنحضرت سے معافی مانگو ورنہ مغل میرے بس کے نہیں رہے۔ یہ واہیات باتیں جو تمہاری مجلس میں ہوتی رہی ہیں۔ ان کا نتیجہ سوائے ندامت اور پشیمانی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ بادشاہ نے وزیر کو کہا۔ کہ تم آنحضرت کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرو کہ ہم آباؤ اجداد سے اس عالی خاندان کے مرید چلے آئے ہیں۔ اور ہمیں سلطنت بھی جناب ہی کی توجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ میں بھی اپنی سلطنت کا استقلال آنجناب کے طفیل سے جانتا ہوں پھر محضر کی حقیقت بیان کرنا۔ وزیر نے بادشاہ کے کہنے کے مطابق حاضر خدمت ہو کر پیغام پہنچایا اور جھوٹے محضر کی حقیقت بیان کی آنحضرت نے اس کے جواب میں فرمایا۔ میں ہر رات محمد شاہ کی سلطنت کے استقلال کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور تمام کاموں میں اس کا حامی و مددگار ہوں۔ باوجود اتنے حقوق کے پھر وہ میری طرف سے وہم کرتا ہے۔ یہ محضر بالکل بناوٹی ہے۔ مجھے اس کی خبر بھی نہیں۔ کفار سے جزیہ لینے کے بارے میں علما نے ایک محضر لکھا ہے۔ اس محضر میں میں بھی شریک ہوں۔ میری اور محمد شاہ کی مثال خواجہ بہاؤ الدین نقشبند

رضی اللہ عنہ اور امیر تیمور کی سی ہے۔ کہ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی توجہ کی قوت سے امیر تیمور کو بادشاہ بنایا تھا۔ لیکن امیر تیمور اپنی بادشاہی میں آنجناب کا ممنون احسان نہ تھا میں نے بھی محمد شاہ کی سلطنت کے لئے بہت کوشش کی ہے۔ تب کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسے بادشاہ بنایا۔ اس کوشش کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم سے ایسا سلوک کرتا ہے اور حاسدوں کے ایک ہی دفعہ کے کہنے سے مجھ سے بدظن ہوتا ہے وزیر نے آنحضرت کی خدمت سے رخصت ہو کر بادشاہ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ بادشاہ کو یہ سنکر تشفی ہو گئی۔ اسی رات بادشاہ نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک نہایت وسیع جنگل میں ایک مرد خدا تخت پر بیٹھا ہے۔ اور ہزارہا اولیا اس کے تخت کے گرد دست بستہ کھڑے ہیں۔ جہان بھر کے بادشاہ اس عزیز کے پاس آتے ہیں۔ اور ہر ایک کو سلطنت کا حکم دیتا ہے۔ ایک شخص پکار کر رہا ہے۔ کہ یہ عزیز جو تخت پر بیٹھا ہے قطب جہاں اور قیوم زماں شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ جہان بھر کے بادشاہ اس کے پیشکار ہیں۔ وہ اس وقت جہان اور اہلِ جہان کا قبلہ توجہ ہے۔ جو اس پر اعتقاد کامل رکھے گا اس کی دنیا اور دین دونو سلامت رہیں گے اور جو معتقد نہ ہو گا وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہو گا۔ اسی اثنا میں تمام آدمیوں نے بادشاہ ہند کو ملامت کی۔ کہ تجھی نے حضرت قطب الاقطاب کے بارے میں خیال فاسد کیا تھا۔ حالانکہ ان کے اس قدر حقوق تیرے ذمے ہیں۔ دوسرے دن بادشاہ نے اس مضمون کا ایک رقعہ آنحضرت کی خدمت میں لکھا "حقائق و معارف آگاہ قطبیت و قیومیت پناہ۔ قدوۃ العارفین رئیس الواصلین یعنی شیخ محمد زبیر سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اشتیاق ملاقات حد سے زیادہ ہے خدا کرے کسی طرح آنجناب کا دیدار فائض البرکات نصیب ہو۔ باقی حالات زبانی عرض کئے جائیں گے۔ والسلام" جب بادشاہ کا یہ خط آنحضرت کو ملا۔ اور قاصد نے زبانی عرض بھی کہا کہ بادشاہ آنحضرت کی ملاقات کا نہایت خواہشمند ہے۔ تو آنحضرت نے منظور نہ فرمایا۔ بادشاہ نے آنحضرت کی والدہ ماجدہ کی بھی سفارش کرائی۔ اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ مسجد خانہ خدا ہے۔ اگر حکم ہو تو وہاں جناب کی زیارت کروں۔ یا جمعہ کے روز باغ میں تشریف لے چلیں تو وہاں دیدار فائض الانوار سے مشرف ہوں لیکن پھر بھی آنحضرت نے قبول نہ کیا۔ اس دفعہ حضرت خلیفۃ اللہ

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا ہے۔ کہ جب تک ہم زندہ ہیں۔ تمہارے سوا ملک ہند پر کسی کو حکمران نہ دیکھیں۔ واقعی ایسا ہی ہوا چنانچہ جب نادر شاہ ہندوستان پر قابض ہوا تو وہ بھی دہلی سے لوٹ گیا آگے نہیں بڑھا۔ اور محمد شاہ کو دوبارہ اپنی سلطنت ملی۔ یہ بات انشاء اللہ حسب موقع مفصل بیان ہوگی بادشاہ اس خوشخبری سے پھولا نہ سمایا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لا کر حضرت قیومیت مآب کی جناب میں بہت تحفے اور ہدیئے بھیجے اور معتقد ہو گیا۔ اس فساد کے مٹ جانیکے بعد ایک روز حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جو لوگ اس فساد کے بانی مبانی تھے۔ عنقریب غضب الٰہی میں گرفتار ہونگے۔ آنحضرت کے فرماتے ہی عبدالغفور۔ خیر النسا روشن الدولہ اور خواجہ سرا پر جو شاہی عنایت تھی۔ قہر سے بدل گئی۔ اور یہ شاہی قرب واعتبار کے مرتبہ سے گر گئے عبدالغفور خان کا سحر باطل ہو گیا۔ چنانچہ بادشاہ نے قطعی حکم دیدیا کہ عبدالغفور کا تمام مال واسباب زر وزیور۔ اونٹ گھوڑا ہاتھی اور سارا گھر لوٹ لیا جائے۔ اسی وقت سپاہی آسمانی بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑے اور اسکے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اس جادوگر کو معہ اس کے بیٹے کے گرفتار کر لیا۔ اور میخ دار آہنی پنجرے میں قید کر کے بڑے عذاب سے قتل کیا۔ اور اس کا تمام مال واسباب شاہی خزانے میں داخل کیا۔ باقی چیزوں کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جنس کے علاوہ تیس ہزار روپیہ نقد اس کے گھر سے نکلا۔ کہتے ہیں۔ عبدالغفور خاں اعلیٰ درجے کا جادوگر تھا۔ اس واسطے اس نے بادشاہ کو مطیع کر رکھا تھا۔ کہتے ہیں بعض جادو ایسے بھی ہیں جنہیں استعمال کرتے وقت گوہ کھانا پڑتا ہے۔ اور استنجا نہیں کیا جاتا۔ عبدالغفور خاں بھی اسی قسم کا جادو کیا کرتا تھا۔ خواجہ سرا دیوانہ ہو گیا۔ اور چند روز بعد مر گیا روشن الدولہ بھی غضب شاہی میں گرفتار رہا۔ اس کا تمام مال واسباب لے لیا گیا انہیں دنوں وہ اسی غم میں بیمار ہو گیا۔ اور زمانے کے ہاتھ سے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا کر مرا۔ شاہجہاں آباد میں شاہی قلعہ کے مقابل سنہری مسجد اسی کی یادگار ہے۔ خیر النسا جو بادشاہ کی دودھ بہن بنی ہوئی تھی قہر سلطانی میں گرفتار ہوئی۔ بادشاہ نے اسے شاہی قلعہ سے رسوا کر کے نکال دیا۔ اور اس کے مال واسباب کو شاہی بیت المال میں داخل کیا۔ یہ چاروں شخص سلطنت ہند میں اس قدر غالب تھے اور ان کا رعب اسقدر

تھا کہ تمام امور سلطنت انہیں کے اختیار میں تھے۔ جو چاہتے تھے کرتے تھے حتیٰ کہ جو کاغذ بادشاہ کے پاس دستخط کے واسطے آتے ان پر خیر النساء ہی دستخط کر دیتی۔ غرضیکہ بادشاہ اور وزیر برائے نام تھے۔ سلطنت کے سارے کاروبار وہ خود ہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ نظام الملک نے کہا ہے ؎

در ملک ہند نے شاہ نہ وزیرے ۔۔۔ یک تجبر و یک حیز و یک فقیرے

اسی واسطے نظام الملک ناراض ہو کر دکن چلا گیا تھا۔ اور بادشاہ نے مبارز خاں کو دکن کا حاکم مقرر کر کے اس سے لڑنے کے واسطے بھیجا تھا جیسا کہ اکیسویں سال قیومیت میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ باوجود اس جاہ و جلال اور شان و شوکت کے یہ چاروں یعنی عبد الغفور۔ خیر النسا۔ خواجہ سرائے اور روشن الدولہ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی مخالفت کے سبب خاک مذلت میں گر پڑے۔ اور کتے کی موت مرے ؎

خدائیکہ بالا و پست آفرید ۔۔۔ زبر دست ہر دست دست آفرید

اس فتنہ کے سبب جو انہوں نے برپا کیا تھا۔ ایک ہی سال میں عیش و کامرانی کی مسند اور نشاط و شادمانی کی گدی سے ذلت و حیرانی کے دریا اور عدم کے قید خانے میں جا پڑے ؎

گنج قاروں کہ فرو میرود از قہر ہنوز ۔۔۔ خواندہ باشی کہ ہم از غیرت درویشانست

جو فقرا سے الجھا وہ مرا۔

ذکر در بیان

سال بست و نہم از قیومیت حضرت قیوم رابع سلطان الاولیاء
رضی اللہ عنہٗ۔ بیان قصہ اصحاب جبل

حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی ایک صالحہ مریدہ دن رات پروردگار کی عبادت میں مشغول رہا کرتی تھی۔ سلوک باطنی آنحضرت سے حاصل کر کے فنا و بقا کے درجے کو پہنچا چاہتی تھی۔ کہ وہ اس سال بیمار ہو گئی۔ جب قریب المرگ ہوئی۔ تو اس نے اپنی یہ حالت دیکھ کر اپنا حال آنحضرت سے عرض کر بھیجا۔ کہ میں نزع میں ہوں اگر جناب کے جہان آرا جمال سے مشرف ہو جاؤں تو امید غالب ہے کہ گذشتہ گناہ

بخشے جائیں گے۔ اور ایمان کی سلامتی بھی حاصل ہو جائے گی۔ آنحضرت بھی اس پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔ اس کی حالت سنتے ہی جلدی اس کے پاس پہنچ گئے جب اسے اس نعمت غیر مترقبہ کی اطلاع ہوئی۔ تو مارے خوشی کے پھولی نہ سمائی اور یہ شعر بے اختیار اس کی زبان سے نکل گیا ؎

وقت جاں دادن نگارم بر سر بالیں رسید بخت ما بیدار شد وقتے کہ ما را خواب برد

بعد ازاں شادی مرگ ہو کر جان جاناں کے حوالے کی۔ آنحضرت اس کی موت سے حسرت زدہ اور رضا بقضا ہو کر اس کے مکان سے باہر تشریف لے آئے۔ جو اس مسافر عالم بالا کی جدائی کا غم جناب کے دل مبارک پر اس طرح ہوا جیسے سانس سے آئینہ پر تیرگی آجاتی ہے۔ کیوں نہ ہو ؎

خاطر روشن دلاں بسیار صائب نازک است میتواں کردن بآہے تیرہ رخسار آئینہ را

اپنی باطنی تشفی اور ظاہری رنج والم کے دفعیہ کے لئے سیر کا ارادہ کیا۔ اس وقت چھوٹے بڑے بہت سے مرید آنحضرت کے ہمراہ سعادت دارین حاصل کر رہے تھے وہ مقبول انام نہایت شوق سے ایسے انبوہ کثیر کے ساتھ قدرت قادر کا تماشا دیکھنے کے لئے اس شعر کے مطابق ؎

جا بجا جلوہ گاہ معشوق است چشم باید کہ تا نظارہ کند

گلی کوچوں سے گذرتے راستہ طے کرتے جا رہے تھے۔ جب آنحضرت کے ہمراہیوں پر تکان اور سستی کا غلبہ ہوا۔ تو آنجناب ہمراہیوں کے آرام لینے کے واسطے شہر کے درمیان ہی ایک نہایت اونچا پہاڑ تھا۔ جس کی چوٹی پر ایک عمارت سلطان فیروز شاہ کی یادگار تھی۔ اس پہاڑ کے روبرو ایک مینار بھی بنا ہوا تھا۔ اس مکان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشک ارم بنایا۔ یہاں پر قلم سیر ہے میں اس قدوۃ السالکین کی صاف شراب سے مخمور ہو کر پوروؤں کی مدد سے صفحہ قرطاس پر اسے چلاتا ہوں اور کہتا ہوں۔ کہ جب ہادیئے راہ ریاضت نے اس عمارت پر جلوس میمنت مانوس فرمایا۔ گویا آفتاب افلاک کی بلندی سے طلوع ہوا یا مہتر موسے علیہ السلام نے انوار الٰہی کی تجلی لینے کے لئے کوہ طور کو زینت بخشی۔ تو پے در پے تجلیات کا ظہور ہوا اور حق تعالیٰ کی عنایت بے غایت نے آنجناب کو گھیر لیا۔ اس اثناء میں آنحضرت

نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ کہ اے پروردگار! میرے ہمراہی صبح سے عشا تک بھوکے پیاسے محض تیری خاطر میرے ساتھ رہے ہیں اب یہ تیری نظر عنایت و رحمت کے امیدوار ہیں۔ دعا کے بعد بارگاہ الٰہی سے الہام ہوا کہ میں نے ان سب کو قبول کیا۔ اور ان کے گناہ بخش کر انہیں اپنی بارگاہ کے مقربوں کا صدر نشین کیا۔ آنحضرت نے اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کو اپنے ہمراہیوں پر ظاہر کیا اور فرمایا کہ اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ بجا لاؤ۔ اصحاب جبل (آنجناب کے ہمراہی) تعداد میں ۷۲ بہتر تھے۔

اسی سال مخدوم زادہ شیخ محمدؐ کی والدہ اس جہان فانی سے سرائے جاودانی کو سدھاریں آنحضرت نے غمزدہ ہو کر ان کی نعش سرہند بھیج دی جو حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کے روضہ منورہ میں مدفون کی گئی۔

شیخ عادل اور حاجی سعادت اللہ جو قدیم الایام سے آنحضرت کی خانقاہ میں رہا کرتے تھے۔ اور آنحضرت کے مقرب خاص تھے اس سال فوت ہوئے۔

اسی سال شاہجہان آباد میں وبائے عظیم پھوٹ پڑی۔ ایک ایک دن میں ہزارہا لوگ مرتے تھے۔ لوگوں نے عاجز آکر آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ آنجناب حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے خواجہ محمدؐ صادق رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک لکھ دیتے تھے۔ مریض کے گلے میں باندھتے ہی اسے شفا ہو جاتی۔ آنحضرت فرماتے تھے کہ اس مرض پر خواجہ صاحب کا اسم مبارک مجرب ہے۔ اس نام سے وبا دفع ہو جاتی ہے کیونکہ آپ کا وصال اسی وبا سے ہوا تھا۔ اور آپ نے فرمایا تھا۔ کہ جس مریض کے گلے میں میرا نام لکھ کر باندھو گے شفا پائے گا۔ ایک پیسہ اس کی نیاز ہے۔ جب وبا حد سے زیادہ ہو گئی۔ تو حضرت خلیفۃ اللہ بھی تپ سے بیمار ہو گئے۔ لوگ آنجناب کی بلائیں لیتے تھے۔ آنحضرت فرماتے تھے۔ کہ یہ وبا اس وقت تک نہیں جائے گی جب تک ہم اس بلا کو اپنے اوپر نہ لیں گے۔ بعد ازاں آپ کو اس شدت کا تپ ہوا حتیٰ کہ پندرہ روز تک کچھ نہ کھایا۔ پھر فضل الٰہی سے شفائے کلی ہوئی اور خلقت کو بھی اس بلا سے نجات ملی۔

ذکر در بیان

سال نہم ازقیومیت حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

آمدن خواجہ سعد اللہ کہ از اکابر مشائخ بخارا بود بخدمت آنحضرت
عرضداشت کردن بادشاہ توران بجناب قیومیت مآب وبیان قضایا
کہ دریں سال واقع شدہ اند وعنایت شدن آنحضرت را از جناب الٰہی
خدمت پل صراط کہ مردم بآسانی بگذرانند

اس سال بخارا کے بڑے شیخ خواجہ اسد اللہ آنحضرت کے مرید ہوئے۔ آپ اپنے مرید ہونیکا سبب یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ شیخ حبیب اللہ بخاری کے دو فرزند صاحب کمال سجادہ نشین ہوئے۔ ایک شیخ محمد نعمان دوسرا خواجہ اسد اللہ۔ توران کے تمام آدمی ان دونو بھائیوں کے مرید تھے۔ ابوالفیض خاں بادشاہ توران ان دونو کا بڑا نیازمند تھا۔ ہفتہ میں دو دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ جو کام شروع کرتا ان سے پوچھ لیتا۔ اگر وہ اجازت دیتے تو کرتا۔ ورنہ ترک کر دیتا ایک رات خواجہ اسد اللہ نے خواب میں دیکھا کہ تمام حضرات خواجگان نقشبند ایک جگہ جمع ہو کر کہیں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ بزرگ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ حضرت شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں جو قطب الاقطاب اور قیوم زمانہ ہیں۔ پروردگار کا حکم ہے کہ جو شخص کامل اعتقاد سے ان کی زیارت کریگا۔ اس کے تمام گناہ بخشے جاویں گے اور بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوگا۔ اسی اثناء میں یہ تمام مردان خدا ہند کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ شاہجہان آباد پہنچ گئے۔ اور سب نے حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ لیکن تمام دست بستہ آنحضرت کی خدمت میں کھڑے رہے اس وقت آنجناب نے اسد اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ہمارے پاس کیوں نہیں آتے۔ یہ سنتے ہی خواجہ صاحب بیدار ہوئے اور آنحضرت کے دیدار کا اشتیاق غالب آیا۔ یہ خواب خواجہ صاحب نے اپنے بھائی شیخ محمد نعمان سے بیان کیا۔ جس نے کہا میں نے بھی ان دنوں ایک خواب دیکھا ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ مجھے فرماتے ہیں کہ تم جا کر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے مرید ہو جاؤ۔ خواجہ اسد اللہ نے کہا میں ہند جا کر آنحضرت کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ جب بادشاہ کو آپ کے ہند جانے کی خبر ہوئی تو اپنے آدمی بھیج کر خواجہ صاحب کو ہند جانے سے روکنا

چاہا۔ لیکن خواجہ صاحب نے اس کی ایک نہ سنی اور ہند کا ارادہ کر لیا۔ خواجہ صاحب کے روانہ ہوتے وقت بادشاہ نے حاضر خدمت ہو کر کہا کہ میں نے آج رات خواب دیکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خانقاہ میں تمام اولیا جمع ہیں۔ اور حضرت خواجہ بھی ان میں بیٹھے فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت شیخ محمد زبیر قطب ہیں۔ اور پروردگار کے خلیفہ ہیں۔ لوگو ان کی اطاعت کرو۔ تاکہ تمہاری بہتری ہو موجودہ تمام اولیا ان کی برکات و فیوض کے منتظر ہیں۔ جو ان کا معتقد و مرید ہو گا حق تعالیٰ اسے دین و دنیا میں عزت بخشے گا۔ اتنے میں ایک بزرگ نورانی شکل ابلق گھوڑے پر سوار نمودار ہوا۔ اور ایک شخص نے بلند آواز سے پکارا کہ یہ سوار شیخ محمد زبیر محبوب الٰہی ہیں۔ اے دوستان خدا! ان سے مصافحہ کرو اور ان کی پیروی اختیار کرو۔ تاکہ تمہارا قرب الٰہی زیادہ ہو جائے تمام بزرگ جو کھڑے تھے۔ سب نے آنحضرت سے مصافحہ کیا۔ اور پیادہ پا آنحضرت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اتنے میں میری آنکھ کھلی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اپنی عرضی معہ تحف و ہدایا آنحضرت کی خدمت میں ارسال کروں۔ پہلے میں آپکو جانے سے روکتا تھا لیکن اب اجازت دیتا ہوں۔ کہ میری طرف سے جاکر میری حالت عرض کرنا اور دعا و توجہ کی درخواست کرنا۔ خواجہ اسد اللہ نے اس بات کو منظور کیا۔ بادشاہ نے اپنی عرضی معہ تحف و ہدایا خواجہ صاحب کے سپرد کر کے رخصت کیا۔ خواجہ صاحب منزلیں طے کر کے شاہجہاں آباد پہنچے۔ اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ کی عرضی معہ تحف و ہدایا خدمت والا میں پیش کی اور اپنے بھائی شیخ محمد نعمان کا حال بھی عرض کیا۔ آنحضرت نے خواجہ صاحب کے بھائی اور بادشاہ کے حق میں دعا کر کے فرمایا کہ توران کے بادشاہ حضرت قیوم اول کے زمانہ سے لیکر آج تک اس سلسلہ کے مخصوص مرید ہوتے آئے ہیں۔ پھر خواجہ صاحب پر بہت کچھ مہربانی فرمائی۔ خواجہ صاحب بھی خانقاہ عالم پناہ کے غلام ہو گئے۔ حتیٰ کہ سلوک باطنی ختم کر کے خلافت پائی۔ آنحضرت نے خواجہ صاحب کے بھائی کے حق میں فرمایا۔ کہ ہم ہر رات شیخ محمد نعمان کے باطن کی طرف متوجہ ہیں۔

اسی سال ایک روز حضرت خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج میں نے میدان قیامت دیکھا ہے اور لوگ جزع و فزع میں مبتلا ہیں۔ مجھے

حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ کہ جاکر پل صراط پر کھڑے ہو جاؤ۔ اور مسلمانوں کو آسانی سے اس پر سے گذار دو۔ میں حسب الحکم پل صراط پر جا کھڑا ہوا۔ اِتنے میں منادی ہوئی کہ اے اہل اسلام حق تعالیٰ نے پل صراط کی خدمت شیخ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی ہے۔ تمام آکر حاضر خدمت ہو جاؤ۔ تاکہ تمہیں بآسانی پل صراط پر سے گذار دیں بعد ازآں جوق جوق اور گروہ گروہ مسلمان آنے لگے۔ میں ان کا ہاتھ پکڑ کر پل صراط سے گذارتا گیا۔ حتیٰ کہ تمام گذشتہ و آئندہ مسلمانوں کو پل صراط پر سے گذارا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اسی سال حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے حضرت شیخ محمد یحیٰی کے پوتے شیخ وجیہہ الدین آنحضرت کے مرید ہوئے۔ آپ نے اپنے مرید ہونے کا سبب مجھ (مصنف رح) سے یہ بیان کیا کہ میں ایک روز حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک میں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کھڑے فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت شیخ محمد زبیر قطب و قیوم وقت ہیں۔ ان سے جاکر کمالات باطنی حاصل کرو۔ پھر آپ وطن مالوف سے آکر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی کرامت مآب جناب میں مشرف ہوئے اور توجہ کی طلب کی۔ آنحضرت نے اس بارے میں تامل کیا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارے پہلے پیر کی اجازت بغیر تمہیں اپنا مرید نہیں کر سکتا۔ اِسی اثنا میں مَیں (مولفِ کتاب) کسی تقریب سے سرہند جانا چاہتا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ محمد احسان تم سرہند جاتے ہو۔ جاؤ۔ جاکر شیخ ضیاء الدین سے پوچھنا کہ اگر اجازت ہو تو شیخ وجیہہ الدین کو مرید کر لیا جائے۔ آخر میں نے حسب الارشاد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت لی اور آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مرید کیا۔ اور بتدریج عمدہ عمدہ بشارات عنایت فرمائیں۔ انشاء اللہ ان کے احوال میں لکھی جائیں گی۔

اسی سال حضرت مروج الشریعت رضی اللہ عنہ کے فرزند شیخ محمد پارسا کا وصال ہو گیا۔ اور حضرت عروۃ الوثقےٰ رضی اللہ عنہ کے روضہ منورہ میں مدفون ہوئے آپ کی قبر پر ایک اور گنبد بنایا گیا۔

ذکر در بیان

سال سی ویکم از جلوس قیومیت حضرت قیوم رابع سلطان الاولیا رضی اللہ عنہ بیان خلافت دادن آنحضرت بہ مولف ایں کتاب فقیر محمد احسان و بیان قضایا کہ دریں سال واقع شدند

اس سال بادشاہ ہند کے وزیر نے مشرقی اور جنوبی مفسدوں کی تنبیہ کیلئے توجہ کی۔ چونکہ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی مرضی مبارک نہ تھی کہ وزیر اس کام کے لئے جائے۔ اس واسطے مفت میں چار پانچ مہینے گشت و گرد کر کے ناکامیابی کا منہ دیکھ شاہجہاں آباد لوٹ آیا۔

اسی سال منجھلے مخدوم زادے عبد القادر ثانی کی شادی حضرت مروج الشریعت رضی اللہ عنہ کے پوتے شاہ محمد پارسا کی لڑکی سے ہوئی۔ شاہ محمد پارسا حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کے سجادہ نشین تھے۔ آنحضرت نے شادی کا سامان بادشاہوں کی طرح کیا اور اپنی چھوٹی بہن اور اکثر یاروں اور خلیفوں کو سرہند بھیجدیا۔ قیومیت کے اس نونہال نے سرہند پہنچکر بڑی دھوم دھام سے شادی کی اور واپس شاہجہاں آباد آکر اپنے والد ماجد کی قدمبوسی حاصل کی۔

اسی سال مؤلف کتاب یعنی فقیر محمد احسان کو جو جناب قیومیت مآب کا جبہ سا ہے۔ آنحضرت نے اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کی مفصل کیفیت یوں ہے کہ ۱۱ ماہ جمادی الثانی ۱۱۴۵ھ ہجری بروز پیر اشراق کی نماز کے بعد اس فقیر کو اپنے سر مبارک سے عمامہ اُتار میرے سر پر رکھا۔ اور اپنا طیلسان جو مبارک جو چھ مہینے تک مراقبہ کے وقت آنحضرت نے اپنے چہرہ مبارک پر رکھا تھا۔ مجھے عنایت فرمایا۔ ان دنوں ایک شخص ایک عصا بطور نیاز لایا تھا۔ اور چند مرتبہ آنجناب دست مبارک میں لیکر مسجد تشریف لے گئے تھے۔ وہ بھی مرحمت فرمایا۔ اور ایک مچھور طاؤسی جو بطور تحفہ امرائے عظام نے بھیجا تھا۔ عنایت کیا۔ اور قبا جو حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ نے سالگرہ کے موقعہ پر پہنی تھی۔ از راہ کرم مجھے پہنائی۔ فرماتے تھے کہ میں نے اس قبا میں اپنا خاصہ ودیعت کر رکھا ہے۔ اسے پہن کر میں اپنے باطن کی طرف متوجہ ہوا کرتا تھا۔ پھر خلافت نامہ

اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمایا۔ خلافت نامہ یہ ہے۔

خلافت نامہ

فقیر حقیر محمد احسان ابوالفیض کمال الدین کہ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ بدست مبارک خود نوشتہ اند

"الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوص علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ نجوم الھدیٰ اما بعد مخفی نہ رہے کہ چونکہ برادر عزیز محمد احسان مدت تک خدا طلبی کے لئے اس فقیر کے ہمراہ رہے اور اس راہ کی ضروریات حاصل کیں بلکہ اپنے بزرگوں کی نسبت بطور ورثہ انہیں ملی۔ اس واسطے اس فقیر نے برادر مذکور کو طریقہ علیہ نقشبندیہ اور قادریہ کی تعلیم طریقہ دی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ جو برادر مذکور کا ہم نشین ہوگا۔ دونو طریقوں کی برکات سے بہرہ مند ہوگا۔ اجازت اس شرط پر مشروط ہے کہ شریعت اور طریقت پر ثابت قدم رہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

کتبہ فقیر محمد زبیر"

انہیں دنوں آنحضرت ایک روز باغ کی سیر کے لئے تشریف لیگئے میں بھی آنحضرت کے ہمراہ تھا۔ وقت خوش تھا حق تعالیٰ کی عنایات آنحضرت پروارد ہوئیں اچانک زبان الہام ترجمان سے نکلا۔ کہ میں ایسے مقام تک گیا جہاں کوئی شخص نہ تھا میں نے بہتیرا چاہا کہ اپنے کسی یار کو بھی وہاں لے چلوں۔ بعد ازاں الہام ہوا کہ اس مقام میں پہلے بہت آدمی تھے۔ لیکن اس وقت تمہارے سوا کوئی نہیں۔ پھر مجھے (مصنف رح) مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ محمد احسان! اگر تم چاہو۔ تو میں تمہیں اس مقام پر لے چلوں۔ تو میرے لئے فلاں بازار سے حلوا لاؤ۔ بعد ازاں میں نے آداب بجا لاکر اس نعمت کا شکر ادا کیا ؎

منکہ باشم کہ برآں خاطر عاطر گذرم ۔۔۔ لطفہا میکنی اے خاک درت تاج سرم

بعد ازاں میرے حال پر حد سے زیادہ مہربانی کی۔ انہیں دنوں ایک روز مجھے فرمایا کہ تمہیں خلقت کی ارشاد کے لئے پورب بھیجا جاتا ہے۔ چونکہ مجھے آنحضرت کی مفارقت دوبھر تھی۔ اور اپنے آپ کو کسی طرح بھی اس کام کے قابل نہ سمجھتا تھا اسواسطے عرض

کیا کہ مجھے اس آستانہ علیہ سے جدا ہونا ناگوار گذرتا ہے۔ آنحضرت نے حد سے زیادہ تاکید کی۔ کہ عذر کی مجال نہ رہی۔ اور از راہ بندہ نوازی فرمایا۔ کہ میں تمہیں اپنے سامنے قوت ارشاد دیتا ہوں۔ آخر لاچار ہو کر یہ عرضی منظوم کر کے آنحضرت کی خدمت میں پیش کی۔

عرضی قصیدہ

ہر روز ز آتش دل و جان شعلہ و شرار ۔۔۔ چنداں بسوختم کہ شدم انگر و غبار

دل و جان کی آگ سے اس قسم کے شعلے اور شرارے پیدا ہوئے جن سے میں جل کر کوئلہ ہوا اور پھر غبار بن گیا

از آتش فراق دل و جان من بسوخت ۔۔۔ خونابہ شد رواں ز دو چشمان اشکبار

جدائی کی آگ سے میرے جان و دل جل گئے ۔۔۔ دونو آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہو گئے

نوعے کہ من بسوختم از ترس بیم ہجر ۔۔۔ ہرگز کسے نہ سوختہ ز ابنائے روزگار

جیسا کہ ہجر کے ڈر سے میں جلا ہوں ۔۔۔ ابنائے روزگار میں سے کوئی نہیں جلا

طاقت نماند آنکہ و ہم شرح درد او ۔۔۔ زاندوہ فرقت و ز جدائی آں نگار

مجھ میں اس معشوق کی جدائی اور فرقت کے سبب اتنی بھی طاقت نہیں کہ اس کے درد کی شرح کر سکوں

ہر شام تا بہ صبح بسوزم ز دست ہجر ۔۔۔ ہر صبح تا بہ شام نہ آرام و نے قرار

شام سے صبح تک ہجر کے ہاتھوں جلتا ہوں ۔۔۔ اور صبح سے شام تک نہ آرام ہے نہ قرار

یارب چگونہ زندگی خود بسر کنم ۔۔۔ در فرقتش چگونہ بود طاقت و قرار

اے پروردگار! میں اپنی زندگی کیونکر بسر کروں ۔۔۔ اس کی جدائی میں کیونکر طاقت و قرار ہو

او حکم میکند کہ برو ملک خاوری ۔۔۔ من در غم فراق چناں گشتہ ام نزار

وہ پورب میں جانے کا حکم دیتا ہے (میری یہ حالت ہے) ۔۔۔ کہ میں غم فراق میں اس قدر دبلا پتلا ہو گیا ہوں

نے طاقت جدائی و نے تاب حکم او ۔۔۔ یارب چناں کنم کہ چنیں زارم و نزار

کہ نہ مجھ میں جدائی کی طاقت ہے نہ اسکا حکم بجا لانے کی تاب ۔۔۔ اے پروردگار! میں اب کیا کروں کیونکہ میں بہت نحیف ہو گیا ہوں

چوں حکم اوست محکم حرماں ہلاک جاں ۔۔۔ آمد بیاد مصرع قطرت کسے بکار

جب اس کا یہی حکم ہے کہ حرمان سے جان ہلاک کروں ۔۔۔ تو مجھے کسی کا اتفاقیہ یہ مصرع یاد پڑا

حرمان و وصل چیست چو مطلب رضائے تست ۔۔۔ خواہی بغمزہ میکشں خواہی بانتظار

جب آپکی رضا مطلوب ہے پھر وصل و جدائی کیا حقیقت رکھتی ہے ۔۔۔ خواہ تو غمزہ سے ہلاک کر خواہ انتظار رکھے

جاں زیر پائے تست چو چشم آرزو چہ باک | جسمیکہ جاں نداشتہ باشد چہ اعتبار

جان تیرے پاؤں تلے ہے | جس جسم میں جان نہ ہو اس کا کیا اعتبار

اے آفتاب مطلع انوار حق ز سر | ہستی خلیفۃ اللہ قیوم روزگار

اے باعث سر انوار حق کے مطلع | تو خلیفۃ اللہ اور قیوم روزگار ہے

قطب زمانہ عارف حق نائب رسول | بر مسند شریعت دیں دائم استوار

زمانے کا قطب عارف باللہ اور رسول صلعم کا نائب ہے | شریعت دین کی گدی پر ہمیشہ قائم رہیو

روشن بود چو دین محمد ز نور تو | از فیض باطن تو جہاں را بود قرار

تیرے نور کی وجہ سے دین محمدی روشن ہوجیو | تیرے باطنی فیض سے جہان کو قرار حاصل ہے

گروندگی اگرچہ بود پیشۂ فلک | از بہر آنکہ گرد تو گردد ہزار بار

اگر آسمان کا پیشہ ہی گردش کرنا ہے لیکن اسواسطے ہے | کو تیرے گرد ہزار بار پھرے

احساں امیدوار عنایات و فضل تست | لیکن اگرچہ ہست غلام گناہگار

احسان (محمد احسان مولف) تیری عنایت مہربانی کا امیدوار ہے | اگرچہ وہ ایک گنہگار غلام ہے

بعد ازآں مجھے نہایت مہربان ہو کر رخصت فرمایا۔ میں آنحضرت کے قضا تمثال امر کے بموجب مشرقی علاقے کو روانہ ہولیا۔ جب دریائے گنگا سے پار ہوا۔ تو علی محمد خان کے علاقے میں داخل ہوا۔ علی محمد خان سالک اور صاحب حال مرد تھا عدل بذل کرم۔ اور حلم۔ اور نیک خصلتوں میں بے نظیر تھا۔ ہزارہا آدمی اسکے انعام واکرام کے طفیل آسودہ تھے۔ اور بہت سے گاؤں اور قصبے اس کے زیر سایہ محفوظ و مامون ہیں۔ وہاں کے مفسدوں کی اس نے بیخکنی کر ڈالی ہے ہندوؤں کے بت خانوں کو مسمار کرا کے ان کی جگہ مدرسے اور مسجدیں بنوائیں۔ اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمہ سے موصوف و متصف تھا۔ اکثر علما و فضلاء نے اس سے باطنی استفادہ کیا۔ جو عجیب و غریب حالات بیان کرتے ہیں۔ اسواسطے قطب وقت حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ اسے برادر مہربان لکھا کرتے تھے۔ نہایت صالح متقی اور خدا دوست تھا۔ راتوں جاگنا اس کا پسندیدہ طریقہ تھا اس کی مجلس علما اور مشائخ سے بھری رہتی۔ سوائے تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف اور مراقبہ کے اور کوئی کام نہ تھا۔ کبھی ضرورتاً اذکار و عبادات سے فارغ ہو کر مسلمانوں

کی خبر گیری اور احوال پرسی کرتا - اس کا علاقہ اس کے عدل کے سبب جنت آباد تھا - اور سیاح لوگ اسے سمرقند اور بخارا کا ثانی بتلاتے تھے - محمد علی خان میرا نہایت مخلص تھا - کیونکہ میں اس سے پیشتر مجذوب ہو کر آوارہ پھرا کرتا تھا - ایک دفعہ اُدھر بھی آ نکلا - اس وقت اس رئیس سے ملاقات کا اتفاق ہوا تھا پھر جب جناب قیومیت مآب کی آستان بوسی کا شرف حاصل ہوا - اور آنحضرت نے مجھے اس سفر کا حکم دیا - اور میرا گذر یہاں ہوا - تو اس عزیز نے مجھ پر نہایت مہربانی کی اور مجھے بھی اس کے حالات پسند آئے - چونکہ آنحضرت کی مرضی مبارک یہی تھی کہ میں اسی جگہ رہوں - اس واسطے مجبوراً یہیں رہنے سہنے لگا - اور آج تک یہیں رہتا ہوں وہ عزیز اور اس کے لواحق و توابع میرے مخلص ہیں - انہیں دنوں ایک منظوم عرضی آنحضرت کی خدمت میں لکھی جس کا جواب آنحضرت نے نظم میں دیا - ہر دو درج ذیل ہیں -

عرضداشت فقیر محمد احسان بجناب حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

اے پیک صبا رساں سلامے — از ذرۂ کمترین غلامے

اے صبا کے قاصد! کمترین غلام ذرۂ بمقدار کی طرف سے

درحضرت پاک ہادیٔ راہ — قیوم زماں خلیفۃ اللہ

ہادیٔ راہ قیوم زماں خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پہنچا

قیوم چہارم جہان است — ثانیٔ مجدد زمان است

وہ جہاں کے چوتھے قیوم اور زمانے کے دوسرے مجدد ہیں

اے خاتم مظہر محمد — اتمام کمال دین احمد

اے مظہر محمد کے خاتم اور — دین احمد کے کمال کے متمم

کز امر تو ایں سفر گزیدم — در قصبہ آنولہ رسیدم

آپ ہی کے حکم سے میں نے یہ سفر اختیار کیا — اور قصبہ آنولہ میں پہنچا

سالار دریں نواحی واحد — خانیست کلاں علی محمد

اس علاقے کا سردار علی محمد نام ایک بڑا خان ہے

از داد و کرم کمال دارد — ہر دم بحق اشتغال دارد

جسے بخشش اور انصاف میں کمال حاصل ہے — اور جو ہر دم حق میں مشغول ہے

خدمات مرا سعادت انگاشت | از دل علم ارادت افراشت
اس نے میری خدمت کو سعادت سمجھا | اور تہ دل سے میرا مرید ہوا

اندر طلب خدا است ز اخلاص | معروف شریعت بہ نیت خاص
اخلاص دل سے وہ خدا کا طالب ہے | اور شریعت میں خاص نیت سے معروف ہے

امید کہ خاص خود شمارند | در جرگۂ خاصگاں در آرند
امید ہے کہ جناب اسے اپنے خاصوں میں شمار کر کے اپنے مخصوصوں کے گروہ میں شامل فرمائینگے

پے رشد ز من امیدوار است | مارا بجواب انتظار است
وہ مجھ سے ارشاد کی تمنا کرتا ہے | لیکن میں اس کے مرید کرنے میں جناب کا منتظر ہوں

چندیں افغاں گرفتہ تلقین | زاں جان محمد و صدر دین
کئی پٹھانوں نے مجھ سے تلقین حاصل کی ہے | انمیں سے جان محمد اور صدر دین کی حالت اچھی ہے

یک سر ز فنائے دل کشیدہ | دیگر بہ فنائے دل رسیدہ
ایک تو فنائے دل سے آگے ترقی کر گیا ہے | اور دوسرا ابھی فنائے دل تک پہنچا ہے

بعضے بہ لطیفہ ہائے خمسہ | مشغول شدہ صباح و امسہ
باقیوں میں سے بعض صبح و شام لطائف خمسہ میں مشغول ہیں

دو واقعہ عجیب دیدیم | یک طرفہ تر و غریب دیدیم
میں نے خواب میں ایک نہایت عجیب و غریب معاملہ دیکھا۔ وہ یہ کہ

در جامۂ سرخ یک نسائے | در خوبی و حسن دلربائے
ایک نہایت ہی حسین اور دلربا عورت سرخ لباس پہنے ہوئے ہے

پائم ز غلط بر او بر افتاد | از دیگر سو زنے ندا داد
اس پر جب غلطی سے میرا پاؤں پڑا | تو دوسری طرف سے ایک عورت نے آواز دی

کہ احسان بنگر و ایں جمالم | من نور خدائے ذو الجلالم
کر لے احسان! ذرا میرے جمال کو تو دیکھ | میں تو خدائے ذو الجلال کا نور ہوں

دیگر کہ شدیم مست سرشار | مدہوش خمار سخت خمار
دوسرے یہ کہ میں مست و سرشار ہو گیا | اور پھر سخت خمار میں مبتلا ہوا

دیگر شدہ دائرہ نمودار | گم شد ز میانش نقطہ پرکار

اور یہ ایک دائرہ نمودار ہوا لیکن اس کا مرکز گم ہے

زلبم لعاب تاں ہمے ریخت خلقے بہ ملامتم درآویخت

اس دائرے میں میرا لعاب بن گرتا ہے میری یہ حالت دیکھ کر لوگ مجھے ملامت کرنے لگے

جملہ بجواب بازگشتند گفتند زمانہ ساز رفتند

سب نے مجھے یہ کہکر کہ یہ زمانہ ساز ہے جواب دے دیا اور چلتے بنے

حل کن ہمہ مشکلات مارا مے بیں بہ تفضلات مارا

جناب میری ان مشکلات کو حل فرمائیں اور نگاہ تفضل سے دیکھیں

احساں کہ از حضرتِ نبیر است متوقع از دعائے خیر است

احسان زبیری بارگاہ سے دعائے خیر کا امیدوار ہے

مکتوب آنحضرت درجواب عرضداشت ایں مسکین

اے نسیمِ صبا بصد عنواں گر توانی سلام ما برساں

اے نسیم صبا! اگر تجھ سے ہو سکے تو سینکڑوں طرح سے ہمارا سلام

برآنکہ ہست شیخ زماں صاحب ارشاد مردمانِ جہاں

شیخ زماں اہل جہاں کے صاحب ارشاد

غرقِ دریائے وحدتِ عرفاں سالکِ راہ حق میاں احساں

دریائے وحدت و عرفان میں غرق شدہ اور راہ حق کے سالک میاں احسان کو پہنچا

ہر کہ باشد ز حالِ ما پرساں یک بیک را سلامِ ما برساں

جو جو ہمارا حال پوچھے انہیں ایک ایک کر کے ہمارا سلام پہنچاؤ۔ وہ تحریر کر

کہ ماہ مبارک رمضاں بہ شب ختم حضرتِ قرآں

کہ ماہ مبارک رمضان میں جس رات قرآن شریف ختم ہوتا تھا

عرضیِ آں محب با اخلاص گشت روشن چو سورۂ اخلاص

اس مخلص محبد کی عرضی سورۂ اخلاص کی طرح روشن ہوئی

عرضیٔ مثل گلستاں رنگیں پائے تا سر چو نیشکر شیریں

وہ عرضی پھلواڑی کی طرح رنگین تھی اور سرتاپا گنے کی طرح میٹھی تھی

چوں شدم آگہ از مضامینش | بکشودم زباں بہ تحسینش

جب میں اس کے مضامین سے آگاہ ہوا | تو میں نے اس کی تعریف کیلئے زبان کھولی

کہ ہمہ بود حسب اہل اللہ | معنئِ لا الٰہ الا اللہ

کیونکہ وہ ساری کی ساری اہل اللہ کے حسب حال | لا الٰہ الا اللہ کے معانی تھی

کردہ بودی ز حبِ خود تحریر | بر شما نیست حاجتِ تقریر

جو تو نے محض اپنی محبت سے لکھی | تمہیں اپنی محبت کے اظہار کی ضرورت نہیں

صدق ہر کس بقدر دانشِ اوست | پیشِ ما ظاہر است دشمن و دوست

کیونکہ ہر شخص کا صدق اس کے علم کے مطابق ہوتا ہے۔ اور ہمیں دوست و دشمن معلوم ہیں

آں قدر مقبل و وفا کیشی | ہر چہ بنوشتۂ از آں بیشی

تم اس قدر مقبل اور وفادار ہو | کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے تم اس سے بھی زیادہ ہو

حق تعالیٰ سلامتت دارد | تا ابد بے ملامتت دارد

اللہ تعالے تمہیں سلامت رکھے | اور ابد تک بے ملامت رکھے

ہستی از گلشنِ مجدد دیں | آں شہِ رہنمائے راہِ یقیں

تم مجدد دین کے باغ سے ہو | جو راہ یقین کے رہنما تھے

تو ہم اولادِ آں شہنشاہی | بیش زیں از خدا چہ میخواہی

تم اسی شہنشاہ کی اولاد ہو | اس سے زیادہ اور کیا خدا سے چاہتے ہو

اے پسر از نصیحتم مخروش | سخنم را بکن چو دُر در گوش

بیٹا! میری نصیحت سے جوش و خروش میں آنا | میری بات کو کان میں موتی کی طرح پہن لینا

خود بخود طالبِ مرید مشو | ہمچو یارانِ روزِ عید مشو

خود بخود مرید کا طالب نہ ہو جانا | اور نہ ہی عید کے کچے یاروں کی طرح بن جانا

ہر کہ آید ز راہ صدق و صفا | بنشاں بر دلش نہالِ وفا

جو سچے دل سے حلقہ مریدی میں داخل ہونا چاہے | اس کے دل میں وفا کا پودا لگا دینا

شو بہ تلقینِ ذکر او مشغول | تا کہ گردد بہ نزد حق مقبول

اور اسے ذکر الٰہی تلقین کرنا | تاکہ وہ حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو جائے

بطفیلِ خدا اثر بینید | قدرتِ حق بچشم سر بینید

وہ اللہ تعالیٰ کے طفیل سے اثر دیکھے　　اور قدرت حق کو ظاہری آنکھوں سے دیکھ لے

دل ہر کس شبہ ناک بود　　شغل ناداویش چہ باک بود

جس کے دل میں شبہ ہو　　اسکو شغل الٰہی میں مشغول کرنا کچھ مضائقہ نہیں

نکنی بہر طالباں تاخیر　　زیں سبب نیست حاجت تحریر

طالبوں کے واسطے دیر نہ کرنا　　کیونکہ اس بارے میں لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں

زینہار اے پسر بصد زنہار　　کہ حذر کن زنفس آدم خوار

خبردار! ہرگز ہرگز نفس آدم خوار کے کہنے میں نہ آنا۔ اور اس سے ڈرتے رہنا

نفس را در طریقہ راہ مدہ　　پائے در راہ اشتباہ منہ

نفس کو طریق راہ میں دخل نہ دینا　　اور کسی مشتبہ طریقے میں پاؤں نہ رکھنا

تا بنزدِ خدا شوی مقبول　　راہ یابی بحق رسی بحصول

تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو جاؤ　　اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ تمہیں مل جائے

مندرج بود در عریضہ چنیں　　کہ بدیدم بخواب مہ جبیں

تمہارے عریضہ میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ میں نے خواب میں ایک مہ جبین کو دیکھا ہے

او بمن التفات بیحد کرد　　نشہ ساں ہوش از سرم رد کرد

جس نے حد سے زیادہ توجہ کی ہے　　جس کے سبب میں متوالا ہو گیا ہوں

مژدہ باد ترا ازیں شادی　　گز خرابی رسی بہ آبادی

سو تمہیں اس خوشی کی خوشخبری دی جاتی ہے　　کہ خرابی سے نکل آبادی نصیب ہوگی

ایں خبر مے دہد ز استعداد　　کہ خدایت نمود استمداد

اس سے تمہاری استعداد کا پتہ لگتا ہے　　کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی

ایں ولایت ز سرورِ دین است　　کہ بمعنی نشانِ او ایں است

یہ سرورِ دین کی ولایت ہے　　کیونکہ حقیقت میں یہ نشان اسی کا ہے

زاں ولایت ترا شمر باشد　　زایں ولایت ترا خبر باشد

تم اس ولایت (ولایت محمدی) میں شمار کئے جاؤ گے اور اس ولایت کی تمہیں خبر ہوگی

ذکر در بیان

قضایا کہ در سال سی و دوم از جلوس قیومیت حضرت قیوم رابع

سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ بوقوع آمدہ اند۔ آمدن حضرت شیخ ضیاء الدین یوسف کہ بلا واسطہ نبیرہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ بودند از سرہند بزیارت آنحضرت

اس سال شیخ ضیاء الدین جو حضرت شیخ محمد یحییٰ المشہور بہ شاہ جیو کے بلا واسطہ فرزند اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے سرہند سے شاہجہان آباد آئے۔ آپکی مفصل کیفیت یوں ہے۔ کہ حضرت شیخ ضیاء الدین نے سلوک باطنی حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ سے حاصل کر کے حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ سے پورا کیا اور خلافت پائی۔ ان دنوں آپ خلق اللہ کے مرجع ومآب تھے۔ اور تمام حضرات سرہند آپکی اطاعت کیا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ بیواسطہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا کوئی اور پوتا زندہ نہ تھا۔ علاوہ ازیں آپ عمر میں بھی تمام مشائخ سرہند سے بڑے تھے۔ اسواسطے سارے آپ کی عزت کیا کرتے تھے۔ اور زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ جمعہ کے روز سارے لوگ آپ کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ اور لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا کہ بیان سے باہر ہے۔ جب آپ کی عمر اخیر کو پہنچی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ اب تمہاری زندگی تھوڑے دن اور ہے۔ بہتر ہے کہ قطب زماں قیوم جہاں کی خدمت میں جاکر اپنے واسطے توجہ کی درخواست کرو۔ آپ نے یہ کشف دیکھکر شاہجہان آباد جانیکا ارادہ کیا۔ جب شہر کے رؤساء نے آپ کا یہ ارادہ سنا۔ تو سارے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اس ضعف وپیری میں سفر کرنا مناسب نہیں اس عارف باللہ نے مذکورہ بالا ماجرا انہیں سنایا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہاں جانے پر مامور ہوں۔ یہ کہکر شاہجہان آباد کی راہ لی۔ صبح کے وقت حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے دیدار فائض الانوار سے مشرف ہوئے۔ اور مریدانہ سلوک تواضع اور ادب کیا۔ آنحضرت نے آپ سے بھی زیادہ آپ کا ادب کیا کیونکہ آپ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ آپ نے اپنا مکاشفہ عرض کیا اور فیض باطنی کے لئے درخواست کی۔ آنحضرت نے آپ کے حق میں توجہ باطنی

اور القائے نسبت کیا۔ بعد ازاں آپ چند روز آنحضرت کی خدمت میں رہکر واپس سرہند آئے۔ سرہند پہنچتے ہی آپ مرض موت میں مبتلا ہوئے۔ اور تھوڑے دن بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ اپنے والد کے قبہ میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے قبہ کے محاذی مدفون ہوئے۔ لوگوں کو آپ کی وفات کا سخت افسوس ہوا کیونکہ اب حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا کوئی بیواسطہ پوتا زندہ نہ تھا۔

ذکر انتقال مخدوم زادہ خواجہ محمد احرار ازین جہان پر ملال

اس سال مخدوم زادہ خواجہ محمد احرار جو آنحضرت کے تیسرے فرزند تھے۔ بیمار ہوگئے۔ حضرت سلطان الاولیاء کو آپ کی بیماری کا ازبس غم ہوا۔ کیونکہ آنحضرت اس سلالۂ دودمان قیومیت کی طرف بہت متوجہ تھے۔ اور اس مخدوم زادہ کی استعداد کی حد سے زیادہ تعریف کیا کرتے تھے۔ بلکہ ان بشارات کا اشارہ کیا کرتے تھے جن سے مشائخ کبار ممتاز ہوتے ہیں۔ جوں جوں مخدوم زادہ صاحب زیادہ بیمار ہوتے جاتے تھے۔ آنجناب زیادہ ملول ہوتے جاتے تھے۔ انہیں دنوں ایک روز میرے (مولف رح) والد بزرگوار کو فرمایا کہ بھائی صاحب میں نے محمد احرار پر اس طرح کی توجہ کی ہے کہ اگر پہاڑ پر بھی کرتا تو موم کی طرح پگھل جاتا۔ لیکن تقدیر حق کا کوئی علاج نہیں۔ اغلب ہے کہ یہ فرزند اس مرض سے نجات نہیں پائے گا۔ یہ کہتے ہی مخدوم زادہ کا مرض ایک سے سوگنا ہوگیا اور دن بدن حالت بدلتی گئی۔ جس دن فوت ہونا تھا۔ اس دن صبح کے وقت آپ کی حالت میں کچھ تبدیلی ہوئی۔ جیسا کہ موت کے قریب پہنچکر اکثر ہوا کرتا ہے۔ ایک شخص نے آکر یہ خبر آنحضرت کو دی تو آنحضرت نے فرمایا کہ یہی نامبارک دن ہے۔ اس بات کو ابھی ایک لمحہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ خبر آگئی کہ مخدوم زادہ صاحب جانکنی میں ہیں۔ آنجناب یہ وحشت اثر خبر سنکر گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابھی گھر کے دروازے پر پہنچے تھے کہ شاہزادہ نے جان خدا کے سپرد کی اور پاس بیٹھے ہوئے اشخاص سے گریہ وزاری کی آواز نکلی۔ آنحضرت فصبر جمیل کہکر دروازے کے پاس کے کنوئیں پر بیٹھ گئے لیکن وقار کو ہاتھ سے نہ دیا۔ افسوس وغیرہ کا کوئی لفظ تک

زبان سے نہ نکالا کبھی کبھی آنکھوں سے آنسو رخساروں پر گرتے تھے۔ سوائے اسکے اور کوئی بیقراری یا افسوس کی علامت نہ دیکھی گئی۔ بعد ازاں مخدوم زادہ کو غسل دے کر نماز جنازہ پڑھ کر نعش سرہند بھیج دی۔ منجھلے مخدوم زادہ صاحب پہلے ہی سرہند میں تھے وہ اور اور اکابر شہر نعش کے استقبال کو آئے۔ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ کے روضہ منورہ میں قبہ کی پائنتی کی طرف دفن کیا۔

از مرغ فغاں سرود برخاست	وز چشمۂ غنچہ گرد برخاست
هم باد برابر آستیں زد	هم آب کلاہ بر زمیں زد
بادے چو دم نہنگ خونریز	آبے چو سحاب اژدہا تیز
گلزار شد از گل افسردہ	غمخانہ صد چراغ مردہ
برخاست خزاں بہر کنارے	افتاد چمن بجا گبارے

ماتم پرسی کے دن گذرنے پر خواجہ عبدالقادر والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت کو اس واقعہ سے اس قسم کا غم و الم ہوا کہ قلم اس کے تحریر کرنے سے قاصر ہے۔ ہر ہفتے جمعہ کے روز باغ کی سیر کو تشریف لیجایا کرتے تھے وہ بھی ترک کر دیا۔ اور مریدوں کو توجہ دینا بھی چندروز کے لئے موقوف کر دیا۔ صبح و شام کے اوراد میں بھی تغیر و تبدل ہو گیا ضعف بدن بھی حد سے زیادہ ہو گیا طرح طرح کے امراض پیدا ہوئے۔ چنانچہ چند مرتبہ ایسا ضعف طاری ہوا۔ کہ لوگوں کو آنحضرت کی ناامیدی ہو گئی۔ پھر تخفیف ہو جاتی لیکن پھر عود کر آتا۔ گو آنحضرت اپنے آپ کو بہ تکلف تندرست ظاہر کرتے تھے۔ لیکن زیادہ کمزور ہوتے جاتے تھے۔ سات سال یہی حالت رہی۔ ایک دن بھی صحت میں نہ گذرا۔ ان دنوں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے اندر شیخ رہ گیا ہے۔ آخر اس ضعف کا نتیجہ یہ ہوا کہ سل ودق کا عارضہ ہو گیا اور اسی عارضہ سے آنحضرت کا وصال ہو گیا۔

ذکر دربیان

سال سی وسوم از جلوس قیومیت آنحضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ بیان وقائع کہ دریں سال واقع شدہ اند۔ باز

نمامت کردن حاسداں بہ سلطان عصر از حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

اس سال بعض حاسدوں نے اپنی شقاوت ازلی کے سبب حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت خلاف واقع کلمات بادشاہ وقت سے کہے۔ بادشاہ کو اپنی معہودہ عادت کے مطابق وہم سا ہو گیا۔ گو بادشاہ آنحضرت کا بڑا معتقد تھا۔ لیکن مغلوں کی وجہ سے جو آنحضرت کے غلام تھے۔ اور کبھی کبھی بادشاہ اور ان کے درمیان نفاق ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ اکثر بادشاہ سے دینی امور میں کوئی ایسی بات ظاہر ہو جاتی جس کی بابت مغل آنحضرت کی خدمت میں شکایت کرتے تھے اسواسطے بادشاہ کو ان کا رعب غالب معلوم ہوتا تھا۔ واقعی سلطنت میں سراسر ڈر اور خوف ہوتا ہے۔ بادشاہ نے تنگ آکر اپنے بعض فدائیوں کو تفتیش کے لئے آنحضرت کی خانقاہ میں بھیجا۔ اسی اثناء میں حاجی امان بدخشی جو آنحضرت کا خلیفہ تھا۔ بطور مسافر دو تین دن سے آنحضرت کی خانقاہ میں آیا ہوا تھا اسے مار پیٹ ہوئی کہ یہ شاہی جاسوس ہے۔ جب آنحضرت نے اسے پٹتے دیکھا۔ تو جھڑک کر لوگوں کو منع کیا اور فرمایا کہ وہ جاسوس نہیں بلکہ (ایک پاس کھڑے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کر کے) یہ جاسوس ہے۔ پھر اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا۔ کہ خبردار! اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو کسی قسم کی جھوٹی خبر بادشاہ کو نہ دینا۔ اس نے عرض کیا کہ کیا مجال کہ میں قطب زماں کو ناراض کروں۔ اور غضب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤں۔ آنحضرت نے اسکے حق میں دعا کی۔ انہیں دنوں ایک اور جاسوس نے بعض حاسدوں کے کہنے سے جھوٹی خبر بادشاہ کو پہنچائی۔ خبر پہنچاتے ہی اس کا سارا چہرہ سوج گیا اور اس کی زبان بند ہو گئی۔ جب بادشاہ نے اس بات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ خبر محض جھوٹ تھی اسلئے شرمندہ ہو کر آنحضرت سے معافی مانگی اور عرض کیا کہ اگر آنحضرت جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر مغل وغیرہ مسلمانوں کو میری اطاعت کا حکم دیں۔ تو میری سلطنت کو نہایت تقویت ہو جائے گی۔ آنجناب نے اس بات کو منظور فرما کر جمعہ کے روز نماز سے فارغ ہو کر منبر پر آکر تمام وضیع و شریف کے روبرو اپنی خانقاہ میں فرمایا "یا ایہا الناس اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" بادشاہِ وقت کی اطاعت کو واجب جانو۔ سب نے جان و دل سے آنجناب کے فرمان کو قبول کیا۔ بادشاہ یہ

خبر سنکر نہایت ہی خوش ہوا۔ اس کے شکریہ میں تحف وہدایا نذر کئے۔ بعد از آں آنحضرت کے بارے میں حاسدوں کی بات کو نہ سُنا۔ تھوڑی مدت میں حاسدوں کا جان و مال نیست و نابود ہو گیا لیکن آنجناب کا مزاج مبارک بادشاہ سے بہت منحرف ہو گیا۔ کہ باوجود اس قدر توجہات کے پھر فاسد خیالات اس نے کئے۔ آنحضرت ان دنوں فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارے نزدیک سلطنت رائی کے دانے کی طرح ہے لیکن میں نہیں جانتا۔ کہ محمد شاہ کن خیالات میں ہے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد ان خیالات کا بدلہ اسے مل گیا۔ لیکن پھر آنحضرت نے از راہ بندہ نوازی اس کو اس بلا سے نجات دلوائی۔ جو انشاء اللہ عنقریب ہی بیان کیا جائے گا۔ اس ہنگامہ کے بعد بادشاہ نے پھر آنحضرت کی ملاقات کی خواہش کی لیکن بے سود۔ آنحضرت نے وہی پہلا جواب دیا اور عذر کر بھیجا۔

ذکر در بیان

خلافت دادن خواجہ عزیز اللہ و فرستادن اورا بہ بدخشان و بیان قضایا کہ خواجہ را در آں ملک دست دادہ و عرضداشت شاہ بدخشان بجناب آنحضرت رضی اللہ عنہٗ

اسی سال حضرت سلطان الاولیا نے خواجہ عزیز اللہ بدخشی کو خلافت دیکر بدخشان روانہ فرمایا۔ جب آپ وہاں پہنچے۔ تو وہاں کا بادشاہ جو آپ کے آباؤ اجداد کا قدیمی مرید تھا۔ آپ کے استقبال کے واسطے آیا۔ اور آپ کو نہایت تعظیم و تکریم سے شہر میں لے گیا۔ اس ملک کے تمام باشندے آپ کے مرید ہوئے۔ اور علما و مشائخ حلقہ بگوش غلام بن گئے۔ وہاں کے چھوٹے بڑے صبح شام آپ کے حلقہ میں حاضر ہوتے۔ ایک روز بادشاہ نے خواجہ صاحب سے حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کے حالات دریافت کئے۔ خواجہ صاحب نے آنحضرت کی بزرگی کماحقہٗ بیان کی۔ بادشاہ نے کہا۔ اس وقت ایسے بزرگ کا ہونا بہت غنیمت ہے لیکن گذشتہ اولیاء کو اپنی ولایت میں عجب استقلال ہوا کرتا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا آجکل ہزاروں ویسے کیا بلکہ ان سے بڑھ کر حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ کی خانقاہ میں موجود ہیں۔ اور آنحضرت سے باطنی فیض حاصل کرتے ہیں۔ تم نے حضرت سلطان الاولیاءؒ

رضی اللہ عنہ کو کیا سمجھ رکھا ہے آنجناب قیوم زمانہ ہیں اور آنجناب کا بدن مبارک جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیہ خمیر طینت سے بنا ہوا ہے۔ تمام قطب فرد اور غوث قیوم کے نائب ہوتے ہیں۔ سو سوائے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔ عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ۔ حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ اور خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی شخص قیوم نہیں ہوا۔ تمام اولیائے سلف و خلف حضرت سلطان الاولیا کے ظل کمالات کے دائرہ میں ہیں۔ بادشاہ یہ سنکر خاموش ہوگیا۔ ہاں یا نا کچھ بھی نہ کی۔ دیر کے بعد کہا۔ کہ بیشک تم انہیں اس قدر بزرگ سمجھتے ہوگے لیکن میرے خیال میں تمہارے دادا شیخ خلیل اللہ بدخشی جیسا ایک بھی نہیں۔ خواجہ صاحب سخت ناراض ہوکر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بلند آواز سے کہا۔ کہ اے بادشاہ! دیر نہیں گذریگی کہ تم حضرت خلیفۃ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوگے۔ تم نے حضرت سلطان الاولیا کی سلطنت کو قبول نہیں کیا۔ ہم تمہیں بدخشاں کی سلطنت سے معزول کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب ناراض ہوکر اپنے گھر لوٹ آئے۔ اور اپنے تمام یاروں کو جمع کرکے فرمایا۔ کہ آؤ اس کے حق میں بددعا کریں کہ حق تعالیٰ اسے اس جہان سے اٹھالے۔ پھر نہایت عاجزی سے دعا کی دعا کرتے ہی بادشاہ کے پیٹ میں درد اٹھا۔ اور اسی رات اس جہان فانی سے چل بسا۔ دوسرے دن ارکان سلطنت نے ایک اور کو تخت شاہی پر بٹھایا۔ اس بادشاہ کو خواجہ صاحب کی خدمت میں لاکر آپ سے استقلال سلطنت کے لئے دعا منگائی۔ خواجہ صاحب نے تاج شاہی اس کے سر پر رکھکر دعائے استقامت کی۔ اور اسے فرمایا تمہاری سلطنت کا قیام حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے کمالات اور قیومیت کے اعتقاد پر موقوف ہے۔ اس نے کہا میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ بدخشان میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اور بہت سے نورانی چہروں والے آنحضرت کے ساتھ ہیں۔ اور سخت ناراض ہوکر فرماتے ہیں۔ کہ شاہ بدخشاں کو حاضر کرو۔ اتنے میں مردہ بادشاہ کو لائے آنحضرت نے فرمایا۔ کہ ہم نے تمہاری ہدایت اور تمہاری سلطنت کے استقلال کے لئے اپنا خلیفہ بھیجا لیکن تم نے اس کی قدر نہ کی بلکہ بجائے شکر گذار ہونے کے کفران نعمت کیا۔ تم سلطنت کے لائق نہیں۔ ہم

تمہیں سلطنت سے معزول کر کے اس جہان کو تمہارے وجود سے پاک کرتے ہیں۔ پھر مجھے بلا کر تاج شاہی میرے سر پر رکھ کر فرمایا۔ ہم نے تجھے بدخشان کا بادشاہ کیا۔ اپنی سلطنت میں عدل کرنا اور قیوم اربعہ کی قیومیت کا معتقد رہنا۔ ہمارے خلفاء کی خدمت کرنا جب میں جاگا تو شہر میں شور مچا ہوا تھا کہ بادشاہ مر گیا ہے۔ ارکان سلطنت نے آکر مجھے شاہی تخت پر بٹھایا بعد ازآں خواجہ عزیز اللہ کا مرید ہوا اور حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی بیعت قیومیت بھی خواجہ صاحب کے ہاتھ پر کی۔ اور اپنی عرضی معہ تحف و ہدایا حضرت قیوم رابع سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجی۔ جب اس کی عرضی معہ خواجہ صاحب کی عرضی کے آنحضرت کی خدمت میں پہنچی۔ تو آنحضرت نے بادشاہ کے حق میں دعائے خیر کی۔ اور اپنے مخلصوں کے زمرے میں شامل کیا۔

ذکر دربیان

مراجعت شیخ محمد نعمان حق رسا کہ نبیرۂ حضرت مروج الشریعت کہ رئیس مشائخ سرہند اند از حرمین الشریفین واخذ فیض کردن از حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

اسی سال شیخ محمد نعمان حق رسا جو شیخ محمد پارسا کے فرزند رشید اور حضرت مروج الشریعت کے پوتے اور تمام حضرات سرہند کے سردار تھے حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مرید ہوئے، اس کی مفصل کیفیت یوں ہے کہ شیخ محمد نعمان نے اپنے والد ماجد کی خدمت سے کسب و کمال حاصل کیا تھا۔ ان کے وصال کے بعد حرمین الشریفین زادہما اللہ شرفاً وکرماً گئے۔ وہاں آپکو بے شمار اور لاانتہا باطنی ترقیات نصیب ہوئیں۔ اور حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے کمالات کو بھی دیکھ لیا۔ بلکہ جناب الٰہی سے الہام ہوا کہ جو سالک اس زمانہ میں ہیں اگر اپنے باطن کی سلامتی چاہتے ہیں۔ تو حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے مرید ہو جائیں خصوصاً آپ کو تو حکم ہوا کہ تم جا کر قیوم زماں کی خدمت سے فیض اخذ کرو۔ علاوہ بریں شیخ محمد نعمان نے اپنے والد ماجد سے سنا تھا۔ کہ قطب الاقطابی کا منصب حضرت شیخ محمد زبیر کو حاصل ہے۔ اس واسطے آنحضرت کی قطب الاقطابی کے معتقد تھے۔ اس سفر سے واپس آکر

آنحضرت کی خدمت سراسر سعادت میں حاضر ہو کر طلب توجہ کی۔ آنجناب نے غور وتامل اور آپ کی منت وخوشامد کرنے کے بعد توجہ باطنی اور اپنی خاص نسبت کا القا فرمایا۔ آنحضرت آپ پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔ کسی اور پر اس کا عشر عشیر بھی نہ تھے آپ آنحضرت کی تواضع اس طرح کرتے جیسے مرید پیروں کی کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ خود تمام حضرات سرہند کے سردار تھے اور تمام امراء بادشاہ اور سلاطین آپ کے نیازمند تھے۔ اور ہزارہا لوگ آپ سے محتاج تھے۔ باوجود ان تمام باتوں کے حضرت خلیفۃ اللہ کے آداب بجالانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ آپ کا گھر خانقاہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر تھا۔ بسا اوقات اندھاری راتوں کو کیچڑ میں پا پیادہ چلکر بےخبر اگر آنحضرت کی خانقاہ کے ایک گوشے میں بیٹھ رہتے۔ جب آنحضرت کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوتی۔ تو نہایت اعزاز واکرام سے اپنے برابر بٹھاتے اور اکثر اٹھتے وقت نعلین پکڑ لیتے کہ آنجناب کے پاؤں میں پہنائیں۔ آنحضرت بہتیرا منع کرتے لیکن آپ عرض کرتے۔ کہ میں یہ خدمت للہ کرتا ہوں۔ مجھے اجر سے کیوں محروم رکھتے ہیں حضرت خلیفۃ اللہ نے آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رضؓ کے اعلےٰ خصائص اور بشارات سے سرافراز فرمایا۔ آپ مجھ (مؤلف رو کتاب) سے زیادہ خصوصیت رکھتے ہیں کیونکہ میرا غم بھی سنتے ہیں۔ مجھے فرماتے تھے کہ بھائی صاحب! مجھے حضرت خلیفۃ اللہ مجھے مقاماتِ ولایت اور کمالات نبوت میں اس طرح کشاں کشاں لیجاتے ہیں۔ کہ میں اس نعمتِ عظمےٰ کا شکریہ بجا ہی نہیں لاسکتا ؎

گر بر تنِ من شود زبان ہر موئے یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ذکرِ دربیان

سال سی وچہارم از جلوس قیومت حضرت قیوم رابع سلطان الاولیاء دربیان تنازع عامل سرہند با مخدوم زادہ وسزائے رسیدن او وبیان وقایع کہ درین سال بہ وقوع آمدہ اند :۔

اس سال سرہند کے حاکم اور حضرات مخدوم زادوں میں بعض امور کی وجہ سے نزاع ہوگئی۔ حتے کہ فریقین آمادہ جنگ ہو گئے۔ قریب تھا کہ فتنہ و

فساد کی آگ بھڑک اُٹھے۔ سارا شہر اور مضافات حضرات مخدوم زادوں کے ساتھ تھے اور حاکم تھوڑی سی فوج لئے شہر کے باہر پڑا تھا۔ لیکن حضرات کی مخالفت سے ڈر گیا۔ کہ کہیں غضب سلطانی میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔ اس واسطے معافی مانگ لی۔ لیکن حضرات نے معافی نہ دی۔ جب یہ خبر حضرت خلیفۃ اللہ نے سُنی تو سخت ناراض ہو کر فرمایا۔ کہ سرہند کا حاکم خدا سے نہیں ڈرتا۔ کہ حضرات مخدوم زادوں کی مخالفت کرتا ہے

اسی اثناء میں بادشاہ وقت کو بھی اس بات کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے یہ خبر سُنتے ہی حاکم سرہند کو معزول کیا۔ اور حضرت خلیفۃ اللہ سے بہت کچھ معافی مانگی۔ ایک اور حاکم تجویز کر کے مقرر کیا۔ اور قطعی حکم دیا۔ کہ جس طرح مخدوم زادے چاہیں کریں۔ تم نے متعرض نہ ہونا۔ مخدوم زادوں اور عامل کی باہمی نزاع کا باعث یہ ہوا کرتا تھا۔ کہ شہر کے گرد و نواح اور مضافات کی مدد معاش میں مخدوم زادوں کا تصرف تھا۔ اور بہت سے لوگ اُن کی قوت کے بھروسے ہر سال دیہات اور قصبات کی آمدنی مخدوم زادوں کے نام کر کے اپنے قبضے میں لاتے۔ حاکم اس سبب سے ان لوگوں سے لڑتا اور روپیہ مانگتا۔ وہ مخدوم زادوں کی طرف اشارہ کرتے۔ تو عامل مخدوم زادوں کی طاقت سے ڈر کر نصف یا چوتھا حصّہ زر کا لینا چاہتا وہ لوگ یہ بھی نہ دینا چاہتے۔ اس واسطے عامل اُن کے درپے آزار ہوتا۔ وہ مخدوم زادوں کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور اس بارے میں مدد طلب کرتے۔ وہ کمال کرم اور خیر خواہی خلق اللہ سے جو اس خاندانِ عالی کا شیوہ مرضیہ ہے عامل سے لڑتے وہ ادب کر کے فروگذاشت کرتا۔ اگر کبھی مخالفت کرتا تو وہ بھی لڑائی کے لئے آمادہ ہو جاتے۔ آخر رئیس بیچ بچاؤ کر کے صلح کرا دیتے۔ عامل مجبوراً صلح کر لیتا کہ کہیں بادشاہ ناراض نہ ہو جائے اور معافی مانگتا۔ بعض اوقات مخدوم زادے اُس کے عذر کو قبول نہ کر کے یہ معاملات وزیر اور بادشاہ کے پاس بھیج دیتے۔ وزیر اور بادشاہ اِن معاملات کو مخدوم زادوں کی مرضی کے مطابق سرانجام دے کر اُنہیں خوشدل کرتے۔ اور عامل اور کارکنوں کو سزا دیتے۔

اسی سال اس مؤلف کتاب نے مشرقی علاقہ سے جہاں وہ رہا کرتا تھا۔ حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں حسب ذیل منظومہ عرضی بھیجی:۔

عرضداشت فقیر حقیر محمد احسان معصومی سرہندی بجناب حضرت خلیفۃ اللہ در قصیدہ نظم :-

الا اے ہدہد فرخ سرفرازی بخندانی — کہ بادا بر سرت زیبندہ دیہیم سلیمانی

سرفرازی و بخندانی سے کے مبارک ہدہد ہو ! — تمہارے سر پر سلیمانی تاج زیبندہ ہو

رسان از احسان سلام عجز انجامے بدرگاہی — کہ بگذارد ورا آنجا عقل کل در سجدہ پیشانی

احسان کی طرف سے عجز آموز سلام اس درگاہ میں پہنچانا — جہاں عقل کل بھی سربسجود ہوتی ہے

امام المسلمین شیخ الشیوخ ہادئے عالم — گرامی دودۂ فاروق را شمع سبحانی

اس بارگاہ کے مالک مسلمانوں کے امام شیخ الشیوخ جہان کو رہنما — فاروق کے معزز گھرانے کی روشن منور شمع

امیر المومنین سلطان صدیقین زیب دین — محمد زبیر آں قیوم رابع مجدد ثانی

مومنین کے امیر صدیقوں کے بادشاہ دین کی زینت — محمد زبیر قیوم رابع مجدد ثانی

رئیس الواصلین قائم مقام انبیائے دین — کہ تاج العارفین و اولیاء را قبلۂ ثانی

واصلوں کے سردار انبیاء دین کے قائم مقام — عارفوں کے تاج اور اولیاء کے قبلۂ ثانی ہیں

برائے اتقیا شرف و دلیل اصفیا سرور — نتیجہ مرسلین و مظہر اسرار ربانی

پرہیزگاروں کے لئے باعث شرف اور اصفیا کے فخر ہیں — مرسلین کے نتیجہ اور اسرار ربانی کے مظہر ہیں۔

ولایت را بود معدن حقیقت را بود مخزن — شریعت را بود ناصر طریقت را بود بانی

آنحضرت ولایت کی کان اور حقیقت کے خزانے ہیں۔ — شریعت کے مددگار اور طریقت کے بانی ہیں۔

ز دانشش مسند قیومیت را زینت تازہ — کہ نازل آمدہ در شان او آیات رحمانی

آنحضرت کے علم سے قیومیت کی مسند کو تازہ زینت حاصل ہے — جس کی شان میں رحمانی آیات نازل ہوئی ہیں

بود بیت نبوت را قد او مصرع زیبا — عیاں ز و مطلع انوار کیفیات یزدانی

نبوت کے گھر کے عمدہ کواڑ اور مصرع زیبا ہیں — آنحضرت سے کیفیات یزدانی کا مطلع انوار ظاہر ہے

کسے نتواند آں قیوم رابع را ثنا کردن — کہ در اوصاف او عاجز بود عرفی خاقانی

کوئی شخص قیوم چہارم کی ثنا نہیں کر سکتا — عرفی و خاقانی جیسے زبردست شاعر آنحضرت کی تعریف سے عاجز ہیں

میسر نیست بعد از انبیاء کس چنیں شانے — کہ او آمد امام الحق و ہم محبوب صمدانی

انبیاء کو چھوڑ کر باقیوں میں سے کسی کو یہ شان حاصل نہیں — کیونکہ آنحضرت امام الحق بھی ہیں اور محبوب صمدانی بھی

غلط گفتم کہ ذات پاک او را نیست فخر و شانے — انہیں عالی مقاماتے کہ در انفاس او دانی

میں نے غلط کہا ہے کہ اس کی ذات پاک کا فخر و شان نہیں
بلکہ حقیقۃً وہم و خیال میں آ سکتا ہو حضرت کے مقامات ایسے بھی ہیں

کمالات رسالت را بود او جامع او لامع
صفات احمدی را سر بسر در ذات او خوانی

آنحضرت کمالات رسالت کے جامع اور روشن کنندہ ہیں۔
جناب کی ذات میں صفات احمدی کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے

شہ قائم مقام انبیائے اولی العزم آمد
مہ نائب مناب ایزد خلاق دو جہانی

آنجناب انبیائے اولوالعزم کے قائم مقام بادشاہ ہیں
دو نو جہان کے خالق ایزد متعال کے نائب مناب ہیں

بدیں صفت از دانشش مرواج و رونق دیگر
بید عیسیٰ ید بیضائے بخوبی ماہ کنعانی

دین و ملت کو آنحضرت کے علم کی سبب سے ہی ترویج اور رونق حاصل
یوں سمجھو کہ بلحاظ ید بیضا موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ اور بلحاظ خوبی حضرت یوسف ہیں

دل او مظہر نور تجلے از خدا یابی
ضمیر روشن او مورد آیات قرآنی

آنحضرت کا دل الٰہی نور کی تجلی کا مظہر ہے
اور ضمیر روشن آیات قرآنی کے وارد ہونے کا مقام

مبرا تر بود انفاس او از دنیا و ما فیہا
ملک پیشش نیارد کرد لاف پاک دامانی

آنحضرت کے انفاس دنیا و ما فیہا سے مبرا ہیں
فرشتہ بھی آنجناب کے روبرو پاکدامنی کی لاف نہیں کر سکتا

برائے منصب خلقت از و شد پایۂ برتر
ز محبوبیت ذاتی بود یکتائے سبحانی

خلقت کے منصب کی قدر آنجناب کے طفیل سے زیادہ ہو گئی ہے
بلحاظ محبوبیت ذاتی یکتائے زمانہ ہیں۔

بزہد و ورع باشد نازِ انفاس پاک او
بتقوائے و صلاح از ذات او بود فخر ارزانی

آنحضرت کے انفاس پاک کو بلحاظ زہد و ورع ہونے کے باعث ناز ہیں
اور بھی آنحضرت کے تقوے و صلاحیت پر فخر حاصل ہے

نجابت را ز والا گوہرے او شرف حاصل
نقابت را ز عالی نسبتش فخر فراوانی

نجابت کو آنجناب کی والا گوہری کے سبب شرف حاصل ہے
اور آنحضرت کی عالی نسبتی کی وجہ سے نقابت کو بہت بڑا فخر ہے

فروغ شمع بزم معرفت الٰہی خدا دین
جمال حق کمال احمدی قیوم ربانی

بزم معرفت کی شمع کا فروغ یعنی سب کے بادشاہ
جمال حق کمال احمدی قیوم ربانی

محمد عزیز و عبد قادر را سلام مکن
کہ ہستند آں دو نجم روشن خورشید پیشانی

محمد عزیز اور عبد القادر کو میری طرف سے سلام
وہ دو خورشید کی سی پیشانی والے روشن ستارے ہیں

بگو کز جوشش اشتیاقے شوق آستاں بوسش
برنگ گل کند دل ہر زماں چاک گریبانی

آنحضرت کی آستان بوسی کے غلبۂ شوق کی وجہ سے
دل ہر وقت پھول کی طرح گریبان چاک کرتا ہے

فلک رفعت جناب فیض پرور دستگیر من
ملک سیرت قدر قدرت خلیل کعبۂ ربانی

میرے دستگیر کی آسمان جیسی بلند بارگاہ ہے
اور آنحضرت فرشتہ خصلت قدر قدرت اور ربانی کعبہ کے خلیل ہیں

چو ماہی ام کہ دور از آب دارد بیقراریہا　　طپاں بر روئے ریگ آتشیں افتادہ ام دانی
میں مچھلی بے آب کی طرح بے قرار ہوں　　یوں سمجھو کہ میں انگاروں پر لوٹتا ہوں

دمادم چوں رگِ سیماب میدارم طپیدنہا　　چو مرغِ نیم بسمل مینمایم بال جنبانی
میں دمبدم پارے کی طرح تڑپتا ہوں　　اور نیم بسمل پرند کیطرح پر و بال پھڑپھڑاتا ہوں

بداں میداشتم شوقِ جمالِ پائے بوسِ او　　کہ در رمضاں رسم خدمتِ محبوبِ سبحانی
مجھے آنحضرت کی پابوسی کا شوق اس بات پر آمادہ کرتا تھا　　کہ میں اس محبوبِ سبحانی کی خدمت میں ماہِ رمضان میں پہنچ جاؤں

چو بشنید ایں ارادہ را ز من علی محمد خاں　　بہ پیشم آمد و اظہار کرد از عجز و گریانی
جب میرے اس ارادے کی خبر علی محمد خاں کو ہوئی　　تو اس نے عاجزی اور منت و سماجت سے کہا

نے شاید کہ از برکاتِ ایں ایامِ متبرک　　مرا و مسلمیں را ایں ہمہ محروم گردانی
کہ یہ مناسب نہیں کہ آپ ان متبرک ایام کی برکتوں سے　　مجھے اور مسلمانوں کو محروم کریں

چو زینساں التجا آورد خانِ دوستِ فقرا　　ازیں معنی بماندم از دولتِ خدمت بحرمانی
جب اس فقرا کے دوست خاں نے اسطرح التجا کی　　اسواسطے میں آنحضرت کی دولتِ خدمت سے محروم رہگیا

ہم از بعضے سعادتہا کہ حاصل میشد از خدمت　　دریں ایامِ متبرک ازاں فیاضِ دورانی
اس فیاضِ زمان سے ان مبارک دنوں میں بعض سعادتیں　　صرف حاضرِ خدمت ہی ہو کر حاصل ہو سکتی ہیں

کنوں شرحِ مکاشفہائے خود را بیشک و شبہ　　بہ پیشِ قبلۂ دیں مینمایم داستاں رانی
اب میں اپنے بعض مکاشفات بلا شک و شبہ　　اس قبلۂ دیں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں

بروزِ غرۂ رمضاں فرخ در مکاشفہ ام　　ز جسمِ من برآمد نور نہ آں شخصِ انسانی
ماہِ رمضان کی پہلی تاریخ کو مجھ پر منکشف ہوا　　کہ میرے جسم سے نور نکلا ہے لیکن وہ انسانی قالب نہیں

پس آنگہ در ہماں ساعت ازاں قالب برون گشتہ　　بہ پیشِ چشمِ ایں عاجز گرفتہ شکلِ انسانی
بعد ازاں اثنا میں اس قالب سے ایک انسانی شکل نکل　　مجھ عاجز کے سامنے آئی اور

درآمد در تکلم آنکہ من نفسِ تو میباشم　　کنوں گردیدہ ام من بہرہ اندوز مسلمانی
کہنے لگی کہ میں تیرا نفس ہوں لیکن اب　　مجھے مسلمانی سے کچھ حصہ نصیب ہوا ہے

صلاحیت ازو پیدا و توجہ تام میبایم　　فلاحیت ازو ظاہر چو مقبولانِ ربانی
اس سے صلاحیت پیدا ہو اور اس میں توجہ تام پاتا ہوں　　اور مقبولانِ ربانی کی طرح اس سے فلاحیت ظاہر ہوتی ہے

ازاں ساعت نیامیختہ شد و ہم سرکشی ہرگز　　نمے آید ز ہر دارے خسرو ملکِ خداوانی

اس وقت سوا انیت اور سرکشی باقی رہی — بعد ازاں اسے ہلاکت فنا دانی کو بادشاہ سمجھ کر سرکشی نہیں ہوئی

زوال عین و اثر الحال فوق الفوق مے بینم — بحال خویش مے یابم کمال لطف سبحانی

میں نے زوال عین اور فوق الفوق حال کا خیال کرتا ہوں — اور اپنی حالت پر لطف سبحانی بدرجہ کمال پاتا ہوں

گہے میدانم اعراض وجود خویش را زینساں — کہ ملحق گشت گویا با وجود پاک جنانی

کبھی میں جانتا ہوں کہ میرا وجود اس طرح بہ شستی — وجود پاک سے مل گیا اور اصلی حالت کو چھوڑ گیا ہے

سپس شد در شب آدینہ قد من چناں با طول — کہ نتواں کرد شرح ایں چنیں بسیار طولانی

بعد ازاں جمعہ کی رات میرا قد اتنا لمبا ہو گیا — کہ اس طول کی شرح ہی نہیں کر سکتے

میان سایۂ او عالمے دیدم بچشم خود — در ہمیں سایہ سرا یافتم خورشید نورانی

اس کے سائے میں میں نے اپنی آنکھ سے ایک جہان کو دیکھا — اور اسی سایہ میں نورانی آفتاب کو دیکھا

بدیدم پرتو او بر جہان و اہل آں یکسر — دراں خورشید تاباں شہرہا و قصرہا دانی

میں نے اس کا پرتو سارے جہان پر پڑا ہوا دیکھا — اس چمکتے ہوئے سورج میں شہر اور محل موجود تھے

زمانے آمد الہامم کہ اے تو آنچناں ہستی — ہر آنکس را کہ گردد دست بیعت از زباں خوانی

کچھ دیر بعد مجھے الہام ہوا کہ ایسا تو ہی ہے — جس شخص کو تو بیعت کریگا گویا وہ ہم سے ہوگا

بوقتے از جناب سرور عالم توجہ را — کہ نتواں در قلم آورد شرحش از فراوانی

ایک وقت مجھے جناب سرور کائنات سے توجہ — نصیب ہوئی جسکی شرح بسبب کثرت احاطۂ تحریر سے خارج ہے

بجوانے کہ در حق بشر از باب مے آید — بحال خویش دیدم بذل زاں ہمتائے ربانی

اس انسان کے حق میں جو تیرے دروازہ سے آتا ہے — میں نے اچھی طرح اوس ہمتائے ربانی کا بذل ظاہر دیکھا

چناں گشت از عنایات فراواں بر زباں جاری — کہ تو فرزند مائی نور چشمی جسمی و جانی

بسبب کثرت عنایت زبان پر یوں جاری ہوا — کہ تو میرا فرزند اور میرا جسمی و جانی نور چشم ہے

ازاں پس در تہجد خود مجدد الف ثانی ام — بساط سبز گسترده چو خضرائے گلستانی

بعد ازاں میں تہجد میں گویا خود مجدد الف ثانی ہوں — اور سبزہ باغ کی طرح بساط سبز بچھی ہوئی ہے

بر آں مسند نشستہ یافتم خود را ہماں ساعت — بآئیں کہ نشیند شاہ بر تخت جہانبانی

میں نے اپنے آپ کو اسی وقت اس مسند پر اس طرح بیٹھا پایا — جیسے کہ تخت جہانبانی پر بادشاہ بیٹھا کرتے ہیں

دگر مسترشدیں من کہ مے بینند حالاتی — ز حیرتہا برد دل را فرود در قعر عمانی

مجھ سے ارشاد سیکھنے والے ان حالات کو دیکھ کر — بحر حیرت میں ڈوبے جاتے ہیں —

نے آید ز من بظہور توفیق و اراداتی ۔ کہ تا منظور گردد در جناب پاک یزدانی

مجھ سے توفیق و ارادت ظہور میں نہیں آتیں ۔ کہ کہیں اللہ تعالےٰ کی پاک جناب میں منظور ہو جائے

سرانجامیکہ واصل جانب یزداں تواند شد ۔ نمے آید سرانجام از رہ بے سرو سامانی

وہ سرانجام جو یزداں کی طرف ملا سکتا ہے ۔ وہ بسبب بے سرو سامانی سے انجام نہیں ہوتا

گرفتار تعجب ہم باز مانند متکبر ۔ فرو ہستم بہائم وار در لذات نفسانی

پھر میں متکبر کی طرح تعجب میں گرفتار ہوں ۔ اور نفسانی لذتوں میں چارپایوں کی طرح مستغرق ہوں

چناں دارم امید واثق از انفاس قدسیہ ۔ کہ گردد از دلِ من مرتفع خطرات شیطانی

مجھے آنحضرت کے انفاس قدسیہ سے یہ امید واثق ہے ۔ کہ میرے دل سے خطرات شیطانی اٹھ جائیں گے

چو ایں فدوی زمانے آں بودن در خدمت والا ۔ در ایام صیام از عتبہ چوں بیت ربانی

جب یہ فدوی خدمت والا میں حاضر تھا - تو ۔ ماہ رمضان میں کعبہ کی سی دہلیز اور

بشاراتیکہ باشد قدسیاں را آرزوئے او ۔ بخود شے یافتم زاں کعبۂ معبود دو جہانی

معبود جہانی کے کعبہ سے وہ بشارات حاصل کیا کرتا ۔ جن کی آرزو فرشتوں کو بھی ہوا کرتی ہے

کنوں از مدت سہ سال زیں برکات قدسیہ ۔ بحال خویشتن گردیدہ ام موسوم حرمانی

اب میں تین سال سے ان قدسیہ برکات سے ۔ محروم ہو گیا ہوں۔

امید از فضل آں دارم کہ از رو کرم بخشی ۔ تلافی گذشتہ را بود الطاف ارزانی

مجھے جناب کے فضل سے امید ہے کہ از راہ کرم ۔ نوازش گذشتہ کی تلافی فرمائینگے

بارشادات کرم بنوازی احقر را ۔ سر فخرم بماہ ہست تا ماہ برسانی

اگر ارشادات سے مجھ احقر کی نوازش فرمائیں ۔ تو یہ سبب فخر و ناز میرا سر چاند تک پہنچ جائیگا

دگرنہ خویشتن را بے نصیب دانم آں قبلہ ۔ بیابم مہربانی تو کمتر زاں فراوانی

نہیں تو میں اپنے آپ کو بے نصیب ۔ سمجھونگا اگر آپ کی مہربانی کو زیادتی سے کم پاؤں

روانہ کردہ ام اکنوں بخدمت نور محمد را ۔ کہ باشد از مریداں اخص ایں فدوی جانی

اب میں نے خدمت والا میں اپنے خاص الخاص مرید ۔ اور فدوی جانی نور محمد کو روانہ کیا ہے

سرافرازم کنی از روئے مرشد نوازیہا ۔ جواب باصواب نامہ ام را باز گردانی

امید ہے کہ مجھے آنجناب از روئے مرید نوازی ۔ میرے نیاز نامہ کے جواب سے سرفراز فرمائینگے

ازیں پس جز دعا دیگر چہ آید از من عاجز ۔ بود تا قائم عالم تو خود قائم در جہاں باقی

بعد ازاں مجھ عاجز سے سوائے دعا کے اور کیا ہو سکتا ہے — خدا کرے تمہارا آفتاب اقبال ہمیشہ قائم رہیں

تمامی دوستان خانقاہ فیض منزل را — رسد از من سلامے شوق مسنون مسلمانی

فیض منزل خانقاہ کے تمام دوستوں کو — میری طرف سے مسلمانی مسنون سلام قبول ہو

ادا کرد عرصہ احسان شست پنج زوآورد — امید فضل دارد از در قیوم ربانی

امید ہے کہ جناب مجھے اس شش و پنج کو چھپنے سے بچائیں گے — اور مجھے درگاہ قیوم سے اُمید قوی ہے۔

مکتوب حضرت پیر دستگیر قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء در جواب
عرضداشت مؤلف ایں کتاب فقیر ابوالفیض کمال الدین محمد احسان معصومی مرہندی

سلام بارساں اسے باد بر مقبول ربانی — کہ در کشف و کرامت نیست او را در جہاں ثانی

اے ہوا ہمارا سلام اس مقبول ربانی کو پہنچا — جو جہان بھر میں کشف و کرامت لاثانی ہے

بتاریخ ماہ شوال یوم پانزدہ رفتہ — بہ پیش چشم من نور محمد گشت نورانی

پندرہ ماہ شوال کو نورانی شکل نور محمد — میرے پاس آیا۔

چو نیکو گشت معلوم نبشتے دوست می آید — سلامت از زبانش میل شکر افشانی

جب مجھے ٹھیک طرح پر معلوم ہوا کہ یہ دوست کی طرف سے آرہا ہے — اور اس کی زبان تمہارے سلام سے شکر افشانی کرتی ہے

بدستت عرضیت دیدم محبت در خروش آمد — کہ شرح حال خود نوشتہ باشد مخلص جانی

اس کے ہاتھ میں تمہاری عرضی دیکھ کر محبت جوش زن ہوئی — کیونکہ اس میں مخلص جانی نے اپنے مفصل حالات درج کر دیئے

کشودم عرضی رنگین ترا اگلزار معنی ہا — جوابش را مگر گوید درین دم خسرو ثانی

میں نے تمہاری رنگین عرضی کو جو فی الحقیقت گلزار معانی تھی — اس کا جواب لکھنے کیلئے اب کوئی خسرو ثانی ہونا چاہئے

نخستیں ورط اخلاص اے تحریر نمودی — خدا امید اندرون و ام اجر تو ہم دانی

پہلے تم نے اپنے اخلاص کا اظہار کیا سوا اس امر کو — یا اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا میں جانتا ہوں یا تم جانتے ہو

چہ حاجت شرح اخلاص محبت در وفاداری — خموشی بہتر است اینجا زبان دار دزبان ثانی

وفاداری میں اخلاص و محبت کی شرح کی ضرورت نہیں — یہاں پر خموشی زبان حال سے مضمون کو ادا کرتی ہے

بشارتہائے پے در پے کہ در عرضی رقم کردی — مبارک باشدت ہر یک ز تحریرات عرفانی

وہ بشارات جن کا ذکر اس عرضی میں بار بار کیا گیا ہے — وہ تمہیں تحریرات عرفانی سے ایک ایک کر کے مبارک ہوں

زروئے کشف بنوشتی کہ شمعی ز خود دیدم — چو او از من جدا گردید من ہر گشت نورانی

تم نے اپنے کشف کے لحاظ سے یہ لکھا ہے کہ میں نے اپنے آپ — ایک شکل نکلتی ہوئی دیکھی جب مجھ سے جدائی تو نورانی ہو گئی

باندک وقت آں ہمہ دیں بہ بر چشم خود دیدم
کہ شکل او بظاہر ہمچوں شکل بود انسانی
تھوڑے وقت میں میں نے اسے ظاہری آنکھوں سے دیکھا
کہ اسکی شکل انسانی ہو گئی ہے ۔

ضمیر پاک بازم را چناں ظاہر شد از معنی
کہ نفس کافرت آورد روئے بہ مسلمانی
میرے پاک ضمیر میں یہ آتا ہے کہ تمہارا نفس کافر
اب مسلمانی کا رخ کئے ہوئے ہے

ہمہ از فیض پیران طریقت میتواں گفتن
نمے آید بدست کس چنیں معنی بآسانی
یہ سب کچھ پیران طریقت کے فیض سے تمہیں حاصل ہوا ہے
ایسی بات ہر کسی کو بآسانی حاصل نہیں ہو سکتی

جناب سرور دیں بکشف خود اگر دیدی
ازیں دولت چہ بہتر اے برادر بر تو ارزانی
اگر تم نے بذریعہ کشف جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے
تو بس پھر بھائی جان اس سے بڑھ کر اور کیا دولت ہوگی

مجدد الف ثانی را بکشف خود اگر دیدی
رہیدی از بلاہائے خدا و از پریشانی
اگر تم نے اپنے کشف میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زیارت کی ہے
تو سمجھو کہ تم پریشانی اور بلائے خدا سے نجات پا گئے

ز تاثیر توجہ فیض باطن بود ایمانی
چہ مشکل باشد از فیض عموم پیر عرفانی
توجہ کی تاثیر سے فیض باطنی حاصل ہوا کرتا ہے
سو یہ بات پیر خدا شناس کے عام فیض سے کچھ مشکل نہیں

تو ہم اولاد آں شہباز بالا سیر لاہوتی
کہ خود را کردہ است از شوق بہر دوست قربانی
تم بھی لاہوتی سیر والے شہباز کی اولاد ہو
جس نے اپنے آپ کو بہ شوق دوست کے واسطے قربان کیا ہے

زما ہم دمبدم یاد آوری در خاطرت باشد
کہ دلہا را بدلہا راہ مے باشد بہ پنہانی
ہم بھی تمہیں دمبدم یاد کرتے رہتے ہیں۔
مشہور ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوا کرتی ہے

بوصل دوست آساں نیست تا واصل شود انساں
بغیر از رنگ زرد و آہ سرد و چشم گریانی
دوست کا وصل حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں
بغیر زرد رنگ سرد آہ اور روتی ہوئی آنکھ کے انسان وصل نہیں کر سکتا ہے

برفعت خویش را دیدی بکشف فائض مردم
شود قدرت بلند از پیش تو در سلک خدا دانی
پھر جو تم نے کشف میں اپنے آپ کو بلند اور لوگوں کو فیض پہنچاتے ہوئے دیکھا ہے
سو ملک خدا دانی میں تمہاری قدر و منزلت بڑھ جائیگی

زوال عین در عرضی من تحریر بنمودی
اثر شاید نمودت ظاہر از فیض سبحانی
اپنی عرضی میں جو تم نے زوال عین لکھا ہے ۔
شاید فیض سبحانی نے ظاہر اثر دکھلایا ہو

بقدر اعتقاد خود کہ داری بر من عاجز
بحمد اللہ چہ دستہا عنایت کرد ربانی
جسقدر تمہیں مجھ عاجز پر اعتقاد ہے اللہ تعالے کا شکر ہے
کہ اسی قدر اللہ تعالے نے تمہیں دستہا عنایت فرمائی ہیں

نصیحت بشنو از من ہمچو دُر در گوش خود جا دہ
اگر دریافتن بر لب بنہ مہر سلیمانی

میری نصیحت کو سن کر موتی کی طرح کان میں پہن لو۔
وہ یہ کہ اگر تمہیں عرفان کی نعمت حاصل ہو گئی ہو تو اس پر پردۂ پنہانی لگا دو

کس از کشف و کرامت این قدر ظاہر نمی سازد
بکن ظاہر مکن با ما من اسرار پنہانی

کوئی شخص اسقدر کشف و کرامت کو ظاہر نہیں کرتا
تم بھی کسی اور پر یہ اسرار پنہاں ظاہر نہ کرنا

ہمیں معنی نشان پختگی را میکند باطل
چرا مانند طفلاں میشوی مشہور نادانی

یہی بات (بھید کا ظاہر کرنا) پختگی کو باطل کر دیتا ہے
تم اپنے آپ کو بچوں کی طرح کیوں نادانی میں مشہور کرتے ہو

مکن باور کہ این نفس سگ امارہ عاجز شد
بود چندی مگر با در پردہ زیر گاہ پنہانی

یہ ہرگز یقین نہ کرنا کہ نفس امارہ کا کتا عاجز ہو گیا ہے
بلکہ اسے تنکوں تلے آگ سمجھنا

فریب نفس سرکش را مخور اے سادہ دل بشنو
کہ صنعاں شیخ کامل کردہ خوکانرا نگہبانی

اے سادہ دل! نفس سرکش کے فریب میں نہ آنا
سنو! صنعان جیسے شیخ کامل نے سور چرائے تھے

ز حال شیخ برصیصا مگر نشنیدہ ہرگز
کہ او را در چہ حال انداخت آں خطرات شیطانی

شاید تم نے نہیں سنا خطرات شیطانی نے برصیصا کی
کیا حالت بنا دی جبکہ اس شیخ کو حالات اس قسم کے پیدا ہوئے

بباعور اگر کاندر زمان حضرت موسیٰ
بہ پیغمبر دعائے بد نمود از شر شیطانی

بلعم باعور نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں
شر شیطانی سے پیغمبر وقت کے حق میں بد دعا کی

الٰہی جملہ مومن را ز شر نفس امارہ
بفضل خود مرا ہم از فریب نفس برہانی

اے پروردگار! تمام مومنوں کو نفس امارہ کے شر سے بچا
اور مجھے بھی اپنے فضل و کرم سے فریب نفس سے آزاد کر

ز انشاد غزل بچوں نشیں بر مسند شیخی
حدیث مخبر صادق بخوان و قصہ کیدانی

غزل کے گانے سے ایک دم مسند شیخی پر بیٹھ
مخبر صادق کی حدیث و قصہ کیدانی پڑھ

بخوان صرف بہائی را و تصریف مجرد را
مخوان در گوش مردم صفحہائے زنجانی

صرف بہائی اور تصریف مجرد کو پڑھ
لیکن زنجانی کے صفحات لوگوں کو نہ سنا

ز صاحبزادہا باد اسلامے آن برادر را
سلام ہم آں برادر ہم رسید از فضل ربانی

صاحبزادوں کی طرف سے اس بھائی کو سلام ہو
اس بھائی کا سلام بھی فضل ربانی سے پہنچ گیا ہے

ز حقر آں سلامے آں رہبر شمع ہدایت را
کہ دارد رشتہ اخلاص محکم چوں سلیمانی

بندۂ حقیر کی طرف سے اس شمع ہدایت کے رہبر کو سلام ہو
جو سلیمان کی طرح اخلاص کا سلسلہ مضبوط رکھتا ہے

اسی سال حضرت خلیفۃ اللہ کی ہمشیرہ صاحبہ جو حضرت صبغۃ اللہ کے پوتے شیخ غلام معصوم کی منکوحہ تھیں اس سرائے فانی سے سرائے جاودانی کو رحلت فرما گئیں۔

آنحضرت نے نماز جنازہ پڑھ کر نعش کو سرہند بھیجدیا جو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ منورہ میں مدفون ہوئی۔

اس سال میرے (مصنف رح) والد ماجد حضرت شیخ حسن احمد کا وصال ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ اللہ کو آپ کی وفات کا بڑا افسوس ہوا۔ کیونکہ خویش و اقربا میں سے کسی سے آنحضرت کو اس قدر محبت نہ تھی جتنی آپ سے تھی۔ چنانچہ جب آپ کا جنازہ خانقاہ میں لایا گیا۔ تو آنحضرت اس قدر روئے کہ رخساروں پر سے آنسو بہنے لگے۔ اور فرمایا۔ جو محبت بے اختیاری مجھے آپ سے تھی۔ دنیا میں کسی سے اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ اچھا بھائی جان! تم نے پہل کی ہم بھی تمہارے پیچھے جلدی آتے ہیں۔ چنانچہ تین سال تین ماہ اور تین روز بعد آنحضرت نے بھی اس جہان کو وداع کیا۔ آنحضرت نے رنج و افسوس کے بعد نماز جنازہ پڑھی۔ اور نعش سرہند بھیجدی۔ شاہ محمد رسا اور شیخ محمد نعمان حق رسا جو تمام حضرات سرہند کے رئیس تھے مع رؤسائے شہر نعش کے استقبال کو آئے۔ اور نہایت اعزاز سے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ منورہ میں دفن کیا۔ میں (مصنف رح) ان دنوں دامن کوہ کی سیر کو گیا ہوا تھا۔ کہ اچانک اس وحشتناک خبر کو سنا۔ سنتے ہی بدحواس ہو گیا۔ اس طرح غم و الم میں مبتلا ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ لیکن جب حضرت سلطان الاولیا پر نگاہ ڈالتا تو اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لاکر دل کو اس اندوہ و غم سے تسلی دیتا کہ خیر والد ماجد گزر گئے ہیں تو آنحضرت کا سایہ تو مجھ پر ہے۔ لیکن جب آنحضرت کا وصال ہو گیا۔ تو پھر دل کو کس طرح تسلی دوں گا۔ حضرت خلیفۃ اللہ کو ہزار درجہ والد سے دوست رکھتا تھا۔

ذکر دربیان

سال سی و پنجم از جلوس قیومیت قیوم رابع سلطان الاولیاء بیان آمدن غنیم برشاہجہان آباد از دکن و باز منہزم شدن او از توجہ حضرت خلیفۃ اللہ و قضایا کہ دریں سال واقع شدہ اند۔

اس سال سیواجی نے شاہجہان آباد پر حملہ کیا۔ پرانے بازار کا اکثر حصہ اور اس کا گرد و نواح اور خواجہ قطب الدین کے مزار کے گرد کی آبادی سب تاخت و تاراج کر دی جس کی مفصل کیفیت یوں ہے کہ قدیم الایام میں ملک دکن میں ایک مفسد رہتا

تھا۔ بادشاہانِ ہند ہمیشہ اس کی نیک بختی کی کوشش کرتے رہے۔ چنانچہ عالمگیر نے پورے چالیس برس اس ملک میں بسر کئے اور اس کے قلع قمع کے لئے بدرجۂ غایت بہت کوشش کی لیکن ایک پیش نہ گئی۔ چونکہ ان دنوں سلطنت بہت کمزور ہو گئی تھی۔ بادشاہ اور ارکانِ سلطنت میں نفاق تھا۔ امراء بھی آپس میں ایک دوسرے کی اہانت کے درپئے تھے۔ اس واسطے ممالک محروسہ میں سخت کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ اور سیواجی ہر سال دارالخلافہ پر حملہ کیا کرتا تھا۔ اس طرف سے امراء بھی باری باری اس کے دفعیہ کے لئے آتے۔ ایک سال وزیر ان کی تادیب کے لئے آجایا کرتا تھا اور دوسرے سال امیر الامراء ان لٹیروں کی بیخکنی کے لئے جایا کرتا تھا جس سال وزیر کی باری تھی تو وہ شاہجہان آباد سے سات منزل کے فاصلے پر اکبر آباد میں پہنچ گیا غنیم بعض امراء کے اشارے سے دوسرے رستے دارالخلافہ میں پہنچ گیا۔ جب بادشاہ کو ان بدبختوں کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ کہ انہوں نے خواجہ قطب الدین کے بازار کو لوٹ لیا ہے۔ اور شاہی قلعہ کا رخ کیا ہے تو بہت گھبرایا اور قلعے کے دروازوں کو مضبوطی سے بند کر لیا اور برجوں اور فصیلوں کو مضبوط کر لیا۔ اور اپنے آدمی آنحضرت کی خدمت میں بھیجے تاکہ آنحضرت اس بلا کے دفعیہ کے لئے توجہ فرمائیں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اس بلا کو اس شہر سے جلدی دفع کرے۔ تمام اہل شہر نے بھی حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں بھی التجا کی۔ آنحضرت انکی حالت زار پر رحم کھا اس بلا کے دفعیہ کے لئے متوجہ ہوئے۔ ظہر کا وقت تھا کہ آنجناب کے چہرہ مبارک پر خوشی و خورمی کے آثار نمایاں ہوئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ اب دعا کی اجابت کا وقت آپہنچا ہے۔ بعد ازاں آنجناب نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ لوگو! خاطر جمع رکھو۔ اللہ تعالےٰ نے اس بلا کو شہر سے دفع کر دیا ہے۔ بادشاہی آدمیوں کو بھی خوشخبری دی کہ اپنے بادشاہ کو ہمارا سلام پہنچانا اور کہنا کہ حافظ حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے تمہیں اس بلا سے بچا لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لاؤ۔ اور جو امیر شہر میں موجود ہیں۔ انہیں اس کے مقابلہ کے لئے بھیجو۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے امید واثق ہے کہ فتح ہو گی لیکن بڑے بڑے امیروں میں سے کوئی بھی شہر میں نہ تھا۔ کیونکہ بادشاہ انہیں غنیم کے مقابلے پر بھیج چکا تھا۔ اس واسطے کہ جب وزیر روانہ ہوا۔ تو اس نے بادشاہ سے باقی امیروں کو بھی بلوا لیا۔

جو لوگ اس فساد کے محرک تھے وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح شہر سے کنارہ کریں غنیم نے موقع پاکر شاہجہان آباد پر حملہ کیا۔ جو تھوڑی سی سپاہ خاصہ تھی۔ اسے آنحضرت کے ارشاد کے مطابق توکل بر خدا اس آیۂ کریمہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ کے موافق دشمنوں کے لشکر پر جس نے عیدگاہ کے قریب اودھم مچا رکھا تھا۔ حملہ کیا۔ جب دشمنوں نے تھوڑی سی فوج دیکھی۔ تو اور بھی دلیر ہو گئے۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ قریب تھا کہ شاہی لشکر کو سخت نقصان پہنچے۔ لیکن مسلمان سپاہیوں نے درخت کی جڑوں کی طرح قدم جمائے اور مردانہ کوشش کرتے رہے۔ بجلی کی طرح متواتر حملے کرتے رہے۔ سروی اور مردانگی کو اس معرکہ میں جلا دی ؎

نمودند بسیار مردانگی ہم از زیرکی ہم ز دیوانگی
ز موز و تیغ و خریبائے سناں برقص آمدہ اسپ زیر عناں
فرو رفت و بر رفت روز نبرد بماہی نم خون و بر ماہ گرد

آخر کار فہزموا ھم باذن اللہ کے بموجب دشمنوں کو شکست ہوئی اور بھاگ اٹھے۔ اور مسلمان فتح و نصرت سے واپس آئے۔ بادشاہ اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ بجالایا اور حضرت خلیفۃ اللہ کا بھی شکر گزار ہوا۔ وزیر یہ حالت سن کر راتوں رات اپنے بعض مخلصوں سمیت دار الخلافہ میں پہنچ گیا۔ لیکن اس کے آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی۔ پھر لشکر کو دشمن کے پیچھے بھیجا۔ آنحضرت کی توجہ سے دشمن نے دکن تک آرام نہ لیا ؂

ذکر و بیان

سال سی و ششم از جلوس قیومیت حضرت قیوم رابع سلطان الاولیاء قیوم زمان خلیفۃ اللہ و بیان استدعا کردن وزیر ہند برائے فتح ملک بارہہ از آنحضرت و بیان وقائع کہ دریں سال واقع شدہ اند :-

اس سال وزیر ہند کا ایک عمدہ امیر اور عامل ملک بارہہ میں سیدوں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اس کی مفصل کیفیت یوں ہے کہ وزیر اور سادات میں پرانی عداوت چلی آتی تھی۔ جیسا کہ سولھویں سال قیومیت میں قدرے بیان ہو چکا ہے۔ اس شخص کے قتل

کا موجب یہ تھا۔ کہ بادشاہ وقت نے ملک کا اکثر حصہ وزیر کو بطور جاگیر دیا ہوا تھا۔ ملک بارہہ میں بھی اس کی جاگیر کا کچھ علاقہ تھا۔ اس علاقے کے حاکم سادات تھے۔ لیکن برائے نام سادات تھے۔ ورنہ اصل میں دین و آئین کی انہیں مطلق خبر نہ تھی ہمیشہ شراب نوشی۔ قماربازی۔ داڑھی منڈوانا ان کا طریقہ تھا۔ تارک الصلوٰۃ اس قسم کے تھے۔ کہ میں نے اس علاقہ میں بہتیری سیر کی مسجدوں کا نشان بہت کم دیکھنے میں آیا۔ اور اگر کہیں تھی بھی۔ تو وہ خراب حالت میں۔ گویا کبھی کسی نے یہاں نماز پڑھی ہی نہیں۔ اس کا انجام معلوم نہیں کہ کیا ہو۔ جاہل اس درجہ کے تھے کہ کفر و اسلام کے لفظوں کا فرق تک معلوم نہ تھا۔ باوجود ان باتوں کے رافضی مذہب کو حدِ افراط تک پہنچایا ہوا تھا۔ وہ وزیر کے عاملوں سے بدسلوکی کرتے۔ وزیر انہیں بہتیرا سمجھاتا لیکن وہ پرواہ نہ کرتے آخر اس نے اپنے ایک سردار کو اس علاقے پر مقرر کیا۔ انہوں نے موقعہ پاکر اسے قتل کر دیا۔ وزیر یہ سنکر سخت ناراض ہوا۔ اور خود اس مہم پر جانا چاہا۔ لیکن اس کے ہمراہیوں نے روکا اور کہا کہ تمہارا جانا قرینِ مصلحت نہیں۔ بہتر ہے کہ تم اپنے بھائی کو ایک جرار لشکر دیکر روانہ کرو۔ وزیر نے اس بارے میں حضرت خلیفۃ اللہ سے پوچھا کہ آیا میں جاؤں یا اپنے بھائی کو بھیجوں۔ جناب اس بارے میں توجہ بلیغ فرما کر فتح کی خوشخبری عنایت فرمائیں۔ آنحضرت نے اس کی خواہش کو منظور فرمایا۔ دوسرے دن پھر بشارت فتح کے لئے عرض کیا۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ کہ تمہارے جانے کی ضرورت نہیں۔ اپنے بھائی کو بھیجدو۔ اُمید غالب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فتح و نصرت نصیب ہوگی۔ وزیر یہ خوشخبری سُن کر بہت خوش ہوا۔ اور اپنے چچازاد بھائی کو جو اس کا بہنوئی بھی تھا۔ ایک جرار لشکر دیکر اس مہم کے لئے روانہ کیا۔ چونکہ سادات کی کثرت شجاعت مشہور تھی اس لئے وہ بھی آنحضرت کی خدمت میں بشارت فتح حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ جب نہایت عجز و انکسار سے عرض کیا کہ اگر جناب اپنے دستِ مبارک سے فتح کی خوشخبری لکھدیں۔ تو دل کو اطمینان کلی نصیب ہوگا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ کشفی نظر میں تمہاری فتح صبح کی طرح نظر آتی ہے خاطر جمع رکھو بعد ازاں اس کے اطمینان کے واسطے اپنے دستِ مبارک سے فتح کی خوشخبری لکھدی۔ وہ نہایت خوشی سے آداب قدمبوسی بجا لاکر رخصت ہوا۔ اور دریائے جمن

سے گذرا جو شہر تلے سے گذرتا ہے۔ اتنے میں مشرقی علاقے کا حاکم علی محمد خان جس کے کچھ حالات اکتیسویں سال قیومیت میں درج ہو چکے ہیں۔ اور بہادری اور جرار فوج کی کثرت کے سبب ہند میں ضرب المثل تھا۔ اور جسے وزیر نے اس مہم میں مدد دینے کے لئے لکھا تھا اگر اس لشکر سے مل گیا۔ تاکہ دونوں مل کر اس مہم کو سرانجام دیں۔ چونکہ بارہہ کا علاقہ علی محمد خاں کے علاقہ سے متصل تھا۔ اس واسطے وزیر کی خاطر اپنے ملک سے حرکت کر کے ملک بارہہ میں داخل ہوا۔ وزیر کا بھائی جو اس فوج کا منتظم تھا اس کے آتے ہی بہت جلدی علی محمد خاں سے جا ملا۔ دونوں متفق ہو کر دشمن کی طرف روانہ ہوئے پہلے صلح کا پیغام بھیجا لیکن سیدوں نے تکبر غرور۔ اپنی بہادری اور کثرت فوج کے سبب صلح نہ کی۔ چونکہ مؤلف کتاب بھی علی محمد خاں کے ساتھ تھا۔ حافظ رحمت اللہ جو علی محمد خاں کا بھائی تھا۔ نہایت صالح متقی۔ پرہیزگار خدا طلب اور درویش مرد تھا۔ حافظ مذکور اور مؤلف لشکر میں اکٹھے رہا کرتے تھے اور شہر میں بھی ایک ہی جگہ رہا کرتے تھے۔ غرضیکہ صلح کے بارے میں بہت کچھ کوشش کی گئی لیکن بے سود۔ کیونکہ سادات صلح پر مائل نہ تھے۔ اس واسطے مجبور ہو کر جنگ کی ٹھانی۔ میں (مؤلف رح) نے ان دونوں فریقین کی طرف متوجہ ہوا۔ تو اس طرف کی فتح معلوم ہوئی۔ میں نے علی محمد خاں کو خوشخبری دی بہرحال دونوں طرفیں لڑائی کے لئے آمادہ ہوئیں۔ دونوں کی مٹ بھیڑ ہوئی۔ وزیر کے بھائی اور علی محمد خاں کی فوجیں جنوب شمال کی ایک تیر پرتاب کے فاصلے پر جا رہی تھیں + ؎

ہمہ نامداران جوشن وراں	برفتند با تیغہائے گراں
دلیران یک یک چو شیر ژیاں	ہمہ بستہ برکیں خونی میاں
شد از سم اسپاں زمین لعل رنگ	ز نیزہ ہوا شد چو پشت پلنگ

پہلے ہی حملہ میں ان کا مقابلہ علی محمد خاں کے ہراول سے ہوا۔ جو بہادری اور دلیری میں زمانہ بھر میں مشہور تھا ؎

بگیتی کسے مرد زیشاں ندید	نہ از نامداراں پیشیں شنید
بصحرا چو شیر یست فیروز جنگ	بدریا دلیرے است ہمچوں نہنگ

اور ایسی جدوجہد کی کہ اگر سام نریمان۔ بہمن اور اسفندیار اس وقت ہوتے۔ تو غلام

بن جاتے۔ اور اس طرح جنگ کی کہ جہان و فلک بھی شرمندہ ہوتا تھا ؎

بہر تیرے از شصت آں پہلواں   تنِ جنگ جو نے بپرداخت جاں
کسے راکہ زد تیغ سنداں شگاف   دو پیکر نمود از سرش تا بناف
کسے راکہ زد تیر بر فرق سر   کلہ خود از شکم بہر پدر

ایسی سخت لڑائی ہوئی۔ کہ اس قسم کی جنگ چشمِ فلک نے نہ دیکھی ہوگی۔ اور زمانے کے کان نے وہ فسانہ نہ سنا ہوگا ؎

آنچہ روز سے بود یارب گر تیغ زد   آسماں در اضطراب آمد زمیں در اضطراب

دشمن یہ حالت دیکھ کر گھبرائے اور نیم بسملانہ حرکت کی۔ بہت سے عدم آباد کو سدھارے۔ پھر اس طرف سے رخ پھیر کر وزیر کے بھائی کی طرف متوجہ ہوئے۔ تلواریں سونت گھوڑوں کو ایڑ لگا اچانک اس کی فوج پر جا پڑے۔ اس کا ہراول ان کے صدمے سے بھاگ اٹھا۔ علی محمد خاں یہ حالت دیکھ کر غضبناک ہوا۔ اور خشمناک شیر کی طرح دھاڑ کر اپنی جگہ سے ہلا اور باز کی طرح دشمن کا رخ کیا۔ لیکن وہ سدِ سکندری کی طرح جگہ سے نہ ہلے اور مردانہ جنگ کی۔ بڑے گھمسان کا رن پڑا ؎

دو لشکر چو مور و ملخ تاختند   نبرد جہاں در جہاں ساختند
بہ شمشیر و خنجر بگرز و کمند   گذرگاہ کردند بر مور تنگ
طرائفے کہ از معرعہ خاستہ   بروں رفتہ زیں طاق آراستہ
بر پشتِ پیلانِ تیر و زباں   خروشاں و جوشاں دلیہ کناں
سناں بر سر سوئے بازی کناں   بخوں روئے دشمن نماری کناں

اسی اثناء میں وزیر کا بھائی جو میدانِ جنگ سے دور کھڑا ہوا جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا یہ پکڑ دھکڑ دیکھ کر رستم و اسفندیار کی طرح لڑا ؎

رواں کرد موکب شتابندۂ   ز پولاد چوں برقِ تابندۂ
بجولاں زدن سرفرازی کناں   ز شمشیر چوں برق بازی کناں
در آمد نہادر دو چالش کناں   بخونِ مخالف سگالش کناں

علی محمد خاں نے انہیں اس طرح پریشان کر دیا جیسے ہرن شیر سے عاجز آجاتا ہے ؎

بجوار شیرے کہ بر گور زد   زند پنجہ گور آید بسر

وزیر کے بھائی کے داخل ہونے کی دیر تھی تو اُس کے پھریرے پر فتح و نصرت کی ہوا چلنے لگی۔ دشمنوں کی جمعیت ٹوٹ گئی اور ان کا مجمع پروین بنات النعش اور فرق فرقدان کی طرح متفرق اور تتر بتر ہو گیا۔ ان کا سردار قطب الملک کا بھائی سیف الدین قتل ہوا۔ بعد ازاں خوشی کے نقارے بجا کر اس ملک کا بند و بست کیا۔ اور پھر شاہجہان آباد واپس چلا آیا۔ علی محمد خاں اپنے علاقے میں چلا گیا۔ میں (مؤلف رح) بھی اس سے جدا ہو کر حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وزیر اس فتح سے خوش ہو کر حضرت سلطان الاولیاء کا شکر گذار ہوا۔ اور اپنے بھائی کو سو تحف و ہدایا آنحضرت کی خدمت میں روانہ کیا ؛

ذکر در بیان

رسیدن مؤلف این کتاب بخدمت سراسر سعادت حضرت خلیفۃ اللہ و بہ نظر مبارک گذرانیدن کتاب کشف الحقائق مناقب فیوضیت تحسین و آفرین کردن آنجناب و خبر دادن آنحضرت از قرب ارتحال خویش ازین جہان ؛

اس کتاب کا مؤلف فقیر محمد احسان اس مہم کے بخیر سرانجام ہونے کے بعد حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن مجھے آنحضرت کی خانقاہ کا نقشہ بالکل بدلا ہوا نظر آیا۔ جیسے کوئی کارکن اپنے کام سے فارغ ہو کر اُٹھنے کو ہوتا ہے ان دنوں آنحضرت اکثر حسب ذیل شعر ورد زبان رکھتے ؎

بحمد اللہ کہ بر زعم زمانہ   بپایاں آمد ایں دلکش فسانہ

مذکورہ بالا شعر مولوی جامی رح نے یوسف زلیخا کی تصنیف سے فارغ ہو کر آخر پر لکھا ہے بعض اوقات یہ مصرعہ پڑھتے۔ مصرع

برخیز ازیں بزم نشستیم بسیار

مجھے یہ حالت دیکھ کر وہم سا ہو گیا۔ آخر ایک روز آرام کے وقت آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ جناب کے اس شعر اور مصرعہ کے پڑھنے سے مجھے بہت وہم ہو گیا ہے۔ اگر نہ پڑھیں تو بہتر ہے۔ آنجناب نے فرمایا کہ یہ کیسی باتیں کرتے ہو لیکن چونکہ مجھ پر بدرجہ

عنایت مہربان تھے۔ پس واسطے یہ شعر پڑھنا ترک کر دیا۔ اتنے میں آنحضرت کے بڑے خلیفہ صوفی مرزا حاجی ایک روز مجھ سے آنجناب کی کثرت ارشاد کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ اچانک اُن کی زبان سے نکلا۔ کہ حضرت پیر دستگیر فرماتے ہیں۔ کہ اب آخری وقت ہے جو قوت ارشاد حق تعالےٰ نے مجھے عنایت فرمائی ہے اسے میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ ان کی اس بات سے میرا وہم اور بھی زیادہ ہو گیا۔ وہ یہ کہ آنجناب کی عمر کا آخیر وقت آپہنچا ہے پھر میں نے صوفی صاحب سے پوچھا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ صوفی صاحب نے میرے گمان کو تاڑ کر فرمایا کہ آخری وقت سے مراد قرب قیامت ہے۔ انہوں نے پھر میری تشفی کے لئے حضرت حجۃ اللہ کا مکاشفہ دربارہ حضرت خلیفۃ اللہ بیان کیا۔ کہ حضرت حجۃ اللہ نے اپنے مکاشفہ میں حضرت خلیفۃ اللہ کو مسن اور ضعیف مشاہدہ کیا ہے۔ اس سے مجھے گونہ تسلی ہوئی۔ اس خوشخبری کے شکرانہ میں میں نے مٹھائی منگا کر آنحضرت کے حضور پر نور میں رکھی اور ساری بات عرض کر دی۔ آنجناب نے فرمایا۔ واقعی حضرت حجۃ اللہ نے مجھے فرمایا تھا کہ کشفی نظر میں ایسا معلوم ہوا ہے کہ تم مسن اور ضعیف ہو گے یعنی بڑی عمر کو پہنچو گے بعد ازاں فرمایا کہ اس وقت میری عمر کے قریباً ساٹھ سال گذر چکے ہیں۔ ضعف بھی غالب آگیا ہے ڈاڑھی بھی سفید ہو چکی ہے۔ دانت گر چکے ہیں۔ سو حضرت حجۃ اللہ کا مکاشفہ صادق آچکا ہے ؞

انہیں دنوں ایک روز آنحضرت باغ کی سیر کو تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں قبرستان سے گذرے آنحضرت نے کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھا۔ میں حاضر خدمت تھا عرض کیا۔ کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں جناب کی زندگی میں اس جہان سے گذر جاؤں اور جناب میری قبر پر فاتحہ پڑھیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ دیکھا جائیگا۔ اول ہم مرتے ہیں یا تم بلکہ جو کچھ تم کہتے ہو عنقریب ہی اس کے برعکس ظہور میں آئیگا ؞

اسی سال میں نے اپنی تصنیف کشف الحقائق مقامات قیومیت آنحضرت کی خدمت میں پیش کی۔ قرآن شریف کی تلاوت کے بعد ہر روز چار ورق اس کے نظر ثانی کرتے تھے حضرت خلیفۃ اللہ نے اس کتاب کے حق میں فرمایا۔ کہ اس کتاب کے علوم و معارف نہایت عجیب و غریب ہیں جنہیں اس سے پہلے کسی شیخ نے بیان نہیں کیا۔ یہ حضرت مجدد الف ثانی رح کے خاصہ علوم ہیں۔ جو ابھی تک تحریر میں نہ آئے تھے۔ حقتعالےٰ نے تم پر ظاہر کئے اور ان کا

تحریر کرنا تمہیں پر موقوف تھا۔ اس نعمت عظمٰے کا شکر بجالاؤ۔ کہ پروردگار نے تمہیں ابنائے جنس سے ممتاز فرمایا ہے۔ چونکہ اس کتاب میں آپ نے متعلقہ حقائق و معارف ظاہر کیے ہیں اور قیومیت کے عجیب و غریب علوم کا ذکر کیا ہے۔ ہم اس کتاب کا نام کشف الحقائق مقامات قیومیت مقرر کرتے ہیں۔ اسی نام پر دعائے خیر کی۔ اس کی تاریخ 'مقامات قیومیت' سے نکلتی ہے۔ اس واسطے اس کا بھی نام قرار پایا۔ نیز اس کی تاریخ 'ظہور اول' سے برآمد ہوتی ہے +

انہیں دنوں حضرت خلیفۃ اللہ نے مجھے منصب قیومیت کے خاصہ مقطعات قرآنی کی خوشخبری عنایت فرمائی۔ واضح رہے کہ مقطعات قرآنی کے اسرار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حق تعالٰے نے سوائے حضرات قیوم اربعہ یعنی حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت عروۃ الوثقٰےؒ حضرت حجۃ اللہ اور حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہم کے سوا اور کسی پر ظاہر نہیں کئے۔ حضرت عروۃ الوثقٰے نے اپنے والد بزرگوار کی بہت منت و سماجت کی۔ کہ ان اسرار سے مجھے بھی مطلع فرمائیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اس ہزار سال کے عرصہ میں کسی ولی نے ان اسرار کے بارے میں لب کشائی نہیں کی۔ اور نہ ہی ان کے باطن کو اس سے آگاہی تھی۔ میں کیونکر ظاہر کروں۔ دشمن بڑا قوی دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو چوری سن لے۔ پھر پھر عرض کیا۔ جناب قادر ہیں۔ شیطان کو وا ضح کرلیں۔ آخر آنجناب نے اپنے فرزند عزیز کی خاطر صرف حرف ق کے اسرار بیان فرمائے۔ بعد ازاں حضرت عروۃ الوثقٰے پر باقی اسرار خود بخود منکشف ہوئے۔ چنانچہ یہ بات حضرت قیوم اول کے حالات میں مفصل بیان ہو چکی ہے۔ پھر یہی اسرار حضرت عروۃ الوثقٰے نے حضرت حجۃ اللہ کو بذریعہ توجہ باطنی القا کئے۔ عشا کی ہر نماز کے وقت یہ اسرار حضرت خلیفۃ اللہ پہ وارد ہوتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت خلیفۃ اللہ کو بھی ان اسرار کی خوشخبری دی۔ نماز عشا میں حضرت خلیفۃ اللہ پر بھی ظہور ہوا۔ اس فقیر کو بھی آنحضرت نے ازراہ کرم و بندہ نوازی بشارت عظیم دی۔ آنحضرت کی توجہ مبارک سے انہیں دنوں ان اسرار کے علم سے سرفراز فرمایا۔ یہ فضل الٰہی ہے۔ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اللہ تعالٰے صاحب فضل عظیم ہے ؎

اگر بادشاہ بر در پیرہ زن		بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

اللہ تعالٰے کی مغفرت نہایت وسیع ہے ان اسرار کو بطور اشارہ کشف الحقائق مقامات قیومیت

میں بیان کیا ہے۔ بلکہ اس کتاب کی تصنیف کا باعث ہی یہی اسرار ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف سے پہلے آنحضرت کی توجہ سے یہ اسرار مجھ پر ظاہر ہوئے تھے۔ جنہیں میں نے آنحضرت سے بیان کیا تھا۔ اور آنجناب نے فرمایا تھا۔ کہ یہ مقطعات قرآنی کے اسرار ہیں۔ حقتعالے نے اپنے فضل و کرم سے تم پر ظاہر کئے ہیں۔ بہتر ہے کہ انہیں کتاب کی صورت میں لکھو۔ میں نے حسب الارشاد و کشف الحقائق مقامات قیومیت تصنیف کرکے آنحضرت کی خدمت میں پیش کی۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ اللہ نے ان اسرار کی خوشخبری معہ انکے لوازمات کرعنایت فرمائی۔ اور اس بشارت کی خلعت اپنی خاص قبا مجھے پہنائی۔ اس واسطے میں نے اس بشارت کو اس سال کے حالات میں لکھدیا ہے۔ پھر مجھے آنحضرت نے مشرقی علاقے میں جانے کا حکم دیا۔ لیکن میں مشوش تھا۔ کہ یہ کام مجھ سے کیونکر نبھیگا۔ نیز میں آنحضرت کی خدمت سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ جب آنحضرت نے سخت تاکید کی۔ تو مجبور ہو کر میں نے یہ ظاہر کیا آنحضرت نے فرمایا۔ خاطر جمع رکھو۔ تم پھر بھی مجھ سے ملو گے۔ اس بات سے میری تسلی ہوئی۔ پھر مجھے مشرقی علاقے کی طرف روانہ کیا۔ میں مدت تک اس علاقے میں رہا۔ لیکن صبح شام قلق میں تھا۔ ہر روز وحشت ناک خواب آتے جیسا کہ آگے لکھے جائینگے ؞

اسی سال حضرت خلیفۃ اللہ کی چھوٹی لڑکی اس دار فانی سے رحلت کر گئی۔ آنحضرت کو اس کی وفات کا نہایت قلق ہوا۔ اس کی لاش سرہند بھیجدی و حضرت عروۃ الوثقےٰ کے روضہ منورہ میں مدفون ہوئی ؞

ذکر دربیان

سال سی و هفتم از جلوس قیومیت رابع در انحراف مزاج مبارک آنحضرت از سلطان مبارکان او و سکنہ شهر دار الخلافت شاہجهان آباد از کثرت اعمال سیئات ایشان و سزا یافتن آنها از بدکرداری خود و شمہ احوال نادر خسلی کہ اجمال موسوم بہ نادر شاہ است و تسلط و غلبہ او بر ملک هندوستان ؞

اس سال شاہجہان آباد کے باشندے اس طرح فسق و فجور میں مبتلا ہوئے۔ کہ خارج از تحریر ہے۔ غریبوں پر اس قدر ظلم و تعدی ہوتا تھا کہ زبردست حتی المقدور زیر دستوں

پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے۔ لیکن کوئی اُن کی نہیں سُنتا تھا۔ بادشاہِ وقت ایسا غافل تھا۔ کہ اسے اپنے قلعہ کی بھی خبر نہ تھی۔ کہ لوگوں کی کیا حالت ہے اور کس فکر میں ہیں سوائے شراب نوشی اور فاحشہ عورتوں کے شغل کے اور کوئی کام نہ تھا۔ ایسی صُورت میں رعایا کی کون خبر لیتا ہے ؎

وزیرے چناں شہر یارے چناں جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

ارکان سلطنت بھی عیش وعشرت بدعت اور مردم آزاری میں مشغول تھے۔ سرکار سے مستحق لوگوں کے جو وظائف مقرر تھے۔ یک قلم موقوف کر دئے۔ جب وہ عدالت سے عرض کرتے تو کوئی اُن کی طرف توجہ نہ کرتا۔ جو لوگ صاحب مرتبہ تھے وہ اس درجہ بخیل تھے کہ ایک پیسہ تک مسکینوں کو نہ دیتے تھے۔ گدا گر اس کثرت سے تھے۔ کہ گلی کوچوں میں حشرات الارض کی طرح پھرتے تھے جن کی آنتیں قل ہو اللہ پڑھتی تھیں۔ کوئی ان کا پرساں حال نہ ہوتا۔ میں ان دنوں حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں تھا۔ دیکھا کرتا تھا۔ کہ بیشمار فقراء آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور گداگر آنجناب کی خانقاہ کے گرداگرد روتے پھرتے تھے۔ آنحضرت حتی المقدور اُن کی غور و پرداخت کرتے۔ اور اکثر مجھ فقیر کو مخاطب کر کے فرماتے تھے۔ کہ شہر کے باشندے۔ ارکان سلطنت مع بادشاہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرتے تھے۔ اور خلق اللہ کے حق میں تساہل کرتے ہیں۔ اہل احتیاج کے وظائف بند کر لئے ہیں۔ اور مسکین بھوکوں مر رہے ہیں۔ اُن کی خبر گیری نہیں کرتے۔ ظلم و تعدی بکثرت کرتے ہیں۔ ان باتوں کا انجام برا معلوم ہوتا ہے۔ نظر کشفی میں یہ آتا ہے کہ یہ لوگ عنقریب ہی بلائے عظیم میں مبتلاء ہونگے جس سے مخلصی محال ہوگی۔ کافر لوگ بسبب صمصام الدولہ مسلمانوں پر غالب آئے تھے کیونکہ فوج کا سپہ سالار صمصام الدولہ تورانیوں سے ڈر کر راجگان ہند سے جو کافر بت پرست تھے۔ دوستی کرتا تھا۔ اور ان کا ممد و معاون بنا ہوا تھا۔ اور بادشاہ کو ورغلایا ہوا تھا۔ کہ یہ تیرے دوست ہیں۔ بادشاہ نے اس کی ابلہ فریب باتوں میں آکر اکبر آباد کا حاکم بنا کر بھیجا۔ ان ملعونوں نے وہاں کے مسلمانوں پر طرح طرح کے ستم توڑنے شروع کئے۔ اور کفر کی رسموں کو جاری کیا۔ اور گائے کی قربانی جو اسلامی شعار ہے مطلق بند کر دی۔ علانیہ کوچہ و بازار میں بت پرستی شروع ہو گئی۔ کفار کے معبد جو عالمگیر نے گرا کر مسجدیں تعمیر کرا کے اسلام آباد نام رکھا ہوا تھا ان دنوں ان بدبختوں نے موقع پا کر انہیں گرایا اور پھر اپنے معبد از سرنو بنائے اور بدعت کو جاری

کیا مسلمانوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ مغل ان حرکات سے ناراض تھے۔ صمصام الدولہ نے اُن کی ناراضگی کو بادشاہ سے کسی اور طرح ظاہر کیا۔ کہ یہ تمہارے پکڑنے کی فکر میں ہیں۔ کم عقل بادشاہ نے اس کے کہنے کو قبول کر لیا۔ او مغلوں کی طرف سے بدخیال ہو گیا۔ اور اپنے ارکان سلف سے لگاڑ لی۔ بادشاہ اور ارکانِ سلطنت کی آپس میں بگڑ گئی۔ تمام جہان میں کھلبلی مچ گئی۔ ہر ایک سر میں جدا ہی خیال اور ہر ایک گوشے میں الگ ہی کانا پھوسی ہو رہی تھی۔ اس شہر کے باشندے اس سے پہلے اگرچہ بُرے افعال کے مرتکب ہوتے تھے۔ لیکن جب حضرت خلیفۃ اللہ انہیں وعظ و نصیحت کرتے تھے تو یہ تائب ہو جاتے تھے۔ اور اپنے بُرے افعال سے باز آجاتے تھے۔ فسق و فجور اور ظلم و تعدی اور بخل میں اس طرح منہمک تھے کہ پھر خدا کا رُخ نہ کیا۔ کئی سال اسی جہالت و تاریکی میں بسر کئے۔ خاصکر اس سال تو ان کی سرکشی اور نافرمانی کی کوئی حد نہ رہی۔ بہت سے ستم رسیدہ اور مستحق لوگ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آنحضرت اُن کی تسلی کرتے اور دلداری دیتے۔ اور ارکانِ سلطنت اور بادشاہ کو وعظ و نصیحت کرتے۔ وہ منافقانہ طور پر سمعاً و طاعتاً کہہ دیتے تھے۔ لیکن کرتے نہیں تھے۔ آنحضرت سخت ناراض تھے۔ ایک تو اس واسطے کہ بادشاہ سے ناشائستہ حرکات ظہور میں آتی تھیں۔ دوسرے اس واسطے کہ خلق اللہ فسق و فجور اور نافرمانی میں مشغول تھی لیکن پھر بھی آنحضرت انہیں وعظ و نصیحت کرتے مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ آنحضرت اس قدر غضبناک ہوئے کہ روئے مبارک کا رنگ سرخ ہو گیا۔ تیسری مرتبہ از حد غضبناک ہو کر امراء و بادشاہ کو فرمایا کہ اگر بُرے کاموں سے باز آجاؤ تو بہتر ورنہ تم پر اور اس شہر پر ایسی بلا نازل ہوگی۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہو۔ لیکن پھر بھی ان کم بختوں کے کان پر جوں تک نہ چلی۔ آنحضرت نے "واعرض عن الجاھلین" کے مطابق ان سے روگردانی کر لی۔ لیکن آنحضرت کا غضب و غصہ دن بدن بلکہ ساعت بساعت زیادہ ہوتا گیا۔ کیونکہ آنحضرت نے اپنی توجہ سے بادشاہ اور ارکان سلطنت کو خاک سے اٹھا آسمان پر پہنچایا تھا چنانچہ بادشاہ پہلے قید خانے میں گلتا سڑتا تھا۔ اسے اپنی توجہ سے تخت و تاج کا مالک بنایا۔ دوسرے امراء جب قطب الملک اور امام الملک کے پنجے میں گرفتار تھے۔ اور انہیں ایسا عاجز کر رکھا تھا۔ زندگی سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ انہیں اپنی حمایت میں لیکر قطب الملک اور امام الملک کی جگہ مقرر کر دیا۔ پھر جبکہ قطب الملک نے ان پر حملہ کیا۔

جبکہ امام الملک ان کے ہاتھ سے قتل ہو چکا تھا۔ تو وہ پریشان حال ہو کر آنحضرت کی خدمت میں آئے۔ اور آنحضرت سے توجہ کی درخواست کی تھی۔ تو آنحضرت نے بادشاہ اور امراء دونوں کو اپنی دعا کی حمایت میں لیا۔ اور اس بلا سے نجات دلا کر مظفر و منصور کیا۔ باوجود اس قدر احسانات اور حقوق کے سب کو فراموش کر کے آنحضرت کی مرضی کے خلاف عمل کرتے تھے۔ بلکہ بادشاہ تو بعض حاسدوں کے کہنے سے آنحضرت کی نسبت بدگمان ہو چلا تھا۔ کہ ایسا نہ ہو کہیں شیخصاحب خود ہی سلطنت نہ سنبھال لیں۔ چنانچہ یہ بات مفصل لکھدی گئی ہے کہ بادشاہ کے دل میں کیونکر خیال و وہم پیدا ہوا اور آنحضرت نے اُسے کس طرح رفع کر کے پھر بادشاہ کے حالات کی طرف توجہ فرمائی۔ پھر ایسی حالت میں آنحضرت غضبناک نہ ہوں تو کیا کریں۔ آنحضرت کے غضب کا نتیجہ جلدی ہی بادشاہ اور امراء کو مل گیا۔ جو انشاءاللہ عنقریب ہی لکھا جائیگا۔ اس موقعہ پر بنی اسرائیل کے انبیاء کی ایک سرگذشت یاد آئی ہے جو بجنسہٖ لکھی جاتی ہے:۔

تمثیل۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بنی اسرائیل کے ایک نبی ارمیا نام شہر بیت المقدس میں مبعوث ہوئے۔ اور خلقت کو امر نہی کی دعوت کرنے لگے۔ اور اُخروی عذاب سے ڈرانے لگے۔ لیکن لوگ اپنے بُرے افعال سے باز نہ آتے تھے۔ اس حالت پر عرصہ دراز گذر گیا۔ تو آخر بذریعہ وحی نبیؑ کو حکم ہوا کہ خلقت کو کہدو کہ اگر بُرے افعال سے باز آجائے تو بہتر ورنہ عذاب کے لئے منتظر رہے۔ ہم ان پر وہ لوگ مقرر کرینگے جو انہیں بھیڑ بکری کی طرح ذبح کرینگے۔ اس نبیؑ نے اللہ تعالےٰ کا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچا دیا۔ لیکن وہ پھر بھی افعال شنیعہ سے باز نہ آئے۔ تھوڑی مُدت بعد اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو وہاں بھیجا جس نے وہاں کے ہزارہا باشندوں کو بیدریغ ہو کر تہ تیغ کیا بخت نصر نے قسم کھائی کہ جب تک چھتیس میل تک خون کا دریا نہ بہیگا میں تلوار نیام میں نہیں ڈالونگا۔ واقعی اس نے ایسا ہی کیا۔ کہ خون کا دریا بہا دیا۔ اور جو تلوار سے بچ رہے وہ مصر بھاگ گئے بخت نصر نے پیغمبر وقت سے بھی یہی سلوک کرنا چاہا۔ لیکن اس کے آدمی جو بطور جاسوس اس ملک میں آئے تھے۔ اور پیغمبر وقت کی وعظ و نصیحت سے واقف تھے۔ اُنہوں نے بخت نصر کو کہا۔ کہ اس بزرگ نے اس قوم کو بہت کچھ وعظ و نصیحت کی لیکن یہ اپنے بُرے افعال سے باز نہ آتے تھے۔ بخت نصر نے پیغمبر وقت سے معافی مانگ کر رخصت کیا۔ پیغمبر چند از زادِ

کرم جو انبیاء کا خاصہ ہے۔ بھاگے ہوئے لوگوں کے پیچھے مصر گئے کہ شائد اس مصیبت سے بچکر سمجھ جائیں اور راہِ راست پر آجائیں۔ اس خیال سے پھر انہیں وعظ و نصیحت کی۔ لیکن پھر بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جو لوگ اپنی ہٹ پر تھے۔ وہ برابر مُصِر ہی رہے۔ ان کے اعتقاد میں بال بھر فرق نہ آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پیغمبرِ خدا نے ان لوگوں کو اطلاع دی۔ کہ تمہاری شامتِ اعمال سے مصر خراب ہوجائیگا۔ جو مصیبت بیت المقدس پر تم پر نازل ہوئی تھی وہی یہاں پر ہوگی یعنی بخت نصر یہاں بھی آجائیگا۔ اور چار پتھر پکڑ کر ایک جگہ کھدے اور کہا کہ بخت نصر کو لاکر یہاں رکھیگا۔ اور تمہاری سخت سے سخت بے عزتی کرے گا۔ بہتر ہے کہ توبہ کرو۔ لیکن ان لوگوں نے ایک نہ مانی۔ جب بخت نصر بنی اسرائیل کے قتل سے فارغ ہوا۔ تو ایلیا یعنی بیت المقدس کو لوٹا کھوٹا اور مسجد اقصےٰ کو جس میں حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ نے یاقوت جڑوائے تھے۔ گرائی۔ اور پھر مصر کا رُخ کیا۔ پہلے وہاں کے بادشاہ کو پیغام بھیجا۔ کہ جو لوگ بھاگ کر تمہارے ہاں پناہ گزین ہوئے۔ اگر انہیں واپس دے دو تو بہتر ورنہ وہی گت بناؤں گا جو بیت المقدس کی بنائی ہے۔ بادشاہ نے لکھ بھیجا کہ وہ پیغمبر زادے ہیں۔ یہ آزاد ہیں۔ بندے نہیں۔ دوسرے یہ بات مروّت سے بعید ہے کہ یہ میری پناہ میں ہوں۔ اور میں انہیں تمہارے سپرد کردوں۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ جو کچھ تم سے ہوسکتا ہے کرو۔ جب بخت نصر نے ایسا جواب سُنا تو ناراض ہوکر مصر کا رُخ کیا وہاں پہنچ کر تمام باشندوں کو معہ بادشاہ قتل کردیا۔ اور جو بیت المقدس سے بھاگ کر آئے تھے اُن پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ اتنے میں بخت نصر کی نگاہ ایلیاء پیغمبر پر پڑی۔ ناراض ہوکر انہیں بھی تکلیف پہنچانی چاہی۔ اور کہا کہ میں نے تجھ پر احسان کیا پھر تو نے کیوں دشمنوں کا ساتھ دیا اس نے کہا۔ میں انہیں وعظ و نصیحت کرنے کے لئے آیا تھا۔ کہ شائد اپنے افعال قبیحہ سے باز آجائیں۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میں نے تمہارے آنے کی اطلاع انہیں دے دی تھی۔ لیکن اُنہوں نے نہ مانی چنانچہ چار پتھر جو تمہارے تخت تلے ہیں۔ میں نے ہی رکھے تھے کہ ان پتھروں پر اس کا تخت ٹکیگا۔ بخت نصر کے آدمیوں نے جو اس معاملہ کی خبر بادشاہ کے پاس لائے تھے گواہی دی۔ کہ حضرت ایلیاؑ ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر بخت نصر نے پیغمبر صاحب کو کچھ نہ کہا۔ بلکہ بہت سا ہدیہ دے کر معافی مانگی۔ اور رخصت کیا ؎

ذکر در بیان

ابتدائے احوال نذر قلی کہ مشہور بنادر شاہ ہست و بہ سلطنت رسیدن او

نادرشاہ کے ابتدائی حالات اور اُس کا سلطنت تک پہنچنا مورخوں نے مختلف طور پر بیان کیا ہے لیکن ایک قول صحیح ہے جو معتبر اشخاص کی زبانی سُنا ہے وہ یہ ہے کہ قندھار کے خاقان جب پھر غالب آکر ایران پر قابض رہے ان سے پھر نادرشاہ نے لیا۔ اور انہیں گرفتار کر کے نہایت عزت کے ساتھ اپنے ہمراہ رکھا۔ جب نادرشاہ ہند کو فتح کر کے اپنے وطن مالوف کو گیا۔ تو انہوں نے ہند میں بود و باش اختیار کر لی۔ ان میں سے ایک رسول خاں نامی میرا (مؤلف) مرید ہوا۔ اس نے بیان کیا۔ کہ نادرشاہ اصل میں قبیلہ افشار سے۔ اس کا باپ شتربانی کیا کرتا تھا۔ اور ایک گاؤں میں رہا کرتا تھا۔ اور بھلی بُری کھیتی باڑی بھی کر لیا کرتا تھا۔ وہ گاؤں خراسان کے علاقے میں تھا۔ اس ساربان کے ہاں یہ لڑکا سنہ۱۱۰۰ہجری میں پیدا ہوا۔ قہر الٰہی کی علامات اس کی پیشانی سے نمایاں تھیں۔ اور سختی رعب دار اور ہیبت کی نشانیاں اس کے چہرے پر نمودار تھیں ؎

اگر مار زاید زنِ باردار   به از آدمی زادهٔ دیوسار

اس کا نام والدین نے نذر قلی رکھا۔ جب بالغ ہوا۔ تو اس کا باپ مر گیا۔ گاؤں کا نمبردار اس کی غور و پرداخت کیا کرتا تھا۔ بلکہ اس کا تمام کاروبار اسی کے سپرد تھا۔ جب وہ نمبردار مر گیا۔ تو اس کا مال و اسباب سب نذر قلی کے ہاتھ آیا۔ پھر ساز و سامان ٹھیک ٹھاک کر کے پاس کے ایک رئیس سے ہل بانٹ کی۔ اور ترقی کرنے لگا۔ جس کام کو شروع کرتا اسے انجام تک پہنچا کر چھوڑتا حتیٰ کہ صاحب اختیار اور اس کا منتظم ہو گیا ایک رات موقعہ پا کر اسے قتل کر دیا۔ اور خود اس کی ریاست پر قبضہ کر لیا۔ اس تمام مال و اسباب پر قابض ہو کر اس علاقے کا بندوبست کر کے وہاں کا مستقل حاکم بن بیٹھا۔ جدھر توجہ کرتا بآسانی وہ علاقہ فتح ہو جاتا۔ ڈاکہ بھی ڈالا کرتا۔ راہزنی بھی کیا کرتا۔ اور شاہی علاقے میں بھی لوٹ مار کیا کرتا تھا۔ جب اس نے اس کام میں خاص ترقی کر لی۔ تو شاہِ ایران کو خبر پہنچی۔ کہ خراسان کے ملک میں ایک شخص قزاقی اور رہزنی

کرتا ہے۔ اور وہاں کے اکثر شہر اس کے ظلم کے باعث ویران ہو گئے ہیں بادشاہ نے یہ سنتے ہی اُس کے دفعیہ کے لئے فوج بھیجی۔ چند مرتبہ شاہی فوج اور نادر کے مابین چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر شاہی فوج اسے تسلی دے کر بادشاہ کے پاس لائی بادشاہ نے اُس کی پیشانی پر سرداری کے آثار دیکھ کر اسے رکن سلطنت بنا لیا۔ چونکہ اس کی اصل میں خطا تھی۔ اس لئے موقع پا کر ایرانیوں سے مل ایک قدیمی شہزادے کو تخت پر بٹھا کر شورش برپا کی بادشاہ نے اس کا بہتر دفعیہ کرنا چاہا۔ لیکن ایک پیش نہ گئی۔ آخر نادر نے ایران پر قابض ہو کر بادشاہ کو قتل کیا۔ اور جس شہزادے کو تخت پر بٹھایا تھا اس کا کام بھی تمام کر دیا۔ اور تخت شاہی پر بیٹھکر نادر شاہ بن بیٹھا۔ تھوڑی مدت سلطنت ایران کا بندوبست کر کے روم کا رُخ کیا۔ رومیوں اور اس کے مابین چند مرتبہ سخت لڑائی ہوئی جس میں روم والوں کو نیچا دیکھنا پڑا۔ آخر رومیوں نے متفق ہو کر اسے شکست فاش دی چنانچہ تاریخ میں اس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کے آنے جانے کی بابت لکھا ہے۔ کہ اس کی آمد و رفت مد و جزر (جوار بھاٹا) کی طرح ہوئی۔ جب شکست کھا کر ایران آیا۔ تو پھر لشکر جمع کر کے روم پہنچکر کسر نکالی۔ چنانچہ عراق و عرب میں قتل عام کیا اور پھر ایران پہنچکر بندوبست کر کے گرد و نواح پر ہاتھ صاف کیا۔ پھر قندہار کا ارادہ کیا۔ جب قندہار کے قریب پہنچا۔ تو وہاں کا حاکم مقتول شاہ ایران کا بھائی لڑائی کے لئے آمادہ ہوا۔ دو سال تک جنگ جاری رہی۔ جب تنگ آگیا۔ تو صلح کر کے قلعہ نادر کے حوالے کیا۔ نادر شاہ نے وہاں کا انتظام کر کے ہندوستان کا رُخ کیا۔

ذکر در بیان

جنبیدن لشکر ہند و عراق یعنی توجہ نمودن نادر شاہ بسوئے ہندوستان و مقابلہ نمودن عساکر ہندوستان او را۔

جب نادر نے ایران اور قندھار کے انتظام سے فراغت پائی۔ تو ہند کا رُخ کیا۔ ان دنوں چونکہ ہندوستان کی سلطنت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اور امراء اور بادشاہ کی آپس میں بگڑی ہوئی تھی۔ بعض ارکان سلطنت جو بادشاہ کے خیر خواہ تھے۔ وہ بادشاہ کی کم عقلی۔ بد اعمالی اور اس کے بدعتیوں سے مل بیٹھنے کے باعث ناراض رہتے تھے اور اکثر مشفقانہ

کلمات بادشاہ سے عرض کرتے۔ لیکن بعض مخالفوں کی وجہ سے ان کی دال نہ گلتی تھی جب نادر نے قندھار پر حملہ کیا۔ تو بعض ارکان سلطنت نے نادر شاہ کو لکھا کہ اگر بادشاہ بطور سیر بھی ہند کا رُخ کرے۔ اور ہمارے بادشاہ کو وعظ و نصیحت سے راہ پر لا کر مخالفوں کو جن کی وجہ سے بادشاہ فسق و فجور میں مبتلا ہے درمیان سے اُٹھا دے۔ تو بہتر ہوگا لیکن یہ ان کا کمینہ پن تھا۔ کہ بیگانے کو اپنے ملک میں داخل کرتے ہیں اور مخالفوں کو اپنے پر غالب کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو معہ بادشاہ اس کے سامنے ذلیل و خوار کرتے ہیں۔ رعیت کو اس کے تابع کرتے ہیں۔ ایسی رائے دور اندیش عقل سے تو بالکل بعید ہے ؎

بدست خویش تبہ میکنی تو صورت خود وگر نہ ساختہ اندت چنانکہ مے باید

لیکن ارادہ ازلی کا اول بدل کرنا محال ہے۔ جب نادر شاہ کو یہ خط پہنچا تو تھوڑے ہی عرصہ میں ٹڈی دل لشکر لیکر سنہ ۱۱۵۰ ہجری میں بلائے مبرم کی طرح ہند کا رُخ کیا پہلے غزنی لیا۔ پھر کابل۔ اہل کابل نے پہلے تو مقابلہ کیا۔ لیکن آخر تنگ آکر شہر اور قلعہ دونو اس کے حوالے کئے۔ وہاں کا انتظام کرکے پشاور کا رُخ کیا۔ لیکن پٹھانوں نے مزاحمت کی۔ حتیٰ کہ اِدھر قدم نہیں رکھنے دیتے تھے۔ جب نادر نے دیکھا کہ اب یہاں سے گذرنا ٹیڑھی کھیر ہے۔ تو جلال آباد میں ڈیرے ڈال دِئے۔ یہ سُنکر پشاور کا حاکم شہر سے نکل جمرود کے قریب مقابلہ کے لئے آڈٹا۔ اور پٹھانوں سے ملکر اس نے سارے ناکے اور راستے بند کر دِئے۔ اور ہندوستان کے بادشاہ کی طرف عرضی لکھی۔ کہ یہاں کے تمام آدمی غنیم سے لڑنے کے لئے مستعد ہیں۔ اگر حضور سے کچھ مدد پہنچ جائے۔ تو یہ مہم جلدی سرانجام ہو جائے۔ لیکن بادشاہ نے بسبب غفلت ذرہ پرواہ نہ کی۔ ارکانِ سلطنت نے کہا کہ اِس حادثہ کی تدبیر قبل از وقت کرنی چاہئے۔ اسی اثناء میں حضرت خلیفۃ اللہ نے بادشاہ اور ارکانِ سلطنت کو کہلا بھیجا کہ نظر کشفی میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر تم جلدی دشمن کے مقابلے پر چلے جاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے فتح تمہیں عطا کریگا۔ بادشاہ تو اس حکم کی بجاآوری کے لئے آمادہ ہوا۔ لیکن بعض خوشامدیوں کے کہنے سے پھر عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ حسب ذیل نظم اس وقت کی سلطنت کے کاروبار پر بالکل صادق آتی ہے ؎

نہ بزم عشرتِ تو عیش مستمنداں تلخ نہ ہے عزیمت اندوہ فزائے شاد دلگاہ

نعوذ باللہ ازاں دم کہ این وآں گوئید　　　کہ زد مخالف بر شہر خیمہ و خرگاہ

اس قصہ کے مطابق خوارزم شاہ کی حکایت ہے جو اس وقت دل میں آئی ہے۔ اور بالکل شاہ ہند کے حالات کے مطابق ہے:۔

تمثیل۔ جب چنگیز خاں پورے طور پر سلطان محمد شاہ خوارزم پر غالب آگیا۔ تو اس وقت بادشاہ نے عیش و عشرت کی بساط کو وداع کیا۔ کہتے ہیں اس وقت بعض محتاج اس کے دروازے پر کھڑے تھے۔ کوئی ان کا پرساں حال نہ تھا۔ اس کی جباری سے حیران اور عاجز تھے۔ ایک روز وزیر سے انہوں نے سخت شکایت کی۔ وزیر نے کہا۔ مجھے معاف رکھو۔ پہلے میں بادشاہ کی طرح عورتوں کی زیب و زینت کا انتظام کر لوں جب تک اس سے فارغ نہ ہونگا۔ اور کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاؤنگا۔ اتنے میں خبر آئی۔ کہ چنگیز خاں کی فوج دریائے جیحوں کو عبور کر کے نزدیک آپہنچی ہے۔ پھر بادشاہ کی جو گت بنی سو بنی۔ اسی طرح ہندوستان کی رعایا کی حالت تھی۔ بادشاہ سے تنگ آکر حسب ذیل اشعار پڑھتے تھے ؎

اے خداوند ہفت سیارہ　　　بادشاہے فرست خونخوارہ
کہ دروو دشت راکند چوں دشت　　　بوئے خوں آورد بخوں پارہ
عدو مرداں بنفر آید　　　ہر یکے راکند بصد پارہ

لیکن چونکہ نادر شاہ بہت مدت ڈیرا ڈالے رہا۔ اس واسطے اس کا لشکر تنگ آگیا۔ چاروں طرف سے پٹھانوں نے سامانِ رسد بند کر دیا۔ اور موقعہ پاکر رات کو حملہ آور بھی ہوتے تھے۔ نادر شاہ کے آدمی حیران تھے۔ کہ کریں تو کیا کریں۔ اکثر اوقات اونٹوں اور گھوڑوں کو ذبح کر کے قوت لایموت بناتے بہت سے اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ اور باقی جو تھے وہ بھی اس مصیبت سے رہائی کی تدبیریں سوچتے تھے۔ اتنے میں تقدیر الٰہی سے ایک پٹھان رئیس جو اپنے قبیلوں کا دشمن تھا۔ نادر شاہ سے آملا۔ نادر نے اس پر شاہانہ عنایات کیں۔ اس نے عہد کیا۔ کہ اگر بادشاہ اس علاقے کی ریاست مجھے دے تو میں کسی نہ کسی طرح پشاور پہنچا دونگا۔ نادر نے منظور کیا۔ وہ نادر کو شارع عام سے بہت دور ایک اور راہ جمرود سے لایا۔ حاکم پشاور جو وہاں پہلے ہی سے لڑائی کے لئے تیار تھا۔ لڑا۔ اس کی فوج کا اکثر حصہ مارا گیا۔ باقی بھاگ گیا۔ اور خود گرفتار ہوا۔ نادر نے پشاور کو لوٹا۔ اور دریائے سندھ کو عبور کیا۔ راستے میں جو ملتا اسے ہی قتل کر دیتا۔ اور گاؤں اور قصبوں

کو جلا دیتا۔ تھوڑے دنوں میں لاہور کے قریب آپہنچا۔ وہاں کا حاکم اس کی آمد سے مطلع ہو کر لڑائی کے لئے مستعد ہوا۔ نادر نے اسے کہلا بھیجا۔ کہ ہم سے کیوں لڑتا ہے۔ اگر خود تو سلطنت کا دعویدار ہے۔ تو ہم سے لڑ ورنہ جو غالب آئیگا۔ اس کا مطیع رہنا۔ وہ اس بات کو مان گیا۔ لیکن بعض دلیری کر کے نادر شاہ کے لشکر سے لڑے۔ چنانچہ میرزا عزیز بیگ تین ہزار سوار لیکر سخت لڑائی لڑا۔ اس نے نادر شاہ کی بہت سی سپاہ تباہ کی۔ لیکن آخر شہید ہو گیا۔ اس واسطے لاہور اور اس کے گرد و نواح کے اکثر باشندے قتل ہوئے۔ حاکم لاہور نے نکلکر نادر سے ملاقات کی۔ اور کچھ تحفے دیکر اپنے بیٹے کو نادر کے ساتھ کیا۔ لاہور سے نکلکر جب شاہجہان آباد کا رخ کیا۔ تو حکم دیا کہ رستے میں جو فرد بشر پاؤ کیا بوڑھا کیا جوان کیا مرد کیا عورت سبھی کو قتل کر دو۔ اور ان کے گھر جلا دو۔ سڑک کے دونو طرف کے شہر گاؤں اور قصبوں کو جلایا اور ان کے باشندوں کو قتل کیا۔ اسی طرح قتل و غارت کرتا سرہند جا پہنچا ✣

ذکر در بیان

رسیدن نادر شاہ بدیار الارشاد سرہند و ملاقات نمودن حضرات مخدوم زادہائے سرہند و امان یافتن شہر از دست غارت او

نادر شاہ نے سرہند میں پہنچنے سے پہلے ٹھانی ہوئی تھی۔ کہ اس شہر کے ایک باشندے کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ حتیٰ کتے بلی تک ہلاک کر دونگا۔ کیونکہ شاہجہان آباد کے بادشاہ آباد اجداد سے حضرات سرہند کے مرید چلے آتے تھے۔ اور ان کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے منسوب ہے۔ جن کے تمام اہل ایران دشمن ہیں۔ دوسرے یہ کہ تمام تورانی اس خاندان کے مرید ہیں۔ اور ایرانیوں اور تورانیوں میں قدیمی دشمنی چلی آتی ہے اس واسطے نادر نے حکم دے دیا۔ کہ اس شہر کا نام و نشان تک نہ چھوڑنا۔ اسی اثنا میں ایک روز نادر تخت پر سونا ہی چاہتا تھا۔ کہ ایک نورانی شکل سفید ریش کندھے پر مصلےٰ ڈالے ہاتھ میں عصا لئے ہوئے کھڑا کہتا ہے۔ کہ نادر شاہ! اگر اپنی خیریت چاہتا ہے تو اس شہر کو تکلیف نہ پہنچانا۔ بلکہ اس پاک شہر کی عزت کرنا۔ اور اس شہر کے مشائخ کو راضی کرنا تاکہ تو اس ملک پر فتح حاصل کر سکے۔ نہیں تو ایسی بلا نازل ہوگی۔ کہ اس سے نہ تو بچیگا نہ تیرا

لشکر یہ تین مرتبہ تاکید کر کے وہ شخص نظر سے غائب ہوگیا۔ نادرشاہ یہ کلمات سُن کر گھبرایا۔ اور پاسبانوں کو بُلا کر ڈانٹنے لگا۔ کہ اس شخص کو تم نے ایسے وقت میں اندر کیوں آنے دیا انہیں سزا دینی چاہئے۔ تو انہوں نے قسم کھا کر کہا۔ کہ ایسے وقت میں کوئی شخص ہم نے گذرنے نہیں دیا۔ نادر سمجھا کہ یہ مردِ غیب تھا۔ بعد ازاں حاکم لاہور کے لڑکے سے جو اس کے ساتھ تھا پُوچھا اس شہر کے مشائخ کون ہیں۔ اُس نے کہا۔ کہ اس شہر میں حضرت مجدد الف ثانی رح آرام کئے ہوئے ہیں۔ جو جناب غوث الثقلین کے بعد تمام اولیائے اُمت کے امام ہیں ؎

نگیں گشتہ در حلقۂ اولیاء چو در انبیا ء خاتم انبیاء
ازو تازہ شد دین بعد از ہزار بعالم نبی گوئی آمد دو بار

یہاں کے مشائخ آنحضرت کی اولاد ہیں۔ اور سب کے سب صاحب حال عارف باللہ اولیائے کبار اور اُمتِ محمدی میں سے مستثنےٰ ہیں۔ اس زمانہ میں ان جیسا کوئی ولی نہیں ؎

زصاحبزادہ ہائے پاک گوہر چگویم چوں زہر وصف اند برتر
بصورت ہر یکے صاحب جمالے بمعنی ہر یکے صاحب کمالے
سپہر معرفت را ہر یکے شاہ سپہر مکرمت را ہر یکے ماہ
بہ سلک سروری علوی گہرہا بنخل معرفت شیریں ثمرہا
بزرگ و خورد ایں پاکیزہ رایاں بخلوت گاہ عصمت پارسایاں
ملک را گرچہ در عصمت رسائی است ازیشاں کردہ کسب پارسائی است
فروتر طفلگانِ آں گذرگاہ قدم برمسلک پیرانِ آگاہ
چگویم مدحت پیرانِ آں در کہ آمد طفل آں در پیر رہبر
بزرگیہا بزرگانش ازیں داں کہ باخورداں بزرگی دادیزداں

نادرشاہ نے یہ سنکر بیجا خیال سے توبہ کی۔ اور ساٹھ سوار حضرات مخدوم زادوں کی خدمت میں روانہ کئے۔ کہ انہیں نہایت عزت کے ساتھ ہمارے پاس لاؤ۔ سواروں نے جب آکر مخدوم زادوں کو کہا۔ کہ آپ کو بادشاہ سلامت بلاتے ہیں۔ چونکہ انہیں اس معاملہ کی خبر نہ تھی۔ اس واسطے جانے میں لیت و لعل کرتے تھے۔ صرف دو بزرگوں نے جانے کا ارادہ کیا۔

ایک مولوی فرخ شاہ کے فرزند حضرت خازن الرحمۃ کے پوتے حقائق و معارف آگاہ فضائل و کمالات دستگاہ شیخ محمد ضیاء اللہ جو عامل و عالم تھے۔ دوسرے حضرت شیخ سیف الدین کے پوتے شیخ رفیع القدر۔ دونو جب بادشاہ کے پاس گئے جو شہر سے تین میل کے فاصلے پر اترا ہوا تھا۔ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ اور شہر کے تین کوس کے گرداگرد کا علاقہ معافی کے طور پر انہیں لکھ دیا۔ اور نہایت عزت سے رخصت کیا۔ اور کہا کہ آپ شہر میں جاکر لوگوں کو تسلی دیں۔ میں بھی آتا ہوں۔ جب خود شہر گیا۔ تو تمام حضرات مخدوم زادوں سے عزت سے پیش آیا۔ اور ہر ایک کے حال کے مناسب خلعت دی۔ اور اس شہر کا نام دارالامان رکھا۔ دروازوں پر جابجا سپاہی مقرر کر دئے۔ کہ کسی لشکری کو شہر میں نہ آنے دیں۔ جب شاہجہان آباد میں اس نے قتل عام کا حکم دیا تھا۔ اس وقت بھی جو شخص کہتا کہ میں سرہند کا ہوں۔ تو اُسے چھوڑ دیتے تھے۔ شاہجہان آباد کے اکثر باشندے یہ کہہ کر بچے۔ نادر شاہ بارہا کہا کرتا تھا۔ کہ جو غصہ مجھے سرہند پر تھا۔ ہندوستان کے کسی شہر پر نہ تھا۔ لیکن میں نہیں جانتا۔ کہ کس شخص نے میرے غصے کو فرو کیا ہے۔ اور اس کے عوض میرے دل میں رحم ڈال دیا ہے۔ وہ شخص حضرت خلیفۃ اللہ تھے۔ آنحضرت نے باطنی توجہ سے اپنے وطن مالوف کو بچایا۔ ایران سے لیکر شاہجہان آباد تک کوئی شہر یا گاؤں ایسا نہ تھا جو نادر شاہ کے ہاتھ سے تاخت و تاراج نہ ہوا ہو۔ صرف ایک شہر سرہند بچا۔ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ اس کا لشکر اسی شہر سے ہو کر گذرا۔ بلکہ اب تک بھی اُس کی فوجوں کی آمد و رفت کا رستہ اسی شہر سے ہو کر جاتا ہے۔ لیکن کسی کی مجال نہیں۔ کہ کسی خشک درخت کو بھی ایندھن کے واسطے استعمال کرے۔ اب تک اس کے آدمی آتے جاتے ہیں۔ لیکن یہی دستور ہے۔ یہ سب آنحضرت کا تصرف ہے۔

ذکر در بیان

حادثہ اعظم یعنی مقابلہ نادر شاہ و محمد شاہ و حرب عساکر ہند و ایران و مآل کار ایشاں

جب نادر شاہ سرہند سے شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوا۔ تو کسی گاؤں یا قصبے یا شہر میں قتل و غارت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ہر جگہ ہزارہا باشندے

قتل کئے۔ جب یہ قیامت اثر خبر بادشاہ نے سُنی۔ کہ ؎

ہمہ سپر فن و شمشیر دست تیر انگشت ہمہ سپہ شکن و دیو بند و پیل شکار

بسانِ دریا لیکن بہ حملہ صاعقہ بار کہ دید ہرگز دریائے صاعقہ کردار

سرہند سے گذر رہا ہے۔ قریب تھا کہ اس ہولناک خبر کو سن کر اس قوم کو سختی سے اس کا وجود گر جائے۔ اور اس کی بنیاد اُکھڑ جائے۔ اسی وقت اپنے وزیر کو جناب قیومیتِ مآب حضرت پیر دستگیر قیوم زمان خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا کہ توجہ کے لئے التماس کرے۔ آنحضرت نے سخت غضبناک ہو کر فرمایا۔ کہ جب میں نے بڑی تاکید سے تمہیں کہا تھا۔ کہ اب بھی نکلو۔ تو بفضلِ خدا فتح تمہاری ہو گی۔ اس وقت تم نہ نکلے۔ اب جب موقعہ نکل گیا ہے۔ تو فتح کے لئے دعا کراتے ہو۔ اُس نے بڑی عاجزی ظاہر کی۔ تو آنحضرت نے اُنکی بیچارگی پر رحم کھا کر فرمایا۔ کہ اچھا اگر اب بھی استقامت چاہتے ہو۔ تو کامل تدبیر سے جنگ کرو۔ مخالف نیچا دیکھیگا۔ ہم نے تمہیں مع بادشاہ اپنی دعا کے ضمن میں لے لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ تمہارا انجام بخیر کریگا۔ بادشاہ نے ارکان سلطنت کو مع لشکر نادر شاہ کے مقابلے پر بھیجا۔ چند روز بعد خود بھی شہر سے نکل اپنی فوج خاصہ لیکر اس شہر سے جا ملا۔ اور دہلی سے چوّن میل کے فاصلہ پر کرنال میں صف آرائی کی۔ تین لاکھ سوار اور پیادے تھے جن میں سے لاکھ سے زیادہ کابلی تھے۔ باقی ہندوستانی۔ بارہ میل میں لشکر پڑا ہوا تھا۔ یہی ٹھانی کہ جنگ یہیں کرنی چاہئے۔ اس سے آگے بڑھنا قرین مصلحت نہیں۔ یہ رائے ضعیف صمصام الدولہ کی تھی۔ کیونکہ اسے اپنی جان کا ڈر تھا۔ اب اس ڈر نے عملی صورت اختیار کی۔ نادر نے اپنی فوج کو ترتیب دیا۔ اور محمد شاہ کے لشکر سے چھ میل کے فاصلہ پر صف آرا ہوا۔ محمد شاہ نے اپنے لشکر کو یوں ترتیب دیا کہ دائیں فوج صمصام الدولہ کے سپرد کی۔ بائیں فوج اعتماد الدولہ وزیر الملک کو سونپی۔ سامنے کی آصف جاہ نظام الملک کے زیر کمان تھی۔ درمیانی اور اِدھر اُدھر کی باقی امیروں کے ماتحت کیں ۱۱۵۱ھ میں جنگ ہوئی ؎

دو خسرو عناں در عناں آورند رہ دوستی درمیاں آورند

ایک کارکن سلطنت برہان الملک مدت سے مشرقی علاقے کا حاکم تھا۔ اس نے پوشیدہ طور پر نادر شاہ سے خط و کتابت کی تھی۔ شاہ جہان آباد سے نکلکر محمد شاہ نے اسے بلایا۔ وہ تیس ہزار سوار لیکر ساتھ آیا

ابھی وہ خیمے وغیرہ بھی نہ لگانے پایا تھا۔ کہ نادرشاہ کی فوج نے آکر اُسے غارت کردیا۔ برہان الملک نے یہ سن کر بادشاہ سے لڑائی کی اجازت لی۔ بادشاہ نے کہا۔ آج کا دن ہمارے لئے اچھا نہیں۔ کیونکہ دشمن نے تمہارا مال و اسباب لوٹ لیا ہے۔ کل خاطرجمع سے فوج کو ترتیب دیکر اور سامان ٹھیک ٹھاک کرکے جنگ کرنا۔ لیکن اس مکار نے اس بات کو منظور نہ کیا۔ بلکہ کہا کہ اگر آج میں نہ لڑوں تو میری عزت نہیں رہتی۔ بے عزتی کا باعث ہے۔ یہ کہہ کر بادشاہ سے اٹھ آیا۔ اور اس فوج پر حملہ آور ہوا جس نے اس کا مال و اسباب غارت کیا تھا۔ لیکن وہ عمداً بھاگ اٹھے۔ اس نے اُنکا پیچھا کیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی۔ تو اُس کی مدد کے لئے اور فوج مقرر کی۔ جو زیر کمان صمصام الدولہ و دیگر امرا روانہ ہوئے۔ اُس کے بھائی مظفر خاں کو بھی ایک لشکر کثیر دیکر مدد کے لئے بھیجا۔ اور خود بھی نظام الملک اعتماد الدولہ اور تمام ارکان سلطنت بمعیت ساری مغلیہ اور تورانی فوج لیکر لشکر سے نکلا۔ جب نادرشاہ کی فوج برہان الملک سے شکست کھاکر بھاگی۔ اور انہوں نے تعاقب کیا۔ اور صمصام الدولہ مع بھائی اور دوسرے امراء کے اس سے جاملا۔ تو اتنے میں نادر کی ساٹھ ہزار فوج جو گھات لگائے بیٹھی تھی۔ اچانک اُن پر حملہ آور ہوئی اور شکست خوردہ فوج بھی مڑکر لڑنے لگی۔ اور نادرشاہ نے اپنے تمام امراء کو بھیجدیا۔ اور خود بھی فوج لیکر ان کے پیچھے کھڑا ہوگیا امرائے ہند کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک تو وہ خود لشکر سے جلدی سے نکلے تھے دوسرے بہت سا لشکر فتح کی اُمید پر ان سے علیحدہ ہوگیا تھا۔ اور لوگ بادشاہ کو فتح کی مبارک باد دے رہے تھے۔ جب امراء نے نازک موقعہ دیکھا تو پہاڑ کی طرح ڈٹ گئے۔ اور اُنہوں نے بدرجہ غایت کوشش کی۔ ہندی تلوار سے بہت سے ایرانیوں کے سر قلم کئے۔ بعد ازاں بڑے گھمسان کا معرکہ ہوا۔ زمین پارے کی طرح لرزنے لگی۔ اور آسمان مردان جنگی کے شور سے ہل گیا تھا۔ دریا پارے گولوں کے خشک ہوگئے درخت جڑھوں سے اُکھڑ گئے۔ پہاڑ درخت کے پتوں کی طرح ہلنے لگے۔ زمین کے ساتویں طبقہ کی چیزوں میں بھی تہلکہ مچ گیا۔ کروبی فرشتے خلقت کی حیرانی و پریشانی دیکھ کر تسبیح و تہلیل سے باز رہے۔ گرد و غبار اس طرح اُٹھا کہ شب دیجور کا نقشہ جما ہوا تھا۔ قریب تھا۔ کہ دھمیزوں اور بہادروں کے نعروں اور طبل و تفنگ کی آواز سے کرہ زمین کے اجزا

اڑنے کو تھے۔ زمین و زمان میں زلزلہ سا آ گیا۔ اور رستم و افراسیاب کی لڑائی کا نقشہ تھا دارا اور سکندر کی لڑائی اس کا ادنےٰ نمونہ تھی ؎

بر آمد ز کوس سجانی خروش	در آمد سپاہی ریاحین بجوش
زرخ خویشتن ابر درہم کشید	بدعوئے کمانہائے رستم کشید
شدہ تیر باران و رستم کماں	مسلح بہ تیر و کمان آسماں
نہاں گشت در آہن تیغ و مہر	بجوشید زاں ابر جوشن سپہر
ز آشوب باراں و جوشن سحاب	ہمہ جوش و خود گردید آب
بر آمد خروش خم ہفت جوش	بجوش اندر آمد سپہ را خروش
غریو رود و بر آمد بماہ	تزلزل در آمد پے راہ و راہ
ز جنبیدن آں سپاہ گراں	بجنبیدہ گیتی کراں تا کراں
ز پروانۂ نازاں طغرل شکار	زمین و زمان سربسر بیقرار
خوابیدن شرزہ شیران مست	کمرگاہ گاو زمین نے شکست
ز تیغ سم خنگ برنا و پیر	بر و پشت ماہی شدہ نقش گیر
دراں سہمگین آتش رستخیز	کزاں بود شیرے غریب در گریز
ز سم ستوران ہر دو سپاہ	تزلزل در آمد بنا ورد گاہ
ز ہر دو طرف شیون انداختند	ہنر برانہ بریکد گر تاختند
دراز یکہ فتنہ پر شد بلند	کہ رحمت نیایید پدیداز گزند
نہاں گشت از سختئے آں مصاف	مروت چو سیمرغ در کوہِ قاف
سر سینہ پر دلاں سینہ سوز	شدہ خاک شمشیر ہا تیرہ دوز
اجل آمد از آسماں بیگماں	کمیں کردہ در گوشہائے کماں
غبارِ سیہ بردۂ مہر و مہ	زمیں پُر زخم و آسماں بستہ راہ
ز خوں گل شدہ جلوہ گاہِ مصاف	فرو رفتہ اسپاں دراں تا بناف
سم باد پایاں شدہ فرق سائے	سر سرکشاں ماندہ در زیر پائے
پذیرفتہ بنیاد مردم خلل	کشادہ شدہ دستگاہ اجل
ز سن گشتہ افتادہ بر خاک راہ	شدہ عرصۂ رزم گاہ قتلگاہ

فتادند ہژبران اسپاں یلہ / زاسپ دیلہ ہر طرف صد گلہ
رواں کرد دریائے چوں مرد جنگ / شناور ہزاراں در آنجا نہنگ
پلاہائے ایراں بساں خس و خاک / ز شمشیر ہندی شدہ چاک چاک
زرہ بر تنِ مرد خون ریختہ / چو غربال گردون فنا بیختہ
ز دز تیز ہا شاں مروت نہ مہر / چو بارانِ مردہ بہرہ زہر
شدہ گردہ سر باش ہائے شاں / بصد درد و غم زیر سرہائے شاں
دلیرانِ ایراں ہمہ دردناک / شد از فوج ہندی پر زخمناک
چناں کشتہ گشتند پنہاں بخون / کہ سرہا رواں جو در جوئے خون

ہند کے امیروں نے اہلِ ایران پر کچھ ایسے حملے کئے کہ وہ حواس باختہ ہوئے۔ اور نادر شاہ کے بہت سے امراء اور ارکانِ سلطنت قتل ہوئے۔ ہزارہا ایرانیوں نے ہندی تلوار کی آب سے موت کا ناگوار شربت چکھا۔ جو باقی رہ گئے۔ وہ گلی کوچوں میں چرغ اور گدھ کی طرح مجروح اور نالاں تھے ؎

سپہ ہر زماں پُر آشوفتند / ز مژگانِ دل خوں ہمے ریختند
فراواں ز ہر دو سپہ کشتہ شد / مرے تخت ایرانیاں کشتہ شد

قریب تھا کہ نادر شاہ بھاگ اُٹھے اور اُس کی بہت سی فوج بھاگ کر اپنے بقیہ حصے سے جا بھی ملی۔ لیکن چونکہ حکیم علی الاطلاق کے ارادہ میں سلطانِ ہند اور اُس کی رعایا کی ذلت تھی۔ اسے کیونکر تبدیل کر سکتے تھے۔ نمک حرام برہان الملک جسے جلدی ہی نمکحرامی کی سزا مل گئی مع اپنی تمام فوج لشکر سے جدا ہو کر نادر شاہ سے جا ملا۔ صمصام الدولہ اور اس کا بھائی حتے المقدور جنگ میں کوشش کرتے رہے۔ اُن کی فوجیں بہتیری تتر بتر ہوئیں۔ اور صمصام الدولہ کے ہمراہی امیر بکثرت قتل ہوئے۔ لیکن پھر بھی جو باقی رہ گئے تھے۔ اُنہوں نے دشمن پر حملہ کیا۔ اور بہتوں کو قتل کیا۔ اور بہادری اور دلیری کو اس جنگ میں زینت بخشی۔ اگر افراسیاب اس وقت ہوتا۔ تو اُس کا حلقہ بگوش غلام بن جاتا ؎

ہر کجا رمش نبودے مرد ایں را دست بمد / ہر کجا تیغش بداوے مرغ دو را یادگار
بیضۂ مغفر شکستی در سرِ شیرانِ رزم / جبہ جوشن دریدے در برِ مردانِ کار

جب ایران کی فوج سے سپہ دار ہند کو نرغے میں لے لیا۔ اور اس کا بھائی باقی فوج سمیت قتل ہؤا۔ تو صرف پانسو آدمی باقی رہ گئے۔ محمدؐ شاہ اور ارکان سلطنت جو کھڑے تھے۔ اُنھوں نے بھی ان بیچاروں کی مدد نہ کی۔ بادشاہ تو اُن کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ارکانِ سلطنت نے پُرانی دشمنی و عداوت کی وجہ سے بادشاہ کو اس سے باز رکھا۔ حتّٰی کہ بیچارے یہ بھی ضائع ہو گئے ؎

وقتیکہ کم شود در سرکشاں خرد | روزیکہ بگسلد زیں پُر دلاں رواں
واں آب مسجد کہ سنانست نامِ او | از تف حملہ در رگِ جاناں شود رواں
در تازی کرانہ چو شیران جنگ جو | گوپال بر زمین زنی و بانگ برزماں
آں لحظ کس نیارد پائے تو جز رکیب | وآنہ در اکس نگیر دوستِ تو جز عناں

ضرور تاً بعض فدائیوں نے ارادے کی باگ بادشاہی لشکر کی طرف موڑی۔ لیکن مارے زخموں کے نڈھال تھے ؎

سپہ دار چوں بخت برگشتہ دید | سوارانِ ہندی ہمہ کُشتہ دید
ز خود برکشاں سوئے یورش شتافت | از ایرانیاں کام کینہ نیافت
شد آں درمگہ سر بجوئے خون | عمہائے سلطانِ دہلی نگون

صمصام الدولہ جنگ کے تیسرے روز ہی محمد شاہ سے علیحدہ ہو گیا۔ جسے سُن کر بادشاہ کو سخت افسوس ہؤا +

ذکر در بیان

داہمہ اکبر استیلائے نادر شاہ بر سلطانِ ہند و گرفتار شدن بعہ ارکانِ سلطنت +

جب نادر شاہ کو ایسی فتح نصیب ہوئی۔ جو اُس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ تو دِل کو مضبوط کر کے محمد شاہ کے لشکر کے گرد و نواح اپنا لشکر مقرر کیا۔ کہ رسد رسانی کا سلسلہ بند کر دے اور جو شخص لشکر سے نکلنا یا اس میں آنا چاہے اسے قتل کر دے۔ اور بارہ ہزار سوار اس بات کے لئے مقرر کئے کہ محمد شاہ کے لشکر اور شاہجہان آباد کے مابین دیہات اور قصبات کو تاخت و تاراج کریں۔ اور وہاں کے

باشندوں کو قتل کریں۔ شہری اور لشکری آدمیوں کو ایک دوسرے کی خبر نہ لینے دیں۔
چنانچہ لشکر والوں کو دار الخلافہ کی خبر نہ تھی۔ اور دار الخلافے والوں کو لشکر کے حال کی
واقفیت نہ تھی۔ ان دنوں اہل دہلی خاصکر وزیر آصف جاہ اور نظام الملک کے متعلقین
قیومیت مآب حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں بہت منت وسماجت کرتے تھے اور
آنجناب انہیں تسلی دیتے تھے۔ کہ خاطر جمع رکھو۔ کہ بادشاہ و وزیر اور نظام الملک تینوں
بخیریت شہر میں داخل ہونگے۔ ہم نے انہیں اپنی دعا کے زیر سایہ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ
کے فضل وکرم سے اُمید ہے کہ انجام بخیر ہوگا۔ اس خوشخبری سے لوگوں کو اطمینان ہوا
میرے (مصنف رح) بڑے بھائی مخدومی و اعظمی خواجہ محمد احسن بھی لشکر ہند میں تھے۔
بلکہ صمصام الدولہ کے ساتھ ہوکر جنگ میں شریک تھے۔ اس واسطے ہمارے گھر
میں بھی گھبراہٹ تھی۔ لیکن حضرت سلطان الاولیاء نے بارہا خوشخبری دی کہ محمد احسن جلدی
ہی بخیر و عافیت واپس آئیگا۔ اس واسطے گھر والوں کو تسلی تھی۔ چنانچہ تھوڑے ہی
دنوں بعد بادشاہ وزیر نظام الملک اور میرے بھائی خیر و عافیت سے داخل شہر
ہوئے۔ جب لشکر ہند کا ناک میں دم آگیا۔ اور رسد وغیرہ پہنچنی بالکل بند ہوگئی۔ اور
ہزارہا باشندے ہر روز بھوکوں مرنے لگے۔ اور لشکر کے اچھے اچھے آدمی اونٹ
گھوڑوں کو ذبح کرکے ان کے گوشت سے قوت لایموت بنانے لگے۔ بلکہ بعض اوقات
یہ بھی میسر نہ آتا تھا۔ اور گرداگرد نادر کی فوج پڑی ہوئی تھی۔ کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ
لشکر سے کوئی چیز باہر لیجائے یا اندر پہنچائے۔ تو نظام الملک نے نادر شاہ سے
ملاقات کی اور اس بات پر صلح کرنی چاہی۔ کہ بیس لاکھ روپیہ بطور تاوان جنگ
اور دریائے سندھ پار کا علاقہ نادر شاہ کو دیا جائے۔ نادر اس بات پر راضی
ہوگیا۔ بشرطیکہ محمد شاہ ملاقات کرے۔ نظام الملک اس بات کو منظور کرکے واپس آیا
دوسرے دن بادشاہ کو معہ اس کے چند مخصوصوں کے شرط کے بموجب نادر شاہ
کے پاس بھیجا۔ اگرچہ سارے لشکر کی یہ مرضی نہ تھی بلکہ بادشاہ نادر شاہ کے پاس جائے۔
اعلےٰ سے ادنےٰ تک تمام نے روکا۔ اور بادشاہ کی باگ کو پکڑکر رونے لگے۔ لیکن
کچھ مفید نہ پڑا۔ بادشاہ نے نظام الملک کو معہ تمام ارکان سلطنت رخصت کیا۔ اور خود اپنے
چند خاصوں کے ساتھ نادر شاہ کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس کی آمد کی خبر

نادرشاہ کو ہوئی۔ تو اپنے بیٹے کو معہ تمام اراکین سلطنت اور امراء و وزراء کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا۔ اور بڑی تعظیم و تکریم سے لشکر میں لایا۔ خود نادرشاہ نے اپنے خیمہ خاص سے نکلکر اس کا استقبال کیا۔ اور نہایت تواضع اور تعظیم سے مسند پر اپنے برابر بٹھایا۔ دلاسا اور تسلی دے کر بہت سی عمدہ عمدہ نصیحتیں کرنی شروع کیں چنانچہ کہا۔ کہ اول جب کہ میں نے تمہارے ملک کا رُخ کیا۔ تو تمہیں ہماری مطلق خبر نہ تھی پھر جب میں داخل ہوا۔ تو تم نے جان بوجھ کر غفلت کی۔ حتیٰ کہ میں تمہاری خواب گاہ تک آگیا تب تمہیں تھوڑی سی خبر ہوئی۔ اور حرکت مذبوحی کی۔ امور سلطنت اور جہانبانی میں اس قدر غفلت مناسب نہیں۔ دوسرے یہ کہ شراب پینا چھوڑ دو۔ کیونکہ بادشاہ خلق اللہ کے پاسباں ہوا کرتے ہیں۔ اور شراب عقل کو کھو دیتی ہے حیف ہے کہ پاسباں ہو کر غفلت کرے ؎

کہ چوں شد او خراب انگور ولایت کے تواند داشت معمور

تیسرے یہ کہ بادشاہوں کے لئے وقار ضروری ہے۔ تاکہ سلطنت پر اُن کا رعب ہو ؎

ہے سرمایۂ شاہی وقار است شہ آں باشد کہ چوں کوہ استوار است

بادشاہ سے کوئی ایسی حرکت ظاہر نہیں ہونی چاہیئے۔ جو باعث خفت ہو۔ ڈاڑھی منڈانا سب سے بڑی ہتک ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسے ترک کرو۔ دیگر یہ کہ تم نے وزیروں کو اس قدر ملک دے رکھا ہے کہ اپنے برابر کر دیا ہے۔ سب مغرور ہو کر تمہارے حکم سے سر پھیرتے ہیں۔ اس کے عوض سپاہ کو دو کہ تمہارے کام آئے۔ امراء کو صاحب خزانہ کرنا سوائے نقصان کے اور کوئی نتیجہ برآمد نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمہاری سلطنت کمزور ہو گئی ہے۔ اس قسم کی بہت سی نصیحتیں کر کے محمد شاہ کو رخصت کیا۔ بادشاہ جب اپنے لشکر میں آیا۔ تو ہندوستانی سپاہیوں کی جان میں جان آئی۔ دوسرے دن محمد شاہ نے صمصام الدولہ کی امیر الامرائی نظام الملک کے بیٹے فیروز جنگ سے سپرد کی۔ برہان الملک یہ سن کر بہت کڑھا۔ کیونکہ وہ آپ اس اسامی کا امیدوار تھا۔ اس نے نادر کو کہا۔ کہ بادشاہ ہند میں آیا۔ اس ملک کو فتح کیا۔ خدا مبارک کرے لیکن افسوس ہے۔ کہ شاہجہان آباد جیسے بے نظیر شہر کی سیر نہ کی۔ میں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ جس قدر رقم انہوں نے بطور تاوان جنگ دینی منظور کی ہے۔ شہر چلکر اس سے

تو گنا دوں گا۔ نادر نے پوچھا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اُس نے کہا نظام الملک کو بلا کر بٹھالو پھر جو مانگو گے مل جائیگا۔ کیونکہ ہند میں سوائے نظام الملک کے اور کوئی نہیں۔ اس کے سوا بادشاہ اور وزیر دونوں محض کٹھ پتلی ہیں۔ چنانچہ نظام الملک کو پکڑ منگایا۔ اور کہا اب مصلحت یہی ہے۔ کہ محمد شاہ کو بلاؤ۔ نظام الملک نے جب دیکھا کہ اب کام ہاتھ سے نکل گیا ہے تو مجبوراً بادشاہ کو لکھ بھیجا۔ کہ اگر کچھ آپ سے ہو سکتا ہے تو کر گذرو ورنہ خود آجاؤ۔ جو اللہ تعالےٰ کی مرضی ہے ہو کر رہیگی۔ جب بادشاہ نے دیکھا۔ کہ لوگ بھوکوں مر رہے ہیں۔ اور اناج نام کو نہیں ملتا۔ تو مجبوراً جواہر و یاقوت ہاتھیوں پر لاد نادر شاہ کے پاس لے گیا۔ اور کہا میں حاضر ہوں۔ جو تمہاری مرضی میں آئے کرو۔ لیکن اس قدر بندگانِ خدا کو جو میرے سبب ہلاک ہو رہے ہیں۔ چھوڑ دو۔ نادر شاہ نے بادشاہ کو اطمینان دلایا۔ اور بڑی عزت سے خیمے میں نظر بند کیا۔ اس خیمہ کے گرد اپنے سپاہی بٹھا کر حکم دیا۔ کہ سوائے بادشاہ کے خاصوں یا مقرب امراء کے اور کوئی آدمی ان کے پاس نہ آئے۔ اور نہ بادشاہ کسی کو بلائے۔ جب یہ وحشت اثر خبر محمد شاہ کے لشکر میں پہنچی۔ تو تمام گھبرا اُٹھے۔ اور رونے لگے ؎

دریغا کہ شد ملک شوریدہ بخت	دریغا کہ خالی شد از شاہ تخت
دریغا کہ سلطان کشور نماند	دریغا ضیاء ملک اختر نماند
دریغا کہ از باغ شاہنشہی	بنا کام بشکست سرو سہی
چرا دل بندد بمہر جہاں	کہ ناپائدار است نامہرباں
چنیں است رسم جہاں از درست	گہے پشت بر زین گہے زیں بہ پشت

دوسرے دن نادر شاہ نے اپنے سپاہی بھیجکر محمد شاہ کا تمام مال و اسباب اور زر و جواہرات اور خزانہ وغیرہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ بعد ازاں وزیر اعظم ہندوستان اعتماد الدولہ کو بھی بلا بھیجا۔ اکثر امیروں نے جو اس وقت لشکر میں تھے۔ وزیر سے عرض کیا۔ کہ اب بھی ہماری فوج کی تعداد کافی ہے۔ اگر آپ کی مرضی ہو۔ تو جو سپاہی آئے ہیں۔ انہیں دور کر دیا جائے۔ پھر جو مناسب سمجھیں کریں۔ وزیر نے کہا۔ اب موقع ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ یہ باتیں اب کام کی نہیں۔ یہ کہہ کر وزیر اٹھا اور اپنے سپاہیوں کو کہنے لگا۔ کہ جہاں تمہاری مرضی ہے چلے جاؤ۔ اور خود چند ایک آدمی لے کر

نادر شاہ کے لشکر کی راہ لی۔ اور شاہِ ایران کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ اسے بھی وہیں بٹھا دیا گیا۔ جہاں محمد شاہ اور نظام الملک بیٹھے تھے۔ وزیر کے چلے جانے کے بعد لشکر میں استقلال نہ رہا جس کا جدھر رُخ ہوا بھاگ گیا۔ لیکن پھر بھی بیچاروں کو نجات نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ سو سو کوس گرد و نواح تک نادر شاہ کی فوج تاخت و تاراج کر رہی تھی۔ جو ہندی سپاہی ملتا اُسے قتل کر دیتے۔ چنانچہ یہاں سے دہلی تک شہر کے قتل عام کے علاوہ چار لاکھ آدمی قتل ہوئے۔ جب بادشاہ کے نظر بند ہونے کی خبر حضرت پیر دستگیر قیوم زماں خلیفۃ اللہ نے سُنی۔ تو بہت افسوس کیا۔ اہل شہر کے درد زباں حسب ذیل شعر پڑھا ہے

بصد درد و غم دست بر سر زناں خروشاں جوشاں و بلیہ کناں

اور نہایت عاجزی سے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر توجہ کے لئے درخواست کی۔ آنجناب نے بہت توجہ اور دعا کے بعد فرمایا۔ کہ جب تک ہم زندہ ہیں۔ کسی اور کو بادشاہ نہیں ہونے دینگے فضل الٰہی سے اُمید غالب ہے۔ کہ پھر بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھیگا۔ اہل شہر کو آنحضرت کے فرمانے سے تسلی ہوئی مغل پورہ کے لوگ ان دنوں بکثرت بھاگ رہے تھے کیونکہ مغل پور شہر کی شمال کی طرف تھا۔ اور بادشاہی فوج کے شہر میں داخل ہونے وقت پہلے مغل پورہ ہی رستے میں آتا ہے۔ اس واسطے لوگ اس محلہ کو چھوڑ احتیاطاً قلعہ کے اندر جا رہے تھے۔ آنحضرت نے بتیرا فرمایا۔ کہ مغل پورہ ہر طرح سے محفوظ ہے اس کے چاروں طرف فرشتے مقرر ہیں۔ جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ جو لوگ آنحضرت کے قول کو نص قاطع سمجھتے تھے۔ وہ تو وہیں رہے۔ لیکن جن کے یقین ٹھیک نہ تھے۔ وہ کچھ تو چلے گئے۔ اور بعض نے اپنے اہل و عیال کو کہیں بھیجدیا۔ جو لوگ مغل پورہ سے نکلے وہ یا تو قتل ہوئے یا بلائے عظیم میں گرفتار ہوئے۔ اور جو اسی محلہ میں رہے۔ انہیں کسی قسم کی بھی تکلیف نہ ہوئی۔ ان دنوں مغل پورہ آنجناب کی برکت سے گویا نوح ؑ کی کشتی بنا ہوا تھا۔ کہ جو اس میں بیٹھا بچ رہا۔ اور جس نے مخالفت کی ہلاک ہوا ہے

چو کشتی نوح ؑ آں رسول خدا مصوں گشت آں سکیں رہنما

سب سے تعجب کی بات یہ ہے کہ نادر شاہ کا لشکر مغل پورہ کے قریب شہر کے باہر پڑا تھا

اور مغل پورہ میں سے ہو کر گذرتا تھا۔ لیکن کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ مغل پورہ میں سے کسی کو پوچھے کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں۔ جب اس محلے سے باہر نکلتے تو پھر ظلم و تعدی کرتے۔ باقی تمام شہر میں غلہ میسر نہ ہوتا۔ اگر کہیں تھا بھی تو چھپا کر گراں قیمت پر فروخت ہوتا تھا۔ مغل پورہ میں دکانیں کھلی تھیں۔ اور علانیہ سستا فروخت ہوتا تھا۔ تمام شہر کے بازار بند تھے۔ لیکن مغل پورہ کے کھلے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان دنوں شہر میں نادری فوج کے ڈر سے لوگ مسجدوں میں نماز باجماعت ادا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اکثر مسجدیں خون سے اٹی ہوئی تھیں۔ اور مردوں سے پٹی ہوئی تھیں۔ کیونکہ لوگ جان کے ڈر سے مسجدوں میں چھپتے تھے اور وہ بدبخت مسجدوں میں بھی گھس کر انہیں قتل کر جاتے تھے۔ لیکن خانقاہ میں پہلے سے بھی زیادہ نماز باجماعت ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ شہر کے اکثر آدمی آنحضرت کی عالم پناہ خانقاہ میں آتے تھے۔ جو آئے وہ دینی دنیاوی تکلیفات سے محفوظ رہے۔ یہ بھی آنحضرت کی کرامت تھی الغصہ نادرشاہ نے برہان الملک اور وزیر ہند کے چچازاد بھائی ظہیر الدولہ کو شاہجہان آباد کے انتظام کی خاطر بھیجا۔ اور ایک ہزار اپنے سپاہی اُن کے ساتھ دئیے۔ جنہوں نے آکر شہر کا بندوبست کیا۔ اور نادری سپاہیوں کو حفاظت کے لئے بھیجا۔ جب نادری آدمیوں کے قبضے میں قلعہ آگیا۔ تو ان بدبختوں نے شہر میں ظلم و ستم شروع کیا۔ برہان الملک اور ظہیر الدولہ نے اپنے اچھے اچھے آدمیوں کو آنحضرت کی خانقاہ بلکہ تمام مغل پورہ کی حفاظت کی سخت تاکید کی۔ کہ کوئی شخص خانقاہ میں آنے نہ پائے۔ نادرشاہ ان دونو کے بھیجنے کے بعد خود بھی دارالخلافہ کی طرف روانہ ہوا۔

ذکر در بیان

واہیہ اکبر دخول نادرشاہ بدار الخلافت شاہجہان آباد و بیان قتل و غارت کہ دراں شہر واقعہ شدہ است

مؤرخین نے جہان کے احوال پر اختلال اور حادثات عظیمہ تواریخ کی کتابوں میں لکھے ہیں۔ بخت نصر کا بنی اسرائیل کو قتل کرنا۔ پھر اس کا فارس پر قابض

ہونا چنگیز خاں کا ایران اور توران پر غالب آنا۔ اور اس کا ان ممالک میں خونریزی کرنا ہلاکو خاں کا عراق پر چڑھائی کرنا اور خلفائے بنی عباس کو قتل کرنا۔ اگر گذشتہ واقعات کا مقابلہ نادری کشت وخون سے مقابلہ کیا جائے۔ تو اغلب ہے کہ یہ ان سے بڑھ جائے۔ کیونکہ گذشتہ حادثات میں صرف قتل ہی تھا۔ لیکن اس میں پہلے طرح طرح کا عذاب دیکر پھر قتل کیا جاتا تھا۔ بے عزتی، بے حرمتی، اور بے ستری اس کے علاوہ تھی جو ہتک عزت ہند وسلمان کی نادرشاہی قتل وغارت میں ہوئی۔ کسی گذشتہ لڑائی یا ظلم کے وقت نہ ہوئی۔ بلکہ ان کا لکھنا بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اتنی تکلیفوں مصیبتوں اور عذاب کے بعد قتل کئے جاتے تھے۔ نیز گذشتہ حادثات کی ایک یا دو ممالک تک محدود تھے۔ صرف چنگیز خاں کا فتنہ وفساد کئی ممالک تک پہنچا لیکن پھر بھی نادرشاہی قتل وغارت سے زیادہ نہ تھا۔ کیونکہ اس میں تقریباً تمام جہان شامل تھا۔ نادرشاہ کے ایران پر غالب آنے سے لیکر شاہجہان آباد میں داخل ہونے تک حسب ذیل ممالک کو اس کے لشکر سے نقصان پہنچا۔ وہ یہ ہیں:۔ ایران وتوران۔ ہمدان۔ جرجان۔ آذربائیجان۔ قم۔ کاشان۔ ہیاطل۔ خباطل۔ جاج۔ خجند۔ رشن۔ تنش۔ شروان۔ نہاوند۔ ادرگنج۔ گرد ونواح قبچاق۔ سیجاق۔ فارس۔ باروس۔ عراق۔ عرب۔ عجم۔ روس۔ طوس۔ قزوین۔ سلطانیہ۔ کرخ۔ ترماخ۔ گیلانات۔ خوارزم۔ ملکری۔ دشت پے۔ سعد۔ چترال۔ کیچ مکران۔ ولرسان۔ کردستان۔ اترودستان۔ مازندراں۔ جلدان۔ خراسان۔ بدخشان۔ نیمروز۔ سیستان۔ قہستان۔ سجستان۔ طبرستان۔ ترکستان۔ اور ہندوستان وغیرہ جہاں کہیں اس کا لشکر پہنچا قتل وغارت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ بادشاہ رعایا۔ وضیع وشریف۔ چھوٹے بڑے۔ غرضیکہ کوئی ہو۔ سب کو ہزار ہا طرح کا عذاب دیکر بُری طرح قتل کیا۔ گویا قیامت کا نقشہ جما ہوا تھا۔ اب میں ان واقعات کا بیان لکھتا ہوں۔ جو نادرشاہی لشکر کے شاہجہان آباد میں داخل ہونے سے وقوع میں آئے۔ جن دنوں محمد شاہ اور نادرشاہ ایک دوسرے کے مقابل پڑے تھے۔ اور لڑائی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ حضرت پیر دستگیر قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اصحاب کو فرمایا۔ کہ آج صبح کی نماز کے بعد

ایسا معلوم ہوا ہے۔ کہ سیاہ رنگ کا بگولا شمال کی طرف سے اٹھا اور اس شہر میں آیا
یہاں کے لوگ دیکھ کر گھبرا گئے۔ حتیٰ کہ اس بگولے سے شہر میں تاریکی پھیل گئی۔
صرف خانقاہ اور اس کے گردونواح (مغل پورہ) پر اس کا اثر تک نہیں ہوا۔ یہ بیان
کر کے اس کی تعبیر یوں فرمائی۔ کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر پر بلائے عظیم نازل ہوگی۔
لیکن حق تعالےٰ اس محلے کو اس بلا سے نجات دیگا۔ واقعی ایسا ہی ہوا۔ مغل پورہ
آنجناب کی توجہ سے بالکل محفوظ رہا۔ نادر شاہ شاہجہان آباد سے چھ میل کے فاصلے
پر آگیا۔ اور محمد شاہ کو معہ ارکان سلطنت ایک روز پہلے شہر میں بھیجا اور اپنے ایک
ہزار سپاہی اسکے ساتھ کئے۔ اگرچہ شہر میں داخل ہوتے وقت سواری کی آرائش اور زینت
بے ترتیب تھی۔ لیکن نہایت عزت سے بادشاہ کو تخت پر بٹھا کر شہر میں لائے امراء
بھی اپنی اپنی فوجوں سمیت بادشاہ کے ساتھ تھے۔ شہر میں داخل ہوتے وقت لوگ
بادشاہ کو سلام کرتے تھے۔ بادشاہ ہاتھ کے اشارے سے انہیں منع کرتا تھا۔ کہ سلام نہ
کرو۔ یہ عجیب حالت ہے کہ ایسے جاہ وحشم کے باوجود اپنی باگ دوسرے کے ہاتھ دے رکھی
تھی۔ اپنے آپ کو مخالفوں کے روبرو ذلیل کرنا بعید از عقل ہے۔ بہر حال بادشاہ اپنے
خاص قلعہ میں اترا۔ امرا بھی اپنے اپنے مکانات میں اُترے۔ نادری سپاہیوں نے
لوٹ مار شروع کر دی۔ ان کے ظلم وستم کی خبر بادشاہ کو ہوئی۔ لیکن پھر بھی وہ ظلم و
تعدی سے باز نہ آئے۔ جب بادشاہ شہر میں داخل ہوا۔ تو اس کے دوسرے روز
۵۔ ذوالحجہ کو نادر شاہ بھی وہاں آگیا۔ گویا قران السعدین ہوگیا۔ نادر نے حکم دیا کہ میری
سواری کے وقت تمام بازار۔ کوچے۔ مکان اور دریچے وغیرہ بند ہوں۔ اگر کوئی کسی حیلے سے
مجھے دیکھیگا تو قتل کیا جائیگا۔ اُس کے خاص خیمے سے لیکر قلعے تک دورویہ توپ
بندوق کا پہرہ تھا۔ جو بادشاہ کے گذرتے وقت سرہوتی تھیں۔ قلعہ میں داخل ہوتے
وقت قطعی حکم دیا کہ شہر اور قلعہ کا باردو خانہ بالکل خالی کر دیا جائے۔ اس روز عجیب
قسم کا شور وغوغا تھا۔ نادری سپاہی لوگوں کے گھروں میں بے دھڑک گھس آتے
اور گھر والوں کو وہاں سے نکال کر خود قابض ہو جاتے۔ خلق اللہ نہایت اضطراب اور
تہلکہ میں تھی۔ گویا فزع اکبر کا نمونہ تھا۔ جب لوگوں نے یہ حالت دیکھی۔ تو ایک نے یہ
افترا پردازی کی۔ کہ جب بادشاہ قلعہ میں داخل ہوا اور بارود وغیرہ خرچ کیا گیا۔ تو گولی لگنے سے

نادرشاہ مرگیا ہے۔ شہر والوں نے جب یہ سنا۔ تو شور مچ گیا۔ جہاں کہیں نادری لشکر تھا قتل کیا گیا۔ چنانچہ کئی ہزار قزلباش قتل ہوئے۔ اور شہر کے اچھے اچھے امیر مثلاً اغر خاں و شہسوار خاں اور خواجہ نیاز خاں وغیرہ تمام شہر سے متفق ہو کر نادرشاہ کی فوج سے لپٹ گئے۔ اور عام بلوہ ہوگیا۔ اس میں ایسے عاجز ہو گئے۔ کہ ٹوپی اُتار سرِ ذلیل آدمیوں مثلاً حجام اور حامی آدمیوں کے قدموں پر رکھ کر کہتے تھے۔ کہ خدا و رسُول کے واسطے بچا لو۔ ہم تمہارے ممنونِ احسان ہو کر اس مُلک سے چلے جائینگے۔ لیکن کوئی اُن کی منت وسماجت نہ سُنتا تھا۔ بھیڑ بکری کی طرح ذبح کئے جاتے تھے۔ جب یہ خبر حضرت پیر دستگیر قیوم زماں خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ اور بعض نے عرض کیا کہ نادرشاہ کی بابت جو خبر اُڑی ہے آیا سچ ہے یا جھوٹ؟ آنحضرت نے توجہ کے بعد فرمایا۔ کہ یہ خبر جو لوگوں میں مشہور ہو گئی ہے محض جھوٹ ہے۔ بہتر ہے کہ جو لوگ لڑ رہے ہیں باز آ جائیں ورنہ اس کا بدلہ بہت بُرا انہیں ملیگا۔ اور بلائے عظیم نازل ہوگی۔ آنحضرت کا فرمان مفسدوں کو پہنچایا گیا۔ لیکن بلوہ اس قدر عام ہو چکا تھا۔ کہ کان پڑی آواز نہ سُنائی دیتی تھی۔ جب آنحضرت نے دیکھا کہ لوگ جنگ کی مستی میں ہیں۔ اور وعظ ونصیحت اُن پر کارگر نہیں ہوئی۔ تو پھر اس بارے میں متوجہ ہو کر اپنے اصحاب کو فرمایا کہ اگر اس وقت بڑے بڑے ارکان یعنی نظام الملک اور اعتماد الدولہ سوار ہو کر جنگ کریں تو امید غالب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہیں فتح نصیب ہوگی۔ چند ایک مغل جو آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہیں فرمایا کہ تم جا کر وزیر اور نظام الملک سے یہ بات کہدو۔ اگر اس پر عمل کریں تو بہتر ورنہ سخت ندامت اُٹھائینگے۔ جب آنحضرت کا پیغام مغلوں نے امراء کو پہنچایا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے صلح کرلی ہے۔ اب ہم کیونکر جنگ کریں۔ بلکہ جو لوگ جنگ کر رہے تھے اُن میں سے بھی اکثروں کو منع کیا۔ اور واقعی سخت ندامت اُٹھائی۔ الغرض دوپہر سے لیکر ساری رات یہ شور وغوغا مچا رہا۔ رات کو جب نادرشاہ اس ہنگامے سے باخبر ہوا۔ تو پوچھا۔ کہ شہر میں شور کیسا ہے؟ کہا شہر باغی ہو گیا۔ بادشاہ سے پوچھا یہ ہنگامہ کیسا ہے؟ بادشاہ نے کہا مجھے اس کی خبر نہیں۔ پھر آدمی بھیج کر وزیر اور نظام الملک سے پوچھا۔ انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ ایک شخص نے مجھ

سے بیان کیا کہ میں اس رات نادر کے ساتھ تھا۔ تمام رات گھبرایا ہوا اکھڑا رہا۔ اور کہتا رہا کہ اب رات ہے میں کچھ نہیں کہتا۔ کل جو مناسب ہوگا کرونگا ؎

چو فردا بر آید بلند آفتاب
من و گرز و میدان و افراسیاب

صبح جبکہ مشرقی بادشاہ خطائی اور چینی ترکوں کی مدد کے لئے نکلا۔ اور ہند کے لشکر کو شکست دی یعنی آفتاب عالمتاب جہاں سوز ستاروں کی سپاہ پر غالب آیا ؎

روز دیگر کہ ایں جہان پرغرور
یافت از سرچشمۂ خورشید نور

دوسرے دن صبح کو جو صبح قیامت کا نمونہ تھی۔ نادر شاہ نے توپچیوں کو حکم دیا۔ کہ قزلباش لشکر جمع ہو ؎

بفرمود تا رخش را زیں کنند
دم اندر دم نائے زریں کنند

بفرمود تا زیں براد ہم نہند
بہ پشت صبا مسند جم نہند

نادر شاہ سوار ہوکر سنہری مسجد میں جو قلعہ سے تین تیر پرتاب کے فاصلہ پر تھا آبیٹھا۔ اور اپنی فوج کو ؎

ہمچو سگ تولہ ہمہ دست و پائے
ہمچو زر قلب ہمہ ناروائے

چہرہ شاں بہ بہ نیم یافتہ
جائے بجائے کزلک و خم یافتہ

ریش شاں پیراہن چنداں ز نخ
سبزۂ کجا بر دمند از روئے یخ

جہاں نما جامع مسجد میں بھیجا کہ وہاں خلقت جمع ہے۔ تمام علما صلحا کو یک لخت قتل کر دو۔ ان ملعونوں نے تلواریں سونت لیں۔ اور وہاں جاکر سب کو قتل کر دیا بہتیرے اپنے آپ کو طالب علم ظاہر کرتے اور قرآن شریف کو شفیع بناتے لیکن اُن کی ایک نہ سنی گئی۔ سب کو قتل کرکے مسجد کو لاشوں سے بھر دیا۔ اور دیواریں صحن اور چھت سب خون آلودہ کر دئے۔ مقتولوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ چند ایک مقامات سے مسجد بھی زخمی ہوئی ؎

اولا بردند ز ہر یک از سرادخانمان
ہر چہ بود از نقد و جنس اندر نہان و آشکار

تاج بربودند از منبر چو دستار از خطیب
طاق برکندند از مسجد چو زنبیل از نیاز

بوریا در ناخن عابد زنا ہر یک کہ خبر
حلقہ بیروں کن ز گوش و طوق پیش پس نماز

ایسا فعل قبیح کرنے کے بعد وہ ظالم اور خونخوار اسی پر اکتفا نہ کرکے اپنے لشکر کو جو وحوش سیرت اور بہائم سیرت تھے گویا دین و ایمان کی انہیں بو ہی نہ تھی ؎

ہمہ از دین تہی و پُر از ہوس ہمہ تاریک روئے و شوم نفس

باد طبعان حسد گدائی ہمہ چوں سگ و گربہ ناں ربائی ہمہ

قطعی حکم دیا کہ اس شہر کے ہر ایک جاندار کو قتل کر دو۔ ان بدبختوں نے شہر کا رُخ کیا۔ جہاں کسی کو پایا قتل کیا۔ حتیٰ کہ کہتے ہیں دیگر حیوانات کو بھی زندہ نہ چھوڑا ؎

سیاست در آمد بگردن زنی ز چشم جہاں دور شد روشنی

ستونِ علم جامہ در خوں زدہ نجات از جہاں خیمہ بیروں زدہ

شہر میں اس قسم کا قتل عام ہوا۔ کہ خون کے دریا بہ نکلے۔ جو تالاب شہر کے اندر تھا وہ خون سے پُر ہو گیا۔ گویا در و دیوار سے خون برس رہا تھا۔ خون کی لہریں آسمان تک پہنچ گئیں ؎

زبس کشتہ پشتہ جہاں گشت خم وزیں سوئے دیگر زمیں داد نم

واقعی جو شخص ملا اسے نابود کیا۔ جو سامنے آیا اسے پناہ نہ ملی ؎

کشتہ ایں تیغ سیاست لبیست آنکہ اماں یافت از وکم کسے است

راند چو بر تختۂ ہستی قلم عالیہا سافلہا زد رقم

غرضیکہ قتل عام اس قدر ہُوا۔ کہ کنوئیں۔ مسجدیں۔ بازار اور گھر مُردوں سے پُر ہو گئے ؎

دیدی کہ ہوا چہ حد سردی کرد با پیر و جواں چہ ناجوانمردی کرد

بلکہ گھر کے کنوئیں اس طرح مُردوں سے پُر ہوئے کہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ یہاں کنوئیں ہیں بھی یا نہیں۔ مسجدوں کی محرابیں کشتوں سے بند ہو گئیں ؎

عقل دریں واقعہ سرمست ماند عاقبت از صبر تہی دست ماند

تمام گلی۔ کوچے۔ اور بازاروں میں پہاڑوں کی طرح کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے۔ جن پر سے گذرنا مشکل تھا ؎

بسکہ چشمانِ تو خونِ اہلِ عالم ریختند | پشتہ پشتہ کشتہ در کوئے تو ہر ہم ریختند

اس روز بعض بچے جو خوبصورتی میں بے مثل تھے۔ جب انہوں نے لوگوں کو قتل ہوتے دیکھا۔ تو بے اختیار گھر کے کونوں سے نکل دوڑنے لگے۔ لوگ انہیں بغل میں لیکر روتے تھے۔ اور خود بھی انہی میں شامل ہو جاتے تھے ؎

بہ گُلِ رخسار سرو قد خوباں چو گل | چشم گردوں چو سحاب از روئے عبرت سیلبار

تودہ تودہ بے کفن اندامہائے نازنین | درمیانِ خاک خوں افتادہ چوں خس خارزار

وہ سنگدل ان نازنینوں کو نہایت بے رحمی سے تہ تیغ کرتے تھے ؎

گماں مبر کہ ز تاثیر ابر و باراں ہست | کہ چرخ روئے زمیں را ہمے کند تزیین

ز بس کہ ریخت فلک خونِ شاہداں بر خاک | ہمے دمد از زمیں سوسن و گل و نسرین

یہ اس قسم کی بلا تھی کہ نہ زباں سے بیان ہو سکتی ہے نہ قلم سے لکھی جاتی ہے۔ نہ کانوں سنی جاتی ہے۔ اس قدر ظلم و ستم برپا ہوا۔ کہ گویا موالید ثلاثہ (نباتات حیوانات۔ جمادات) کا قتل عام تھا۔ جہاں کہیں انسان، حیوان یا ذی روح کو پاتے فوراً قتل کرتے۔ اور درختوں کو یا جڑھ سے اکھاڑتے یا کاٹ ڈالتے عمارتوں کو گراتے۔ آلات و اجناس جسقدر اٹھا سکتے لے جاتے باقی کو جلادیتے۔ وہ خناس اور غول بیابانی گویا انسان ہی نہ تھے۔ کہ ان کا کوئی مقابلہ کرے۔ یوں سمجھو کہ پہاڑی حیوانات نے انسانی صورت اختیار کر رکھی تھی ؎

گروہے نہ بر صورتِ آدمی | ز مردم جدا دور از مردمی

ز خار و خسک ہر طرف تیز تر | ز افعی و عقرب بد اندیش تر

شتابندہ اول بتاراج مال | روند آنگہے سوئے اہل و عیال

جہانے از ایں از کشتن کہ ضعیفے | برانند و رنند آتش اندر سرائے

نہ در دل ترحم نہ در دیدہ شرم | زباں ہم نگر دو بگفتار نرم

بکثرت فزوں اند از دیو و دد | خداوند دیو و از عدد و د

ترابند ز ایشاں فراواں شبے | بلمس نگیرد دیکے را تپے

چو سگ جیفہ خوار اند گندہ دہن | ہمہ یادہ گو ہمچو زاغ و زغن

بود ہر چہ بینند در آب و خاک | خورند و ندارند وآں ہیچ باک

چو جُنہ خارج آواز کوتہ قدم چو افعی وار قم سراسر شکم
خرابہ نشینند چوں چغد و بوم قدمہائے نازک بدیدار شوم
زنے را گہے خواہتند دہ تنند چو سگ دہ دہ اندرزلی بجر ہند
ہمہ بے حمیت بسانِ خروس گہے جفت شاں مادر وگہ عروس
بہ شہوت درآیند در پیش ہم ندارند شرمے ہم از خویش ہم
نہاں زیر سوئیند چوں دام و دد لباس جسد رستہ ہم از جسد
زن و مرد را موئے سر تا بہ پے شدہ پوشش با تو بہ کہ خدائے
رود بادشاں گر بسوئے مغل رود تا بفرسنگ بوئے بغل
مراں بدرکاں راز نانے عجب زباں واں شاں نے عجم نے عرب
ہمہ پیل پائیند و بازو ستون زفرہاد در زور بازو فزوں
جو برگردن دوش بار آورند شتر بارے پیل وار آورند
بتنگ گوررا ور زمین درست بگیرند بالا نہندش بہ پشت
ز ناخن بخارا خراش آورند چناں سنگ را در تراش آورند
چنار چہل سالہ را بے سخن گرفتن توانند کندن زبن
برغبت بخائند بزنجیر را بدانساں کہ سگ پائے نخچیر را
ہمہ دیو ساراں ژولیدہ موے بریش دراز و دراز ئے موے
بود جامہ تن تا بزانوے شاں خدایا نہ بینند کسے روئے شاں
نہ ہر موئے آلودہ ہر سر دت گرسنہ سگے را تواں داد قوت
فتادہ بسانند و دنداں دراز شتر لب دوانند و دنداں گداز
زسرما و گرما ندارند باک نہ سانند و آہن نہ از آب خاک
ندارند کارے بجز خورد و خواب ندانند چیزے بجز نان و آب
بجنگ اندر آیند خورد و بزرگ بچنگال و دنداں چو دنداں گرگ
چو در پیش گیرند راہ گریز بخندند بر توسن تیز خیز

جب قتل عام کی خبر حضرت قطب الاقطاب قیوم زماں خلیفۃ اللہ نے سنی۔
دوپہر کے قریب خواب قیلولہ کے وقت میرے (مؤلفؒ) بھائی حقائق آگاہ معارف دستگاہ

شیخ محمد محسن مسلمہٗ ربہٗ نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ سارا شہر قتل ہو گیا ہے اور اب اس محلہ کا رُخ کیا ہے۔ چونکہ آنحضرت کو الہامات کے ذریعہ اس محلہ کی حفاظت کا اطمینان تھا۔ اس واسطے آنحضرت کے مزاج مبارک کو کسی قسم کا اضطراب نہ ہوا۔ بلکہ یہ خبر سنکر فرمایا۔ کہ یہ محلہ بلا سے محفوظ ہے بفضل الٰہی سے اسے کسی قسم کی مصیبت نہ ہوگی۔ مطمئن ہو کر گھروں میں بیٹھے رہو۔ بعد ازاں سر سرہانے رکھ سو گئے۔ لیکن حقیقت میں اپنے باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابھی ایک گھڑی بھی نہ گذرنے پائی تھی۔ کہ تمام اہل شہر ٹڈی دل کی طرح قتل عام کے خوف سے آنحضرت کی عالم پناہ خانقاہ میں آئے اور ہزار ہا باشندے آنحضرت کی خانقاہ کے گرد جمع ہو کر آہ وزاری کرنے لگے اچانک بیکسوں کے فریادرس اور جہان اور اہلِ جہان کے قبلہ توجہ اس شور وغوغا سے جاگ پڑے۔ اور کیفیت پوچھی۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ شہر کے لوگ جو تلوار سے بچ رہے ہیں۔ وہ قتل کے خوف سے بھاگ کر اس بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور نادری لشکر انکے تعاقب میں ہے۔ چنانچہ قریب آپہنچے ہیں ؎

ہر کس کہ بدرگاہ تو آید بہ نیاز محروم ز درگاہ تو کے گردد باز

آنحضرت کو یہ سُن کر بندگانِ خدا کی حالت پر رحم آیا۔ ہر ایک پر مہربانی کر کے فرمایا۔ کیوں گھبراتے ہو۔ اللہ تعالےٰ نے اب تمہیں اپنے فضل وکرم سے اس بلائے عظیم سے بچالیا۔ چونکہ آنحضرت نے کشف باطنی سے لوگوں کی نجات معلوم کر لی تھی۔ اس واسطے اُن کی تشفی کی۔ چونکہ وہ گھبرائے ہوئے بہت تھے۔ اس واسطے انہیں پوری تسلی نہ ہوئی۔ پھر عرض کیا۔ کہ جتنی فوج ہمارے پیچھے آرہی ہے۔ اگر وہ اپنی قمچیاں بھی پھینکیں تو بھی خانقاہ پٹ ہو جاتی ہے۔ جب ان لوگوں نے منت و سماجت بدرجہ غایت کی۔ تو آنجناب نے ازراہِ لطف وکرم جو آنحضرت کو خلقت کے حال پر تھا۔ اُن کی تسلی کے لئے تازہ وضو کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ اور بارگاہ الٰہی میں اس بلا کے دفعیہ کے لئے دُعا کی۔ دیر تک دُعا کرنے کے بعد چہرہ مبارک پر بشاشت کے آثار نمایاں ہوئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ اب خلقت کا رنج ومحن خوشی سے بدل گیا۔ پھر آنحضرت نے خلق خدا کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ ہم نے بارگاہِ الٰہی میں منت وسماجت کر کے یہ بلا تم پر سے ٹلوادی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کا عوض

مانگتا ہے۔ دیکھئے اس امر عظیم کا عوض کیا ہو۔ لوگوں کو اس بشارت عظمےٰ سے تسکین ہوئی
القصہ جب شہر میں قتل عام حد کو پہنچ گیا۔ اور صبح سے لیکر ظہر تک لوگ قتل ہوتے رہے
بادشاہ اور ارکان سلطنت یہ حال دیکھ کر کڑھتے تھے۔ آخر نظام الملک اور اعتماد الدولہ
وزیر نے نادر شاہ کے پاس آکر معافی مانگی اور عذر کئے۔ اور خدا اور رسول کو شفیع بنایا
تب کہیں اس ظالم کے دل میں رحم آیا۔ اور اس نے قتل کی ممانعت کی حکم دیا
کہ کسی کو کچھ نہ کہو۔ قاصدوں نے سپاہیوں کو یہ پیغام پہنچایا ؎

بقیہ کہ ز انساں بماند در حیوان کنند تہنیت یکدگر کوں بحیات
ز مہر گرفت طبیعت توالد انساں بروئے بندگئے درگہش دگر بارہ
وزاں ہمیں کہ پرور د صواعق بطلاں پدید مے شود اشتائے حرت نسل وجود
عمارت از سر نو پدید آمد از یں طوفاں تو عمر نوح بیابی از انکہ در عالم

لوگ اس نعمت غیر مترقبہ کا شکرانہ آنحضرت کی خدمت میں لائے۔ دوسرے دن جن
امرا نے نادری سپاہیوں کو قتل کیا تھا۔ وہ اُنکے عوض قتل کئے گئے۔ ان میں سے ایک
اعزاز خاں بھی تھا۔ کیونکہ اس نے بھی بہت سے نادری سپاہی قتل کئے تھے۔ اس نے
سزا سے ڈر کر حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آنجناب نے فرمایا کہ تسلی رکھو
تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ ہم تمہاری طرف متوجہ ہیں۔ آخر آنحضرت کی توجہ
سے نادر شاہ کو رحم آیا۔ اور اعزاز خاں کو خیر و عافیت سے رخصت کیا۔ بعد ازاں
حکم دیا کہ جس جس محلہ میں نادری فوج قتل ہوئی ہے۔ اس محلے کو سزا دو۔ مغلپورہ کے
آدمیوں نے بھی تعدی کی تھی۔ اس محلے کو بھی سزا دینی چاہی۔ چند روز مغلپورہ میں
یہ شورش رہی۔ بعض نے آنحضرت سے عرض کیا۔ کہ اگر آنجناب نقل مکان فرمائیں۔ تو
بہتر ہوگا۔ آنحضرت نے انہیں تسلی دیکر فرمایا۔ کہ کسی قسم کا خطرہ نہ کرو۔ یہ محلہ آفت سے
محفوظ ہے۔ آخر آنحضرت کی توجہ سے یہ محلہ محفوظ رہا۔ حتیٰ کہ دوسرے محلوں کے لوگ
اس میں آکر رہنے لگے۔ قتل عام کے بعد شہر ایسا بھیانک ہوگیا۔ کہ خارج از بیان ہے
کیونکہ تمام گلی کوچے۔ اور بازار کشتوں سے پُر تھے۔ بازار کی دکانیں اور گھر گرے ہوئے
تھے۔ اور مردوں کے گلنے سڑنے سے شہر میں سخت عفونت پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ
اپنی زندگی سے تنگ آگئے تھے۔ حتےٰ کہ خود نادر شاہ کی وحشی سیرت فوج بھی

اس معاملہ سے تنگ آگئی تھی۔ مُردوں کو جلایا۔ تو تعفن اور بھی زیادہ ہوگیا۔ شہر کے تمام وضیع و شریف آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سبحان اللہ وہ شہر جو روئے زمین پر رشک ارم و خلدِ بریں تھا۔ خاک سیاہ ہوگیا۔ اس شہر کے حادثہ پر زمانہ سابق کی ایک نقل یاد آگئی ہے جو لکھی جاتی ہے:۔

تمثیل۔ جب چنگیز خاں سلطان محمد خوارزم شاہ کو فتح کر کے اس کے شہروں اور قلعوں کی طرف متوجہ ہوا۔ تو اس کے ایک افسر نے دارالخلافہ ہرات میں ایسا قتل عام کیا۔ کہ ایک ذی روح کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ صرف مولانا شرف الدین خطیب معہ پندرہ آدمیوں کے ایک گوشے میں رہ گئے۔ ان میں سے ایک شخص بازار میں آکر ایک دکان پر بیٹھا۔ اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جب کوئی نہ پایا۔ تو چہرے پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگا۔ کہ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ اب عمر بھر فراغت سے گذریگی۔ بعد ازاں چھبیس آدمی گرد و نواح کے ان سے ملے۔ اور سولہ سال تک صرف چالیس آدمی اس شہر میں آباد رہے۔ وہ گوجان سے بچ گئے۔ لیکن روٹی نہ ملتی تھی۔ مُردوں کے سوکھے گوشت پر گذارہ کرتے تھے ؎

الغرار اے عاقلاں زیں جنت آباد الفرار ۔۔۔ بیکنند ہر دم بجائے بلبلاں فریاد بوم

ذکر در بیان

احوال سی و ہشتم از جلوس قیومیت حضرت قیوم رابع سلطان الاولیاء قیوم زمان خلیفۃ اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ و بیان تغلب و تسلط نادرشاہ بر مملکت ہند و داد خواہ شدن و استغاثہ نمودن خلائق و سلطانِ ہند بمعہ ارکانِ سلطنت از جور و اذیت بجناب حضرت سلطان الاولیاء

نادر شاہ نے قتل عام کے بعد شہر کے دروازوں کو بند کرا کے اپنی فوج چاروں طرف مقرر کر دی۔ کہ باہر کے لوگوں کو اندر نہ آنے دیں۔ اور غلہ وغیرہ اشیاء کی خرید فروخت نہ ہو۔ ان بدبختوں نے شہر کے چالیس کوس گرداگرد لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ شہر میں غلہ کی گرانی اس قدر ہوئی۔ کہ بڑے

بڑے امیر بھوکوں مرنے لگے۔ان کا ظلم وستم افراط کی حد کو پہنچا ہوا تھا۔چنانچہ بڑے بڑے امیر آدمیوں سے وہ سخت کام کراتے تھے۔جن کے کرنے سے وہ عاجز تھے۔جب کرنے سے انکار کرتے۔تو انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے تھے۔اس اثنا میں نادر شاہ نے برہان الملک کو کہا۔کہ جس زر کا وعدہ تم نے کیا تھا دلاؤ۔اس نے کہا۔اگر آپ اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھائیں۔اور جس طرح میں کہوں۔اس طرح کرو تو تھوڑے عرصے میں بہت سا روپیہ حاصل ہو سکتا ہے۔نادر نے غضبناک ہو کر کہا۔او نمک حرام! کیا تجھے یہ بات زیب دیتی ہے کہ اپنے بادشاہ کے بارے میں جس کے وسیلے سے تو اس مرتبہ پر پہنچا ہے۔ایسی بات کہتا ہے کہ اسے سلطنت سے دور کرنا ہے۔اگر اس سے تمہارا یہ سلوک ہے۔تو ہم سے کیا کرو گے۔بعد ازاں سخت جھڑکی دیکر کہا۔کہ جس روپیہ کا تو نے ہم سے اقرار کیا ہے جلدی لا ورنہ پچھتائیگا۔اپنے گھر آکر روپے کا بندوبست کیا۔لیکن مقررہ روپیہ پورا نہ ہو سکا۔اس واسطے مجبوراً زہر کھا کر خودکشی کی۔نادر شاہ نے اپنے دو ہزار سپاہی اُسکے بھتیجے کے ساتھ بھیجے کہ جس قدر روپیہ ہو سکے۔اسی قدر لے آئے۔وہ بد بخت دہلی سے لیکر اس کے علاقے تک گئے۔اور رستے میں جس قدر گاؤں اور قصبات آئے۔تمام کو برباد کر دیا۔اس کے علاقے میں اس کا بھانجا جس کے نکاح میں برہان الملک کی لڑکی تھی۔وہاں کا حاکم تھا۔اس سے تیئس ہزار روپیہ نقد معہ تھوڑی سی جنس لیکر واپس آئے۔واپس آتے وقت علی محمد خاں کے علاقے سے گذرے۔لیکن ان کی جرأت نہ پڑتی تھی۔کہ کسی پر ہاتھ اُٹھائیں۔بلکہ ڈرتے ڈرتے گذرے۔نادر شاہ نے دہلی کے باشندوں کو سخت عذاب دے دے کر ستر لاکھ روپیہ جمع کیا۔اور تین کروڑ روپیہ بادشاہ سے لیا۔

بادشاہ ہند بر سر چوں زناں چادر گرفت شامت اعمال مردم صورت نادر گرفت
راست آمد او ز ایران ملک ہندوستاں گرفت قتل و ظلم او کرد و زر از ہر سر افسر گرفت

جواہر اور یاقوت اس قدر بے قیمت ہو رہے تھے۔کہ کوئی انہیں پوچھتا نہیں تھا۔اور یہ وحشی انہیں کوڑیوں کے مول بیچتے تھے۔تمام قیمتی اسباب۔برتن اور بیش قیمت کتابیں

بازاروں میں پڑی تھیں۔ کوئی اُن کی طرف دیکھتا نہیں تھا۔ کیونکہ نادری سپاہی سوائے سونے چاندی کے اور کچھ نہ لیتے تھے۔ اور ہندوستانیوں میں اتنی قدرت نہ تھی۔ کہ بازار میں آئیں۔ روٹیوں کے محتاج تھے۔ جن کے پاس روپیہ تھا۔ وہ ان چیزوں کو خریدتے تھے۔ وہ بے وقوف اِن چیزوں کو بڑے سستے داموں بیچتے تھے۔ لباس اور کتابیں اور اور قیمتی چیزیں جنکی قیمت ہزاروں روپیہ تھی۔ غلہ کی طرح وزن کر کے چند ایک درہم کے بدلے بیچ ڈالتے تھے۔ غلے کا اس قدر قحط ہو گیا۔ کہ حسب ذیل شعر اس حالت پر صادق آتے ہیں ؎

چناں قرص جویں را اعتبار است ۔۔۔ کہ گوئی روئے گندم گوں یار است

تنگی اس درجہ تھی۔ کہ غلہ وغیرہ اجناس عنقا کی طرح نایاب تھیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ؎

زعنقا ہست نامے پیش مردم ۔۔۔ زمرغ من بود آں نام ہم گم

اکثر غریب آدمی مارے بھوک کے مردہ حیوانات کا سوکھا گوشت کھاتے تھے۔ بسا اوقات یہ بھی نہ ملتا تھا۔ قریب تھا۔ کہ آدمی آدمی کو کھائے۔ اور طاقتور کمزور کو پکڑ کر اپنا ناشتہ بنائے۔ اس حالت کے مناسب ایک حکایت یاد آئی ہے۔ جو درج ذیل کی جاتی ہے :۔

حکایت۔ سنہ ۵۹۹ ہجری میں جبکہ اتابک تخت نشین ہوا۔ ملک فارس میں سخت قحط ہوا۔ اکثر لوگ بھوک کے مارے مر گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ اکثر قوی آدمی کمزوروں کو پکڑ کر ناشتہ کر جاتے تھے۔ انہیں دنوں ایک رات ایک مؤذن بارگاہ الٰہی میں دُعا کر رہا تھا۔ کہ اچانک اس پر کمند پھینکی گئی۔ اُس کی پگڑی کمند میں آگئی۔ اور خود بیچارہ بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ جب تک اس ولایت میں رہا۔ کسی سے اس کا ذکر نہ کیا۔

اسی قسم کا تذکرہ ترجمہ یمینی میں لکھا ہے۔ سنہ ۴۰۱ ہجری میں نیشاپور میں اس قسم کا قحط پڑا۔ کہ وہاں لاکھوں آدمی بھوکوں مر گئے۔ شہر کا ایک رئیس بڑے جید عالم شیخ ابو طیب کے پاس آکر کہنے لگا کہ انہیں دنوں ایک رات جب میں فلاں کوچے میں جا رہا تھا۔ کہ اچانک میرے گلے میں کمند آپڑی۔ حتےٰ کہ میرا گلا گھٹنے لگا۔ حتےٰ کہ مجھے گھسیٹ کر ایک کوچے میں پہنچایا گیا۔ وہاں میں نے ایک بڑھیا کو دیکھا۔ جس نے اپنے

دونو زانو میرے خصیتین پر مارے۔ تو مجھے ہوش آیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ بہت سے آدمی میرے پاس کھڑے میرے چہرے پر چھینٹے دے رہے ہیں۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے مجھے پہچان کر میری حالت پر رحم کھایا۔ اور مجھے ایسی مصیبت سے بچالیا۔ میں بڑی تکلیف سے اپنے گھر پہنچا۔ بیس روز تک بیمار رہا۔ جب قدرے صحت ہوئی۔ تو صبح نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آرہا تھا۔ کہ اچانک ایک اور کمند میں گرفتار ہوگیا۔ میری پگڑی کھوئی گئی۔ لیکن میری جان بچ گئی +

جب شاہجہان آباد کے آدمیوں کا ناک میں دم آگیا۔ اور ہر روز بہت سے آدمی بھوک کے سبب ہلاک ہونے لگے۔ نادرشاہ اپنے مطبخ سے بادشاہ ہند کو صبح شام کھانا وغیرہ بھیجتا۔ اور اپنے باورچی کو حکم دیا۔ کہ بادشاہ ہند کے تمام توابعات اور متعلقین کو کھانا پہنچایا کرے۔ مغلپورہ آنحضرتؐ کی توجہ کی برکت سے بالکل محفوظ تھا غلہ بھی وہاں سستا تھا۔ اور ظلم و ستم بالکل نہ تھا۔ حالانکہ نادرشاہ کا لشکر شہر کے باہر پڑا تھا۔ اور شہر میں جب آتا تو مغلپورہ میں سے ہو کر گذرتا۔ لیکن اہل محلہ کا مستعرض نہ ہوتا۔ جب یہاں سے نکلتا تو پھر خلق خدا پر ظلم و تعدی کرتا۔ جب شہر کے لوگوں کو معلوم ہوا۔ کہ مغلپورہ دارالاماں ہے۔ تو تمام نے اسی کا رخ کیا چنانچہ تمام حضرت قطب الاقطاب قیوم زمان خلیفۃ اللہ کی عالم پناہ خانقاہ کے گرد و نواح میں پڑے تھے۔ ان دنوں شہر کی مسجدیں ویران پڑی تھیں۔ اور لوگوں کے خون سے آلودہ تھیں۔ کوئی شخص ظالموں کے ہاتھوں مسجد میں آکر نماز نہ پڑھ سکتا تھا۔ نہ انہیں صاف کر سکتا تھا۔ بلکہ کئی مسجدوں میں نادری فوج کے ٹٹو باندھے جاتے تھے۔ اور بعض میں اس کا لشکر اترا ہوا تھا۔ لیکن آنحضرت کی خانقاہ میں نماز باجماعت ادا ہوتی تھی۔ اور شہر کے اکثر مسلمان وہیں آرام کرتے تھے۔ لذت و بیزاری کی اچھی طرح تمیز کرتے تھے۔ اور دین و دنیا کی تکلیف سے محفوظ رہتے تھے +

تمثیل۔ یہ قصہ اس حکایت کے مشابہ ہے۔ کہ زمانہ سلف میں جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے بنی اسرائیل کی قوم میں ایک پیغمبر شعیب نام مبعوث ہوئے۔ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالے کی طرف بلانا چاہا بعض

اس پر ایمان لائے۔ اور بعض نے انکار کیا۔ جب ان کا فسق و فجور حد کو پہنچ گیا۔ وہ نبی برحق انہیں اُخروی عذاب سے ڈراتا تھا۔ لیکن وہ اپنے بُرے اعمال سے باز نہ آتے تھے۔ آخر پیغمبر نے وحی کے بموجب انہیں اطلاع دی۔ کہ اگر تم ان گناہوں سے باز نہ آؤ گے۔ تو بلائے عظیم کے منتظر رہو۔ پھر بھی اُنہوں نے بہ سبب گمراہی اُس کی بات کی پروا نہ کی۔ اس کے تھوڑی مدّت بعد دقیانوس بادشاہ کو جو جباری اور ستمگاری میں یکتائے زمانہ تھا۔ حقتعالےٰ نے اُن پر مقرر کیا۔ جس نے اُس سارے ملک میں قتلِ عام مچا دیا۔ اور گاؤں اور قصبات تہ وبالا کر دیئے۔ بلکہ اس ولایت میں عمارت کا نام و نشان تک نہ چھوڑا۔ ممکن سے ممکن خرابی اور تباہی اور رسوائی کی۔ صرف پیغمبر وقت اور اُس کے گرد و نواح کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔ جب بدکاروں نے نبی کے مکان کو جائے امن دیکھا۔ تو مجبوراً پناہ لینے کے لئے اس مکان میں آئے۔ اور توبہ کر کے ایمان لائے۔ اور اس ہلاکت سے بچے۔

چونکہ حضرت سلطان الاولیاء انبیاء کے نائب مناب اور رسل کے قائم مقام تھے۔ اس واسطے یہ سنّت سنیہ بھی آنجناب سے ظہور میں آئی۔ ان دنوں ایک روز نادر شاہ نے شہر کے بڑے بڑے آدمیوں کے حالات دریافت کئے۔ اسی اثناء میں حضرت قیوم زمان قطب جہان حضرت خلیفۃ اللہ کا بھی ذکر خیر آیا۔ تو سلطانِ ہند سے پوچھا۔ کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ بادشاہ نے مناسب طور پر تعریف کی۔ بعد ازاں بادشاہ نے کہا۔ کہ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے۔ اگر آئیں تو ہم نہایت تواضع سے پیش آئیں۔ اتنے میں نظام الملک اور اعتماد الدولہ نے اُٹھ کر آداب بجا لا کر عرض کیا۔ کہ سلطان ہند جو آبا و اجداد سے آنجناب کا مُرید ہے۔ کئی مرتبہ منّت و سماجت کر چکا ہے کہ مجھے حاضر خدمت ہو کر زیارت کر لینے دیں۔ لیکن آنجناب نے قبول نہ فرمایا۔ یہ محال ہے کہ آنحضرت قلعہ میں تشریف لائیں۔ آنجناب قطب وقت اور قبلہ توجہ جہان و جہانیاں ہیں۔ حق تعالےٰ نے جہان کی نیکی بدی آنحضرت کے ہاتھ دے رکھی ہے۔ اور بادشاہوں کا تغیر و تبدل آنجناب کے اختیار میں ہے۔

کارے جہاں بسر نہ شود جز رضائے او | در دست اوست بخشتے نہ چرخ را مہار
بر جملہ خاکدان رواں است حکم او | چوں جادہ در حجاز چوں موج دبہار

یہ آفت جو ہمارے ملک پر آتی ہے محض اس قطب کی نافرمانی کا باعث ہے۔ بارہا آنحضرت نے لوگوں کو پہلے اطلاع دی۔ کہ تم نیک عمل کرو۔ اور اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف نہ کرو۔ لیکن ہم نے آنحضرت کی وعظ و نصیحت پر عمل نہ کیا۔ اسی واسطے ہم اس بلا میں گرفتار ہوئے۔ جس شخص نے آنحضرت کی مخالفت کی اور اُس پر آنجناب خفا ہوئے۔ وہی مصیبت میں گرفتار ہوا۔ پھر فرخ سیر قطب الملک اور امام الملک کا قصہ بیان کیا۔ یہ سُنکر نادرشاہ کے دِل پر رُعب چھاگیا ؎

ہستئے حق است ایں از خلق نیست | ہیبتے ایں مرد صاحب دلق نیست
ہر کہ ترسید از خدا تقوےٰ گزید | ترسد از وے جن و انس وہر کہ دید
گر بدیدی چشم ایں شاہ را | پس بدیدی گاڈ حز اللہ را
شاہ آں باشد کہ او خود شہ بود | نے کہ از لشکر رعیت شہ بود
رو رعیت باش گر سلطان نہٗ | خود مراں چوں مرد کشتی باں نہٗ
ایں نہ آں شیر یست کزوے جاں بری | باز غضب پنجہ اش ایماں بری

بعد ازاں کہا۔ کہ اگر وہ بطور سیر تشریف لائیں تو ہم زیارت کرلیں۔ پھر اُنہوں نے عرض کیا۔ کہ بہتر یہ ہے کہ اول کسی کو بھیجکر آنحضرت کی مرضی دریافت کرنی چاہیئے۔ پھر اُس پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آنحضرت کی مرضی کے خلاف کرنا موجب تکلیف ونقصان ہے بادشاہ نے اس رائے کو پسند کرکے اپنے ہندوستانی آشنا سردار خاں کو جو آنحضرت کا مرید تھا مع فارس کے امراء کے آنحضرت کی خدمت میں بھیجا۔ جب نادرشاہ کے تحف وتحائف آنحضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ اور بادشاہ کے حاضر خدمت ہونے کے بارے میں التماس کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت کی مرضی نہیں۔ حضرت آنجناب نے درویشانہ سلام و دُعا بادشاہ کو دیا۔ اور سردار خاں کو رخصت کردیا۔ اس نے سارا ماجرا نادرشاہ سے بیان کیا۔ بادشاہ نے بھی آنحضرت کی دعائے غائبانہ پر اکتفا کی۔ جب تک شہر میں رہا۔ آنجناب سے دُعا و توجہ کے لئے التماس کرتا رہا ؎

چہ گردی در بند درامِ تو شد | نگین سعادت بنامِ تو شد

چونکہ نادر شاہ نے آنحضرت کی خدمت میں عاجزی کی۔ اس واسطے ہند سے اپنا سر سلامت لے گیا ورنہ بلا میں گرفتار ہو جاتا۔ نہ خود رہتا نہ اس کا لشکر۔ یہ بات اکثر پر ظاہر ہوئی۔ کہ اگر آنجناب قیومیت مآب سلطان الاولیاء کا معتقد نہ ہوتا۔ تو جلدی ہی مع فوج ہلاک ہو جاتا۔ وہ بھی یہ بات دیکھ کر آنحضرت کا معتقد ہو گیا۔ اسی اثناء میں بعض حضرات مخدوم زادوں نے سرہند سے آکر بادشاہ کے پاس اپنے حاکم کی شکایت کی۔ کیونکہ اس نے مدد معاش والے گاؤں میں دخل دیا۔ اسی وقت بادشاہ نے نہایت تہدید آمیز حکم لکھا۔ کہ خبردار حضرات احمدیہ کی وجہ معاش میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کرنا۔ اور اُن کے کام میں دخل نہ دینا۔ جو لوگ اس ہنگامے سے پہلے اپنے وطن سے آئے تھے۔ نہایت عزت سے انہیں رخصت کیا۔ اُن کے ساتھ شاہجہان آباد کے ہزارہا آدمی نکلے۔ اور اس ہلاکت سے بچے۔ رخصت ہوتے وقت حضرت سلطان الاولیاء نے شاہ محمد رسا کے بڑے بیٹے محمد احد رسا کو فرمایا۔ کہ ہم بھی عنقریب اُس علاقے میں آئینگے۔ وہ تاڑ گئے۔ کہ آنجناب جلدی سرہند تشریف لائینگے۔ وہاں آنحضرت کے مکانات کو صاف کرایا۔ اور شکست و ریخت کی مرمت کی۔ اور لوگوں کو آنحضرت کی تشریف آوری کی مبارک باد دی۔ تمام اہلِ شہر اس خبر سے نہایت خوش ہوئے۔ اور آنحضرت کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ کہ دیکھئے وہ آفتاب سعادت اُفق مکرمت سے کب نکلتا ہے۔ سات ماہ بعد اچانک آنحضرت کی نعش مبارک سرہند میں آپہنچی۔ جو جگہ صاف کی تھی وہیں دفن کی گئی۔ اور مکان مذکور پر ہی آنحضرت کا روضۂ مبارک بنایا گیا۔ صبح امید شام مشقت و رنج والم سے تبدیل ہو گئی۔ جب شاہجہان آباد میں قحط بدرجہ غائط ہو گیا۔ بلکہ مغلپورہ میں بھی اس کا اثر ہونے لگا۔ اور لوگ آنجناب سے ارزانی کے لئے التماس کرتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک شخص بازار سے تھال میں آٹا لایا۔ اُس وقت آنحضرت خلوت خانہ سے مسجد میں تشریف لائے۔ اچانک آنحضرت کی نگاہ اُس پر پڑی۔ اتنے میں کسی آدمی نے پہلے سے پوچھا۔ کہ یہ آٹا کتنے کا لائے ہو۔ اس نے پہلے عام بھاؤ سے سو گنا قیمت بتلائی۔ آنجناب نے سن کر سخت افسوس کیا۔ اور مسجد میں جاکر ظہر کی نماز ادا کی بعد ازاں غلہ کی ارزانی اور خلق اللہ کے آرام کے واسطے توجہ بلیغ فرمائی۔ عصر کی نماز سے

فارغ ہوئے تھے۔ کہ غلہ کی ارزانی کی خبر آگئی تھی۔ کہ سات آٹھ روز میں نرخ بدستور ہوگیا لوگوں کو آنحضرت کی توجہ سے ارزانی غلہ کی طرف سے تسلی ہوئی۔ لیکن نادری لشکر کے ظلم وستم سے نہایت عاجز آگئے تھے۔ اکثر اس بارے میں آنحضرت سے التماس کرتے تھے۔ کہ کسی طرح اس بلا سے خلاصی پائیں۔ بادشاہ اور امیر ہر روز آنحضرت کی خدمت میں بھیجتے اور نہایت عاجزی سے توجہ و دعا کے لیئے التماس کرتے کہ کسی طرح اس ظالم کے ہاتھوں بچ جائیں۔ اور ان نامبارک وحشیوں کا قدم اس ملک سے نکل جائے۔ آنحضرت نے اس بارے میں بہت توجہ کی۔ چنانچہ صبح شام ختم کرتے اور ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو ان ظالموں سے نجات پانے کی خوشخبری دیتے تھے جن لوگوں کا ظلم وستم حد سے گذر گیا۔ اور مدت تک ہندوستان میں رہے۔ اور لوگوں پر اُن کی دست درازی بدرجہ غایت پہنچی۔ اور خلق خدا گھبرا گئی۔ شہر کے تمام آدمی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عجز و نیاز کرتے۔ انکی آہ و زاری آسمان تک پہنچ گئی۔ بارہا عرض کرتے کہ خدا اور رسول کے واسطے ہمیں اس نادر شاہی آفت سے اپنی توجہ مبارک کی برکت سے بچائیں۔ کیونکہ اب ہماری طاقت سلب ہو چکی ہے۔ ہم اب ایک روز بھی اس بلا کو برداشت نہیں کرسکتے۔ ورنہ ہم ہلاک ہو جائینگے یا خودکشی کرلینگے۔ کیونکہ اب تو عزت برباد ہو رہی ہے۔ اور وہ بدبخت بے حرمتی کر رہے ہیں۔ اسی طرح بادشاہ اور امرا نے بھی عرض کر بھیجی۔ اور خدا اور رسول ص کو شفیع لاتے۔ کہ ہمیں اس بلا سے اپنی توجہ مبارک کی برکت سے آزاد فرمائیں ٭

ذکر در بیان

بشارت دادن حضرت خلیفۃ اللہ خلق را از تخلیص آفت قزلباش دیر آوردن نادر شاہ را از ہند و جلوس محمد شاہ بر تخت سلطنت ہند کرت ثانی از توجہ شریف خود مراجعت نمودن نادر شاہ از ہند مانع یورت خود

جب اہل ہند کی عاجزی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اور حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں عجز و نیاز بدرجہ غایت ہوئی۔ حتیٰ کہ خانقاہ مبارک کے گرد و نواح روتے

چلاتے پھرتے تھے۔ چنانچہ ان کے شور و شغب سے اذکار اشغال میں فرق آگیا۔ متواتر تین روز تک یہی حالت رہی۔ ایک گھڑی بھی آرام نہ لیا اور نہ کسی کو لینے دیا۔ بادشاہ اور امراء کے پیغام بھی نہایت پرسوز تھے۔ سُننے والا تاب نہیں لاسکتا تھا۔ صبح شام آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ خلقت کا اِس قسم کا اضطراب دیکھ کر آنحضرت کا دل بھر آیا۔ اِس بارے میں ایسی توجہ فرمائی۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہ فرمائی تھی۔ دیر کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا۔ کہ یہ بلا دُعا و توجہ کے متعلق نہیں بلکہ قضائے مبرم ہے۔ جس کا ٹلنا محال ہے۔ پس اِس بلا کو ہم اپنی جان پر لیتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خلق اللہ پر فدا کرتے ہیں تاکہ لوگ اِس مصیبت سے بچ جائیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں۔ تو ہند میں ایک متنفس بھی زندہ نہ رہیگا۔ اسی طرح حضرت ذکریا پیغمبر نے اپنے آپ کو خلقت پر فدا کیا تھا۔ یہ قصہ یوں ہے۔ کہ ایک دفعہ کفار نے یحییٰ بن ذکریا علیہما السلام کو قتل کردیا۔ حق تعالیٰ نے ظالم اور جبار بادشاہ ذو نواس کو اس قوم پر مقرر کیا۔ جس نے اکثروں کو قتل کیا۔ جو باقی بچ رہے۔ وہ حضرت ذکریاؑ کے پاس پناہ لے گئے۔ اور سلام سے مشرف ہوئے حضرت ذکریا علیہ السلام نے ان لوگوں کی نجات کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی۔ کہ اے پروردگار! اگر تیرا ارادہ ان لوگوں کو قتل کرنے کا ہے۔ تو ان کے بدلے میری جان لے لے۔ آپ کی دُعا قبول ہوگئی۔ اور ذو نواس نے اپنے آدمیوں کو بھیجکر حضرت ذکریا علیہ السلام کو پکڑ منگایا۔ جب آنحضرت نے یہ بات سُنی۔ تو الفرار مما لایطاق من سنن المرسلین، کے مطابق عمل کیا۔ اور شہر سے نکل جنگل کی راہ لی۔ لشکر نے آپ کا تعاقب کیا۔ جب کفار آپ کے نزدیک پہنچ گئے۔ تو آپ نے ایک درخت کو اشارہ کیا۔ وہ درخت بیچ میں سے پھٹ گیا۔ جب آپ اس میں آگئے۔ تو پھر وہ مِل گیا۔ شیطان نے کفار کو دکھلایا۔ کہ ذکریاؑ اسی درخت میں ہے آپ کے داخل ہوتے وقت جو دامن کا نشان رہ گیا تھا۔ دکھلایا۔ انہیں یقین ہوگیا۔ انہوں نے درخت کو معہ ذکریا آرہ سے دو ٹکڑے کردیا۔ اس وقت وہاں کوئی آرہ موجود نہ تھا۔ شیطان نے لوہے کا ٹکڑا لاکر اس کے دندانے نکالے اور کفار کو دیا۔ آرہ شیطان ہی کی ایجاد ہے۔ جب حضرت سلطان الاولیاء قیوم زمان خلیفۃ اللہ نے لوگوں کو اطلاع دی کہ دو تین دن میں یہ آفت اللہ تعالےٰ تم پر سے ٹال دیگا۔

اس خوشخبری سے لوگ پھولے نہ سمائے۔ لیکن جب دوسری خبر سنی کہ یہ بلا ہم نے اپنے اوپر لی ہے۔ تو بہت ہی غمگین ہوئے۔ گویا وہ خوشی غم سے تبدیل ہو گئی۔ بعض کو اس سے آنحضرت کے انتقال کا یقین ہو گیا۔ اور بعض نے خیال کیا۔ کہ آنحضرت بیمار ہو جائینگے۔ آنحضرت وصال تک اسی عقیدے پر مصر رہے۔ جن دنوں آنحضرت نے اس بلا کو اپنے اوپر لیا۔ اکثر صاحبِ حال آدمیوں نے بذریعہ کشف معلوم کیا۔ چنانچہ ان دنوں ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک سیاہ رنگ عظیم الجثہ گائے ہاتھی کی مانند ہے۔ اور وہ دیو پیکر مجھے ہلاک کرتا ہے۔ خلقت اس سے ڈر کر کانپتی ہے اور بھاگتی ہے۔ اور کہیں پناہ نہیں ملتی۔ آخر خلقِ خدا گھبرا کر حضرت سلطان الاولیاء کی خانقاہِ عالم پناہ میں آئی۔ اور آنحضرت سے اس بارے میں مدد چاہی۔ آنحضرت نے خانقاہ سے نکلکر اس گائے کے سینگوں کو خوب مضبوطی سے پکڑا اور لوگوں کو فرمایا کہ تم جا کر گھروں میں مطمئن ہو کر بیٹھو۔ ہم یہ بلا تم تک نہیں آنے دینگے۔ بعد ازاں پھر آنحضرت اپنی قوت سے اسے زمین پر لٹا کر اسکے سینے پر بیٹھ گئے۔ اور ایسا زور کیا۔ کہ وہ سست ہو کر حرکت سے باز آئی۔ پھر اسے سینگوں سے پکڑ کر شہر سے باہر لے گئے۔ اس قسم کے واقعات اکثر آدمیوں نے دیکھے۔ لیکن ان کا لکھنا موجب طوالت ہے۔

القصہ جس روز آنحضرت نے لوگوں کو خوشخبری دی۔ اس کے دوسرے روز نادر شاہ نے تمام امرائے ہند کو جمع کر کے محمد شاہ کو تخت ہند پر بٹھایا۔ اس روز کانون ثانی کی پہلی تاریخ تھی۔ دوسرے دن خود شہر سے نکل اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا۔ نادر شاہ سلطنت ہند پر تین ماہ قابض رہا۔ تشرین کی پہلی تاریخ شاہجہان آباد میں داخل ہوا۔ سارا تشرین ثانی اور کانون اول ظلم و ستم بندگانِ خدا پر جاری رہا۔ کانون ثانی میں واپس چلا گیا۔ تخت طاؤس جو دس کروڑ کی لاگت سے شاہجہان نے تیار کیا تھا۔ اور جس میں قسم قسم کے جواہرات جڑوائے تھے۔ اپنے ساتھ لے گیا۔ عالمگیر کی پوتی کام بخش کی لڑکی ایرانی شاہزادے سے بیاہ لے گیا۔ کہتے ہیں وہ بیگم رستے ہی میں فوت ہو گئی۔ بعض کہتے ہیں زہر کھا کر مر گئی۔ اس کی نعش پھر شاہجہان آباد بھیجدی اور ہمایوں کے مقبرہ میں جہاں سلاطین ہند کا قبرستان ہے دفن ہوئی۔ جب نادر شاہ شاہجہان آباد سے نکل آیا۔ تو تمام اہل شہر نے دوگانہ شکر ادا کیا۔ بعد ازاں آنحضرت

کی قدمبوسی کی۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے ارکان سلطنت مثلاً آصف جاہ نظام الملک اعتماد الدولہ وزیر اور بادشاہ تمام نے آستاں بوسی کی شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہ ملتے تھے ؎

شکر نعمت کئے تو نیم از کراتہائے تو ‎ ‎ ‎ شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو
عذر تقصیرات ماچندانکہ تقصیرات ما

بادشاہ اور تمام اہل ہند نے آنحضرت کا شکریہ ادا کیا۔ اور شکرگذار ہوتے ہوئے یہ شعر پڑھے ؎

بسیط روئے زمین گشت باز آبادان ‎ ‎ ‎ بلطف خارق آں قطب مصدر عرفاں
تو داد سبز اسلام بستدے زصلیب ‎ ‎ ‎ تو بر گرفتی ناقوس را بجائے اذاں
ز بازوے تو قوی گشت بازوئے اسلام ‎ ‎ ‎ کہ از تصادم کفار گشتہ بدویراں

آنحضرت نے بھی ہر ایک پر مہربانی فرما کر دعائے خیر کی۔ نادر شاہ کے چلے آنے کے ایک مہینہ بعد آنحضرت کی صحت میں فرق آگیا۔ گو اس مہینے کے اندر بھی کبھی درد معدہ اور کبھی درد سر کی شکایت ہو جاتی۔ لیکن ایک مہینے کے بعد سے تو تپ شروع ہو کر چھ ماہ تک رہا۔ بعد ازاں آنحضرت کا وصال ہو گیا۔ اس سال مشرقی ممالک میں بڑی بارش ہوئی۔ گویا طوفان نوح کا نمونہ تھا۔ پانی کی طغیانی اس قدر تھی۔ کہ گاؤں کے گاؤں بہ گئے۔ کہتے ہیں چھ سو گاؤں اور چار سو بیل ضائع ہوئے۔ جن کا نام و نشان تک نہ ملا۔ ہزاروں آدمی اس طوفان میں ہلاک ہوئے۔ اسی سال دریائے گنگا کے مشرقی کنارے قصبہ سہسواں کے گرد و نواح میں ایک آہنی سی چیز پچاس من وزنی آسمان سے گری اور تین قد آدم کے برابر زمین میں دھس گئی۔ اور جہاں گری تھی۔ آدھا دن وہاں سے آگ کے شعلے نکلتے رہے۔ اس کے گرتے وقت کڑک کی سی آواز پیدا ہوئی۔ اور بارہ بارہ میل تک لوگوں نے سنی۔ وہ آواز اس قدر مہیب تھی۔ کہ سب کو یقین ہو گیا۔ کہ شاید آسمان پھٹ گیا ہے۔ جب شعلہ بند ہو گیا۔ تو لوگوں نے بڑی مشکل سے جبر ثقیل کے آلات کی مدد سے اسے نکالکر اس علاقے کے حاکم کے سپرد کیا جس کا نام علی محمد خاں تھا۔ اس نے اس لوہے کے اوزار بنوانا چاہے لیکن نہ بن سکے کیونکہ کوٹنے سے چینی کی طرح بکھر جاتا تھا۔ میں (مؤلفؒ) نے بھی اسے دیکھا۔ جب

چھری سے کھرچا تو پارے کی طرح چمکیلی سی چیز نکلی۔ جو قابل اصلاح نہ تھی۔ واضح رہے۔ کہ یہ تینوں علامتیں جو اسی سال ظہور میں آئیں۔ جو اس سے پہلے نہ ہوئی تھیں۔ اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ حقتعالیٰ کی طرف سے جو نعمت عظمےٰ خلق کو حاصل تھی۔ وہ اٹھالی گئی ہے وہ نعمت عظمےٰ حضرت قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء خواجہ محمد زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جو منصب قیومیت کے خاتم اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب اتم تھے۔ جو اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ نیز وہ نعمت عظمےٰ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا خاصہ تھے۔ اس قسم کی علامات جو اس سال ظہور میں آئیں۔ اس سے پہلے زمانہ قدیم میں بھی صحابہ کرام کے بعد ایک دفعہ ظاہر ہوئی تھیں +

تمثیل۔ جب خلفائے بنی امیہ کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا۔ اور طرح طرح کا فسق و فجور کرنے لگے۔ جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں مفصل لکھا ہے۔ تو حقتعالیٰ نے ان کی بد اعمالی کے باعث ابو مسلم مروزی کو جو خلفائے بنی عباس کا تھا۔ ان پر مقرر کیا۔ اسکے ہاتھ سے ان کی جو گت بنی سو بنی۔ اس کے اور خلفاء کے لشکر کی آپس میں کئی مرتبہ سخت لڑائیاں ہوئیں۔ ایک دفعہ قحطبہ بن شعبہ کو ابو مسلم نے خلفائے بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان حمار کے سردار یزید بن ہبیرا کے مقابلے پر بھیجا۔ رات کے وقت دونوں لشکروں کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اتفاقاً قحطبہ گھوڑے پر سے پانی میں گر پڑا گرتے ہی ڈوب کر مر گیا۔ پیشتر اس کے کہ آدمیوں کو اسکے حال کی خبر ہو۔ یزید بن ہبیرہ کو جس کی بہادری کی دھاک بندھی ہوئی تھی شکست دی۔ اور اس کے لشکر کو تہ وبالا کر ڈالا۔ جب یہ خبر مروان نے سنی تو کہا کہ جس لشکر کو ایک ڈوبا ہوا شخص شکست دے اس میں خیر و برکت کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ پھر لشکر کو جمع کر کے لڑائی کے لئے آمادہ ہوا۔ جب دونو فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ تو مروان گھوڑے پر سے اتر قضائے حاجت کے لئے بیٹھا۔ اس کا گھوڑا دوڑ کر دونو لشکروں کے بیچ سے ہو کر گذرا۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید وہ قتل ہو گیا ہے۔ اس واسطے اس کے لشکر کو شکست ہوئی۔ مروان نے یہ حالت دیکھ کر کہا۔ جب مدت ختم ہو جائے تو تیاری کام نہیں آتی۔ عرب میں ضرب المثل ہو گئی۔ ذهب الدولة ببولة ، بول کے بدلے

دولت دے دی۔ مروان بھاگ کر پاس کے ایک جنگل میں جا گھسا۔ ایک فدائی جاکر وہیں اس کا سر قلم کر کے امیر لشکر کے پاس لے آیا۔ جب اس کا سر مجلس میں لایا گیا۔ تو اُس کی زبان مُنہ سے گر پڑی۔ جسے ایک بلی لے بھاگی۔ تمام حاضرین مجلس کو یہ دیکھ کر عبرت ہوئی اور سب نے چند روزہ دُنیا پر افسوس کیا۔ ابو مسلم نے خلفائے بنی اُمیہ کا تمام محروسہ ملک تہ و بالا کر ڈالا۔ ہزاروں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ خلقت بہت گھبرا گئی۔ سب جمع ہو کر امام انام حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ اور اس بلا کے دفعیہ کے لئے التجا کی۔ آنجناب نے اُنکی حالت نزار پر رحم فرما کر توجہ کی۔ لیکن جب دیکھا۔ کہ اب دُعا کا تیر کارگر نہیں ہوتا۔ تو مجبور ہو کر اس بلا کو اپنے اوپر لیا۔ اور بندگانِ خدا کو اس ہلاکت سے بچایا۔ تھوڑی ہی مُدت میں ابو جعفر دوانیق مصغر باللہ جو خلفائے بنی عباس سے تھا۔ اور ابو مسلم اُن کی طرف سے خلفائے بنی امیہ سے جنگ کر رہا تھا۔ آخر انہیں نکال کر خلافت آلِ عباس کے سپرد کی۔ اس کے اور ابو مسلم کے مابین عداوت ہو گئی۔ جس کی مفصل کیفیت یوں ہے:۔ کہ بنی عباس رضؓ کے پہلے خلیفہ ابو العباس رضؓ سفاح نے اپنے بھائی ابو جعفر دوانیق کو اپنا ولیعہد بنایا۔ جب یہ خبر خراسان میں ابو مسلم نے سُنی۔ تو سخت ناراض ہوا۔ کیونکہ اُسے امید تھی۔ کہ یہ کام میرے سپرد ہو گا۔ جب ابو جعفر دوانیق خلیفہ بنا۔ تو اسے ابو مسلم کی دشمنی کا خیال تو تھا ہی۔ اُس نے یہ سوچا کہ کہیں یہ دشمنی فساد کا موجب نہ ہو۔ اس واسطے ابو مُسلم کو فریب دیکر خراسان سے منگا دارالامارۃ عباسیہ میں قتل کر ڈالا۔ انہیں دنوں ابو جعفر دوانیق کے اشارے سے حضرت امام جعفر صادق رضؓ کو بھی زہر دیا گیا۔ انہیں دنوں یمن میں سخت بارش ہوئی۔ جس سے حج کا قافلہ چند ایک گاؤں اور کھیتی باڑی سب غرق ہو گئے۔ اسی سال ملک فارس میں تُوسن وزنی چیز لوہے کے مشابہ آسمان پر سے گری۔ جب اس کے اوزار بنانے چاہے۔ تو نہ بنا سکے۔ کیونکہ کوٹتے وقت دانوں کی طرح بکھر جاتی تھی۔ یہ مثال میں نے اس واسطے بیان کی ہے۔ کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ اس قسم کی علامتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص علوم اور کمالات جو صحابہ میں تھے۔ اور کچھ تھوڑے سے تابعین اور تبع تابعین میں بھی تھے۔ اور ان کمالات کے مظہر و خاتم حضرت امام جعفر صادق

رضی اللہ عنہ تھے۔ جب آنجناب کے وصال کے دن قریب آئے تو لامحالہ وہ علامات بھی ظہور میں آئیں۔ جو ایسے موقعوں پر آیا کرتی ہیں۔ یہ کمالات ان کمالات کے علاوہ ہیں جو اولیاء میں ظاہر ہوئے۔ کیونکہ اس بارے میں حدیث نبوی ہے "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم"

اگرچہ وہ کمالات بارہ اماموں اور ستہ باقیہ میں بطریق وراثت موجود تھے اور ان کا ظہور بھی ہوا۔ لیکن کسی اور کو نہیں ملے۔ اور بارہ امام اور ستہ باقیہ بھی امام جعفر صادق رض کی طرح نہ تھے۔ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں دونوں دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ آپ کے بعد کوئی شخص علم ظاہری و باطنی میں آپ جیسا نہیں ہوا۔ اللہ تعالٰے کا طریق یہ ہے۔ کہ ہر ہزار سال بعد ذات بحت کے متعلقہ کمالاتِ الٰہی ظہور میں آتے ہیں۔ لیکن وہ کمالات ان کمالات کے علاوہ ہوتے ہیں جو ہزار سال کے عرصہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ صفات کے متعلق ہوتے ہیں اور یہ ذات بحت کے۔ جو شیونات، اعتبارات اور صفات سے مبرا ہوتے ہیں۔ صفات و اسماء وغیرہ بھی قیود ہیں۔ جس طرح زمانہ قدیم میں ہر ہزار سال بعد پیغمبر اولوالعزم مبعوث ہوتا تھا اور نئی شریعت کو رواج دیتا تھا۔ وہ ان کمالات کی وجہ سے ہزار سال پہلے اور ہزار سال آئندہ کے نبیوں سے افضل ہوتا تھا۔ جیسا کہ اہل حق کا عقیدہ ہے۔ کہ انبیائے اولوالعزم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ وہ کمالات سو سال تک خلقت میں رہتے ہیں۔ پھر چھپ جاتے ہیں۔ صرف اُن کی شال رہ جاتی ہے جس سے لوگ مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ سو اللہ تعالٰے کے مذکورہ بالا طریق کے موافق ہزار سال بعد ان کمالات کا ظہور ہونا چاہئے تھا۔ تاکہ اس دین کو تقویت ہو۔ جیسا کہ ہوا۔ اسی واسطے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے آخری حصہ کی تعریف میں فرمایا ہے۔ حدیث مثل امتی کمثل المطر لایدری اولھا خیر ام آخرھا، میری اُمت کی مثال بارش کی سی ہے۔ نہیں معلوم اس کا اول اچھا ہے یا آخر۔ نیز فرمایا ہے "الامتی اولھا خیر و اخرھا خیر فی وسطھا کدر" "میری امت کا پہلا اور پچھلا حصہ اچھا ہے۔ اور بیچ کا مکدر" آنحضرت صلعم نے جو علمائے اُمت کو انبیائے بنی اسرائیل سے مشابہت دی ہے۔ وہ علمائے کامل مشائخ ہیں۔ جو ہزار سال بعد وجود میں آئے جو حضرت عیسےٰ اور حضرت موسےٰ علیہما السلام

کے مدِ مقابل ہیں۔ جو ہزار سال بعد صاحب شریعت ہوئے۔ یہ حالات اس کتاب کے پہلے حصے میں مفصل لکھ دیتے ہیں۔ وہاں سے دیکھ لینے چاہئیں۔ یہاں پر تفصیل وار بیان کرنیکی گنجائش نہیں۔ کتاب کشف الحقائق مقاماتِ قیومیت میں بھی نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں۔ القصہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص الخاص کمالات جو نبوت اور محبوبیت ذاتی کے متعلق تھے۔ اور ان کمالات کے علاوہ ہیں۔ جو اس ہزار سال کے اندر اولیاء اللہ میں ظاہر ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے وقت ظہور میں آئے۔ حقتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں ان کمالات کا صاحب اور نبی اولوالعزم کا قائم مقام بنایا۔ بعد ازاں انکی اولاد کو بھی ان کمالات سے سرفراز فرمایا۔ جو قیوم اربع کہلاتے ہیں۔ یعنی قیوم اول خود حضرت مجدد الف ثانی۔ دوسرے حضرت عروۃ الوثقےٰ۔ تیسرے حجۃ اللہ رض۔ چوتھے سلطان الاولیاء قیوم زمان خلیفۃ اللہ اور ان چاروں کے فرزند۔ ان تمام کمالات کے مظہر اتم اور خاتم اکمل حضرت خلیفۃ اللہ قیوم رابع ہیں۔ اسی واسطے آنحضرت کے وصال کے سال میں یہ علامات ظاہر ہوئیں۔ جو اس نعمت عظمےٰ کے اُٹھا لینے پر دلالت کرتی ہیں۔ اس واسطے حق تعالےٰ نے الہام میں حضرت خلیفۃ اللہ کو فرمایا۔ انت آخر شیخ مشہور فی ھذہ الامۃ۔ یعنی حضرت خلیفۃ اللہ کے بعد کسی شخص کو ایسا قرب الٰہی نصیب نہیں ہوگا۔ اور سوائے قیوم ثلاثہ کے اور کوئی پہلے بھی ایسا نہیں ہوا ؎

روزہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش ۔۔۔ صوفئے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہا باید کہ تا یک گرد ون گرداں یک شبے ۔۔۔ عاشقے را وصل بخشد یا غریبے را وطن
ماہہا باید کہ تا یک پنبہ دانہ زآب و گل ۔۔۔ شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
سالہا باید کہ تا یک کودکے از فضل طبع ۔۔۔ عالمے دانا شود یا شاعرے شیریں سخن
عمرہا باید کہ تا یک بندۂ صاحب کمال ۔۔۔ بایزیدے در خراساں یا اویسؓ اندر قرن
قرنہا باید کہ تا یک سنگ دانہ ز آفتاب ۔۔۔ لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

بعد ازیں ہرگز نزاید زیر چرخ سبز فام
قطب چوں خواجہ زبیر و ہمچو حسناں در سخن

ذکر در بیان

بعض کرامات و خوارق عادات حضرت قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خلیفۃ اللہ کی شان اِس سے اعلےٰ وارفع ہے۔ کہ کرامات سے آنجناب کی تعریف کی جائے۔ لیکن چونکہ مؤرخوں کا طریقہ ہے۔ کہ انبیاء اور اولیاء کے حالات میں معجزوں اور کرامتوں کا بیان کرتے ہیں۔ اس واسطے میں بھی آنحضرت کے بعض خوارق لکھتا ہوں۔ اگرچہ کتاب آنحضرت کی کرامات سے پُر ہے۔ لیکن پھر بھی تاریخ کے طور پر چند اصرحی کرامات کے بارے میں لکھتا ہوں۔ دراصل تو کرامت یہی ہے۔ کہ مُرید صادق میں القائے نسبت کرے۔ اور اسے ایک مقام سے دُوسرے مقام پر پہنچائے۔ سو اس قسم کی ہزارہا کرامات آنحضرت سے ظاہر ہوئیں دوسرے جو کونیات سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن ولایت پر موقوف نہیں۔ بلکہ ریاضت پر مبنی ہیں۔ یہ بات یونان کے حکماء اور ہند کے برہمنوں کو بھی حاصل ہے۔ سو یہ بھی آنحضرت کو اپنے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کمال تابعداری کے سبب کہ نبوت کا خاصہ ظہور معجزہ ہے۔ یہ طریق سنت آنحضرت سے ظہور میں آئیں۔ گو یہ بیشمار ہیں لیکن اِن میں سے چند ایک بطور مشتے نمونہ از خروارے لکھی جاتی ہیں۔ صبح شام ہزارہا کرامات آنحضرت سے ظہور میں آتی تھیں۔ آنجناب کی ہر عادت خرقِ عادت تھی۔ ؎

دَمَش ہمہ صرف در عبادت ہر عادت اوست خرقِ عادت

کرامت آنحضرت کے خاص مُرید شاہ مقیم نام نے مجھ (مولف کتاب) سے بیان کیا۔ کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ کہ مجھے حضرت خلیفۃ اللہ کے دیدار کا اشتیاق اس درجہ ہُوا۔ کہ میں بیت اللہ کے طواف سے دِل کو تسلی دیتا۔ لیکن مطمئن نہ ہوتا۔ عین اضطراب کی حالت میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفۃ اللہ طواف میں میرے ساتھ ہیں۔ میَں نے آنحضرت کی قدمبوسی کرنی چاہی۔ جب قریب پہنچا۔ تو نظر سے غائب ہو گئے۔ جب پھر میں اپنی جگہ پر گیا۔ تو پھر طواف کر رہے تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہُوا کہ

جب میں آنحضرت کے قریب ہوتا۔ تو نظر سے غائب ہو جاتے۔ اور جب ہٹ آتا۔ تو دکھائی دینے لگتے۔ بہت لوگوں نے آنحضرت کو حرمین الشریفین میں دیکھا ہے جن کا بیان درج کرنا طوالت کلام کا باعث ہے ؂

کرامت۔ ایک شخص آنحضرت کی زیارت کے ارادہ سے کابل سے روانہ ہوا۔ راستے میں شیر سے دوچار ہوا۔ اس نے آنحضرت کی طرف توجہ کی۔ اس وقت آنجناب نے وہاں حاضر ہو کر پتھر اٹھا اُس شیر پر پھینکا۔ جس سے وہ لومڑی کی طرح بھاگ اُٹھا۔ آنحضرت بھی نظر سے غائب ہو گئے۔ اس شخص نے صحیح و سلامت حاضر خدمت ہو کر اس کرامت کو بیان کیا ؂

کرامت۔ آنحضرت کے ایک مقبول اخون محمد موسےٰ نے مجھ (مولف رح) سے بیان کیا۔ کہ جب آنحضرت پہلی مرتبہ شاہجہان آباد تشریف لیگئے تھے۔ تو ایک عورت آنحضرت کے واسطے پان لایا کرتی تھی۔ ایک روز آنجناب کی نگاہ اس کے ہاتھ پر پڑی جس پر سفید داغ تھے۔ اُنکی کیفیت آنحضرت نے پوچھی تو اُس نے ایک بزرگ کا نام لیا۔ جس کے معتقد عام اہل ہند ہیں۔ عرض کیا کہ یہ اس کے تصرف سے ہیں۔ آنجناب نے فرمایا کیا تم چاہتی ہو کہ میں دعا کروں تاکہ یہ داغ دُور ہو جائیں۔ اُس نے متعجب ہو کر کہا چاہتی ہوں۔ آنحضرت نے اس مرض کے دفعیہ کے لئے دُعا کی۔ ابھی دُعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ اُس کے ہاتھ پر سے سفید داغ نابُود ہو گئے ؂

کرامت۔ ایک سپاہی نے جو آنحضرت کا مرید بھی تھا مجھ (مولف رح) سے بیان کیا۔ کہ جب امام الملک مغلوں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور لوگ اُس کے مال و اسباب اور خزانے کو لوٹ رہے تھے۔ میں بھی اُس وقت اُس کے خزانے پر موجود تھا۔ میں نے بھی کچھ روپیہ لینے کے لئے سامنے پڑے ہوئے بدرے پر ہاتھ مارا۔ ہاتھ مارتے ہی کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفۃ اللہ نے ظاہر ہو کر سخت ناراضگی سے مجھے دھپڑ مارا۔ جس سے میری عقل چکرا گئی۔ اور فرمایا فلاں! ہماری مجلس کو بھول گیا۔ اب حرام کا مال لیتا ہے۔ دیر بعد جب مجھے ہوش آیا۔ تو میں نے اس فعل سے نادم ہو کر توبہ کی۔ اور پھر عمر بھر حرام مال کی طرف نگاہ نہ کی ؂

کرامت - حضرت خلیفۃ اللہ کے معتبر مرید محمد عادل اکبرآبادی فرماتے ہیں کہ شاہجہان آباد جاتے ہوئے مجھے لٹیرے ملے - ایک نے مجھ پر کمند پھینکنی چاہی - میں نے گھبرا کر آنحضرت سے التجا کی - آنحضرت نے ظاہر ہو کر انہیں ڈانٹا - وہ آنحضرت کو دیکھتے ہی بندروں کی طرح بھاگ گئے ؛

کرامت - حضرت سلطان الاولیاء ہر سال حضرت خواجہ بزرگ باقی باللہ کے عرس کے دن آپ کے مزار فائض الانوار پر جا کر فاتحہ پڑھتے اور مٹھائی تقسیم کرتے - ایک روز حسب عادت آنجناب تشریف لے گئے - واپس آتے وقت آنحضرت کی سواری اپنے ایک سپاہی مرید کے گھر کے پاس سے گذری جو غایت درجے کا مفلس تھا - آنحضرت کے مخلصوں اور مریدوں کی رسم تھی - کہ جب آنحضرت کی سواری جب اُن کے دروازے کے پاس سے گذرتی - تو حسب حیثیت نیاز و تحفہ پیش کرتے - جب اس شخص نے سواری دیکھی - تو گھبرا کر کچھ موجودہ اسباب بیچا - اور کچھ قرض لیکر میوے اور حلوے پیش کئے - جب آنحضرت کو اس کے افلاس کی اطلاع ہوئی - تو کشائش رزق کے لئے دعا کی - اور اس بارے میں توجہ کی - بعد ازاں اسے خوشخبری دی کہ عنقریب ہی تم صاحب ثروت و ریاست ظاہری ہو گے - ابھی ایک ہفتہ نہ گذرنے پایا تھا - کہ صمصام الدولہ عارض سپاہ نے اسے بلا کر اپنے انعام و اکرام سے مخصوص کیا - اور ہزار سوار کا سردار بنایا - اور کچھ علاقہ اس کے اخراجات کے لئے مقرر کیا - ایک مہینے کے اندر وہ بہت دولتمند ہو گیا - اور بادشاہ کے امراء میں شمار ہونے لگا - ہر سال حضرت خواجہ بزرگ باقی باللہ کے عرس کے روز آنحضرت کی معہ تمام خلفاء و مریدین ضیافت کیا کرتا - اور نیاز و تحفہ پیش کیا کرتا - اسی طرح کی کرامت ایک اور شخص کے حق میں آنحضرت سے ظہور میں آئی - لیکن چونکہ بعینہٖ اس کے مشابہ ہے اس واسطے درج نہیں کی گئی - اسی سپاہی نے یہ بیان کیا - کہ میں عید کے دن بادشاہ کے ساتھ عیدگاہ کی طرف جا رہا تھا - کہ اچانک بادشاہ کی سواری میں ایک مست ہاتھی نے شورش کی - بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا - بعد ازاں میرا رخ کیا - میرا گھوڑا جو بدکا تو میں گھوڑے پر سے ہاتھی کے پاؤں میں گر پڑا - چونکہ زمین پتھریلی تھی - میرا پاؤں پتھر پر لگنے سے ٹوٹ گیا - ہاتھی نے اپنا پاؤں اٹھا مجھے

روندنا چاہا۔ اس وقت کوئی شخص مجھے اس مصیبت سے بچانے والا نہ تھا۔ سب جان کے خوف سے چھوڑ کر بھاگ اُٹھے۔ مَیں نے حیران ہوکر آنحضرت کو یاد کیا۔ اور اس بلا سے بچنے کے لیئے مدد کی درخواست کی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آنحضرت میرے سرہانے کھڑے عصا سے ہاتھی کو مارتے ہیں۔ عصا کے لگتے ہی وہ ہاتھی غلّے کی طرح بھاگ گیا۔ پھر میرے زخم پر دستِ شفقت پھیرا۔ تو اُسی وقت زخم اچھا ہوگیا۔ میں اس مصیبت سے آنحضرت کی توجہ کے طفیل بچا۔

کبیر شاعر جو آنحضرت کا مرید تھا۔ نہایت مفلس و قلاش تھا۔ اکثر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مدحیہ قصائد۔ غزلیں۔ مخمس وغیرہ پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ حسب ذیل دو مخمس اسی کے ہیں ؎

اگرچہ ہستم احراری عزیزی　　محب قادری آفاق سیری
نہ از بندیم من نہ از نصیری　　ولے از جان و دل ہستم زبیری
زبیریم زبیریم زبیری

زبیر آں آفتاب شرع دین است　　بجائے مصطفےٰ او جانشین است
بصدر قرب رب العالمین است　　غلام درگہش را ورد این است
زبیریم زبیریم زبیری

یقین کاں قطب الاقطاب زمانہ　　بعصر خویش قیوم زمانہ
بود رونق دِہ ایں کارخانہ　　بجان و دل ہمیں دارم فسانہ
زبیریم زبیریم زبیری

بفضلت سازار دستگیری　　یقین دانم کہ پیرے دستگیری
جواں بختم بکن در عین پیری　　نگہ دارم زبیری ظہیری
زبیریم زبیریم زبیری

غلام حضرت خواجہ زبیرم　　بعشقش مائل و فارغ زغیرم
بصاحب رازہا در ذکر خیرم　　زعبد القادر احرار و عزیزم
زبیریم زبیریم زبیری

۲؎ تاکہ ہستم زندہ در یں کانہ دیر　　بندۂ احرار غلام عزیز

کلب ابوالفا در آفاق سیر — برہمہ جن و بشر و وحش دطیر
پیر کبیر است محمد زبیر

ہمچو مجدد بود او رہنما — ثانی معصوم بہ نشو و نماء
بعد شہ خواجہ جیو باصفا — بر سر سجادہ دین مقتدا
پیر کبیر است محمد زبیر

ہست بہ شرع نبوی مستقیم — اُمت مخصوص بنی کریم
ہر کہ بدو دست زدہ از ترس و بیم — یافت نجات از شر دیو رجیم
پیر کبیر است محمد زبیر

مجمع گنجینۂ اسرار اوست — مطلع سرچشمۂ انوار اوست
شب ہمہ شب ذاکر و بیدار اوست — عارف کامل شہ دیندار اوست
پیر کبیر است محمد زبیر

زاں شہ دیگر کنم ذکر خبیر — آنکہ بحق مائل و فارغ ز غیر
ہست بیقین کامل آفاق سیر — دست مرا گیر نمانم بغیر
پیر کبیر است محمد زبیر

ایک اور قصیدہ کہا ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

تا بفرقم ظلِ اقبالِ شہ دیں پرور است — کہنہ دستارِ مرا بہتر ز چتر و افسر است

اسی قصیدہ میں اپنے احوال کا اظہار بھی کیا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

یا زبیر بادشاہِ دو جہاں دستم بگیر — رحم بر حالم بفرما زانکہ حالم ابتر است
کارِ دینم ناتمام و کارِ دنیا ہم خراب — عمر در افلاس بگذشتن ز مردن بہتر است

ایک روز آنحضرت نہایت خوش وقت تھے۔ از راہ لطف و کرم کبیر کو فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ کہ بادشاہ کی گرز برداری کی ریاست۔ گرز برداری میں چند ایک سردار ہوتے ہیں۔ کہ ایک ایک باری باری ہفتے میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہتا ہے۔ آنحضرت نے اُس کے حق میں دُعا کی۔ بادشاہ نے دوسرے دن ہی اسے بلا کر گُرز برداروں کا ایک سردار بنا دیا۔ اور عالم بیگ خاں کا خطاب بخشا۔ لوگوں نے اسے ملامت کی۔ کہ تو نے

ایسی ادنےٰ درخواست کیوں کی ۔

کرامت - برلاس قبیلے کا ایک مغل ہر وقت آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ صبح شام کسی وقت بھی جدا نہ ہوتا۔ ایک روز آنحضرت نے فرمایا۔ کہ تو نے ہماری بہت خدمت کی ہے۔ جو تمہارا مدعا ہو بیان کرو۔ اس نے عرض کیا میں ایک گھوڑا چاہتا ہوں۔ پھر آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اس سے بھی کوئی اچھی چیز مانگ۔ پھر بھی اس نے عرض کیا کہ گھوڑا۔ تین مرتبہ یہی سوال جواب ہوئے۔ آخر آنحضرت نے فرمایا۔ میں کیا کروں خدا انہیں دینا۔ پھر فاتحہ پڑھ کر اس کے حق میں دعا کی۔ اور فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہیں گھوڑا بھی دیگا اور ظاہری دولت بھی۔ دوسرے دن قبیلہ برلاس کے سردار نے اس کو بلا کر مع ساز و سامان گھوڑا دیا۔ اور بادشاہ کے ملازموں میں شامل کر لیا۔ تھوڑی مدت میں صاحب جمعیت و ثروت ہو گیا ۔

کرامت - خواجہ سراؤں کا ایک لڑکا آنحضرت کا مرید تھا۔ اور آنحضرت بھی اس پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔ ایک روز محل کے اندر تشریف لے گئے اس وقت وہ لڑکا بھی آنجناب کے ساتھ تھا۔ آنحضرت نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ کیا تم چاہتے ہو۔ میں دعا کروں تا کہ حقتعالےٰ تمہیں سلطنت کا ایک رکن بنا دے یا آخرت کی سرداری عطا کرے۔ اس نے عرض کیا۔ جو شخص جناب کا مرید ہے۔ اسے آخرت کی سرداری تو ضرور ملیگی۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ جناب دنیا کی سرداری بھی مجھے عنایت فرمائینگے۔ آنحضرت نے مسکرا کر اس کے حق میں دعا کی۔ ابھی ایک مہینہ بھی گذرنے نہ پایا کہ وزیر ہند کا ملازم بن گیا۔ پھر وزیر نے اسے اپنا مقرب بنا لیا۔ حتیٰ کہ وزارت کا تمام انتظام اس کے اختیار میں ہو گیا۔ تمام مغل سردار اس کے محتاج ہو گئے ۔

کرامت - میرے بڑے بھائی حقائق و معارف آگاہ شیخ محمد احسن کے ہاں بڑی آرزوؤں کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ میرے والد ماجد نے اس کا نام غلام زبیر تجویز کیا۔ تین دن نہ گذرنے پائے۔ کہ اس بچے کی حالت ابتر ہو گئی۔ اور قریب المرگ ہو گیا۔ ہمارے گھر میں بڑی گھبراہٹ ہوئی۔ میں نے آنحضرت سے دعائے شفا کی درخواست کی۔ آنجناب کی عادت یہ تھی۔ کہ جب کوئی شخص آکر خواستگار ہوتا۔

تو اگر کام ہونے والا ہوتا۔ تو فرماتے کہ خیر ہے۔ خاطر جمع رکھو۔ یہ کام بفضلِ خدا سرانجام ہو گا۔ لوگوں کو یقین ہو جاتا کہ یہ کام ضرور ہو جائیگا۔ اور اگر وہ کام ہونے والا نہ ہوتا۔ تو فرماتے کہ اللہ تعالےٰ قادر ہے کہ یہ کام کر دے۔ لوگ سمجھ جاتے کہ یہ کام ہونے والا نہیں۔ جب میں نے دعائے شفا کے لئے عرض کیا۔ تو فرمایا کہ خدا قادر ہے۔ کہ شفا دے۔ اسی وقت مجھے یقین ہو گیا۔ کہ لڑکا مر جائیگا۔ جب میں گھر آیا تو دیکھا کہ واقعی لڑکا مرا ہوا ہے۔ مجھے بہت غم ہوا۔ جب آنحضرت نے میرا غم دیکھا۔ تو کمالِ عنایت سے فرمایا۔ کہ غم نہ کرو میں دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالےٰ تمہیں نعم البدل عطا فرمائے ایک گھڑی بعد مراقبہ سے سر اُٹھا کر فرمایا۔ کہ خاطر جمع رکھو۔ تمہارے بھائی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ میں اس خوشخبری سے خوش ہوا۔ واقعی آنحضرت کے فرمان کے مُطابق دس ماہ بعد میرے بھائی کے ہاں ایک لڑکا ہوا جس کا نام پھر غلام زبیر رکھا۔ حق تعالےٰ اسے حضرت خلیفۃ اللہ کی طفیل سے ظاہری اور باطنی کمالات سے بہرہ مند کرے۔ آمین یارب العالمین ؂

کرامت۔ خواجہ مودود چشتی کی اولاد میں سے سید کریم الدین نام جو اس فقیر (مؤلف کتاب) کے یار تھے اور علم معقول و منقول میں خاص قابلیت رکھتے تھے عین جوانی میں مرض تپ دق سے بیمار ہوئے۔ اسی اثناء میں میں حضرت خلیفۃ اللہ کی آستاں بوسی کے لئے روانہ ہوا۔ اور کریم الدین کو معہ یاروں کے اپنے مکان پر چھوڑ گیا۔ جب آنحضرت کے دیدار فائض الانوار سے مشرف ہوا۔ تو کریم الدین کی شفاء کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ آنجناب نے فرمایا۔ کہ اس مرض سے نہیں بچونگا۔ نہ کریم الدین ہمارا یہ خیال نہ تھا۔ کہ وہ اس مرض سے ہلاک ہو جائیگا۔ کیونکہ اس میں کوئی ایسی علامت نہ پائی جاتی تھی۔ بلکہ ان دنوں بیماری میں بہت کچھ تخفیف ہو چکی تھی۔ اور رو بصحت تھا۔ شاید قدرے قلیل باقی رہ گئی ہو۔ تمام حکماء اس کی شفاء پر متفق تھے۔ جب میں پھر اپنے مکان پر گیا۔ تو اسے چنگا بھلا چاق چوبند پایا۔ ایک مہینے تک خاصہ تندرست رہا۔ بعد ازاں اس نے وہاں سے جانا چاہا۔ میں نے اسے بہتیرا روکا۔ لیکن باز نہ آیا۔ آخر مجبور ہو کر رخصت کیا۔ جہاں وہ گیا وہاں پھر مرض عود کر آیا۔ اور تھوڑی مُدت بعد مر گیا۔ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا تھا سچ نکلا ؂

کرامت۔ ایک دفعہ میں نے اپنے مخصوص یار نور محمدؐ کے ہاتھ اپنی عرضی حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں ارسال کی۔ راستے میں لٹیروں نے اُسے آگھیرا اس نے گھبرا کر حضرت خلیفۃ اللہ کی طرف توجہ کی۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے۔ کہ بائیں طرف سے ایک غیبی لشکر نمودار ہوا ہے۔ اُس کے ظاہر ہوتے ہی قزاق بھاگ گئے۔ بعد ازاں وہ لشکر بھی غائب ہوگیا۔

کرامت۔ ایک عزیز کا بیان ہے۔ کہ میں حضرت خلیفۃ اللہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ اور آنحضرت قہوہ پی رہے تھے۔ اور بعض کو از راہِ عنایت پس خوردہ عطاء فرما رہے تھے۔ میں اگرچہ مجلس کے عمدہ آدمیوں میں سے نہ تھا۔ لیکن بے اختیار میرے دل میں آیا۔ کہ کیا اچھا ہو مجھے بھی پس خوردہ عنایت فرمائیں۔ یہ خیال آتے ہی آنحضرت نے دستِ مبارک میں کا جام مجھے عنایت فرمایا۔

کرامت۔ آنحضرت کا ایک خاص اور صاحبدل مرید لکھتا ہے۔ کہ ایک روز میں آنحضرت کی خدمت سراسر سعادت میں حاضر تھا۔ کہ ایک سوداگر بہت سا زر و مال بطور نذر لایا۔ لوگوں نے چاروں طرف سے اُس کی تحسین و آفرین کی۔ اتنے میں میرے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ مجھے اس قدر قدرت دے تو میں اس سے دس گنا نذر دوں۔ چونکہ مجھے ایک پیسہ دینے کی بھی توفیق نہ تھی۔ اس واسطے مجھے بڑی حسرت ہوئی۔ اُسی وقت آنحضرت نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے تمہاری نیاز کو قبول کر لیا ہے۔ تمہارا نیاز یہی تمہاری حسرت ہے۔ تمہاری نیت کے موافق تمہیں اجر ملیگا۔ آنحضرت کے اس فرمانے سے میں پھولا نہ سمایا۔ جتنی پہلے حسرت تھی۔ اتنی ہی مجھے خوشی ہوئی۔

کرامت۔ ایک روز آنحضرت باغ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں ندی کنارے نماز کے لئے اُترے۔ نماز سے فارغ ہوکر نزول بے کیف باخیر و برکت ہوا۔ جو معاملات اس وقت ہوئے۔ اُنکے بارے میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ نہ آنکھوں نے دیکھے نہ کانوں نے سُنے۔ ہر ایک اپنی حالت کے موافق ان کمالات سے بہرہ مند ہوا۔ میں جو اپنی طرف سے باغ کی سیر کے وقت تحف و ہدایا لایا کرتا تھا۔ ان میں دیر ہوگئی۔ میں لینے لگا۔ کہ اتنے میں خاص کمالات کا ظہور ہوا۔ جب

میں تحفے اور ہدیے لیکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو وہ وقت گذر چکا تھا میں نے بہت افسوس کیا اور ایک گوشے میں جاکر نہایت عاجزی سے جناب الٰہی میں عرض کرنے لگا۔ کہ اے پروردگار! مجھے بھی ان کمالات سے بہرہ مند کرنا کیونکہ حضرت خلیفۃ اللہ نے مجھے اِن کمالات کی خوشخبری عطا فرمائی ہے۔ دیر تک میں عاجزی کرتا رہا۔ بعد ازاں حقتعالےٰ نے اپنے فضل اور حضرت خلیفۃ اللہ کے طفیل میری دُعا کو قبول کیا۔ اور ان کمالات کے حصول کا شافی الہام ہوا۔ جب میں پھر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آنحضرت نے بھی مجھے سرافراز فرمایا۔ کہ حقتعالےٰ نے تمہاری عاجزی قبول کرلی ہے۔ اور جو تمہارا مدعا تھا حاصل ہوگیا ہے +

کرامت - رات دن میں آنحضرت کے ہاں کھانے کے چند ایک وقت مقرر تھے۔ پس خوردہ ہزاروں آدمیوں کو عنایت فرمایا کرتے تھے۔ عرس کے دن تو دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ہزاروں آدمی جمع ہوتے۔ تو ہر ایک کو پس خوردہ مل جاتا۔ بلکہ بعض دو دو دفعہ لیتے۔ طرفہ یہ کہ جو مریض یا دردمند وہ پس خوردہ کھاتا شفا پاتا۔ "سور المومن شفاء" "مومن کا پس خوردہ شفا ہے" یہاں صادق آتا تھا +

کرامت - لیلتہ القدر کو حضرت خلیفۃ اللہ کی خانقاہ میں حقتعالےٰ کی تجلیات خاص اور عنایات بے نہایت کا عجیب ظہور آنحضرت کے طفیل لوگوں پر ہوتا۔ اس رات میں وہ خاص وقت جبکہ پورے طور پر رحمت الٰہی شامل حال ہوتی ہے۔ فرشتے اُترتے ہیں۔ اور دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حضرت سُلطان الاولیاء کی توجہ سے لوگوں کو حاصل ہوتا۔ اس واسطے خلقت ہر طرف سے ٹڈی دل کی طرح اس رات آنحضرت کی خدمت میں اس نعمت غیر مترقبہ کو حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتی۔ خانقاہ میں اس قدر ہجوم ہوجاتا کہ نماز کے واسطے کھڑے ہونے کو جگہ نہ ملتی۔ نماز تراویح کے وقت ایک دوسرے کی پیٹھ پر سجدے کرتے تھے۔ ایک عزیز بیان کرتا ہے کہ شب مذکورہ کو لوگ حسب عادت آنحضرت کی خدمت میں آئے ہوئے تھے۔ جو شخص آنحضرت کا مقرب تھا۔ آپ اُس کی نسبت پوچھتے کہ فلاں شخص آیا ہے۔ وہ آداب بجا لاکر آنحضرت کی خدمت میں کھڑا ہوجاتا۔ مجھ میں اس مجلس کی لیاقت نہ تھی کہ آنحضرت مجھے

یاد فرماتے - لیکن بے اختیار میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی - کہ مجھے بھی آنحضرت بلائیں اتنے میں آنحضرت نے میرا نام لیکر پوچھا کہ فلاں شخص بھی آیا ہے - میں آداب بجالا کر اٹھا - اور نہایت ہی خوش ہوا ۔

کرامت - ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا - کہ میں نے سنا ہوا تھا - کہ حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں امراء اور بادشاہ حواس باختہ ہو جاتے ہیں - اور بادشاہوں سے بھی بڑھ کر تعظیم کرتے ہیں - جو شخص آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے بے اختیار تعظیم کرتا ہے - میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا تھا - میں اس ارادے سے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا - کہ میں اوروں کی طرح تعظیم نہیں کروں گا - لیکن جب آنحضرت کا جمال مبارک دیکھا - تو بے اختیار ہو کر معمول سے زیادہ تعظیم بجالایا - بعد ازاں مجھے یقین ہوگیا - کہ یہ بات تائید الہٰی کے سبب سے ہے - میں نے اپنے خیال سے توبہ کی - اور بہت سے لوگ اسی ارادے سے آئے - لیکن پھر اس خیال سے تائب ہوئے - ان کا بیان کرنا موجب طوالت کلام ہے ۔

کرامت - سالکوں کے سینے کے ساتھ اپنا سر لگا کر توجہ دینا حضرت خلیفۃ اللہ کا طریقہ ہے - اس سے پہلے طریقہ احمدیہ معصومیہ میں یہ رواج نہ تھا - بلکہ زانو بزانو بٹھا کر القائے نسبت کیا کرتے تھے - ایک روز اس بارے میں میرے قبلہ گاہ نے وجہ دریافت کرنی چاہی - تو بیان کرنے سے پہلے ہی آنحضرت نے منور باطنی معلوم کر کے فرمایا - کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی بعثت سے پہلے اولیاء گذشتہ میں توجہ دینے کا طریقہ نہ تھا - کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کا قرب تھا - ہر شخص میں اسقدر قابلیت تھی کہ صرف شیخ کی مجلس سے ہی فیض حاصل کر لیا کرتا تھا - جب جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کو ہزار سال کا عرصہ ہو گیا - تو لوگوں کی استعدادیں گم ہو گئیں - اس واسطے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے بذریعہ کشف طریق توجہ معلوم کر کے اسے رواج دیا - نیز جو کمالات حضرت مجدد الف ثانیؒ کو حاصل ہیں - وہ شیخ کی توجہ بغیر حاصل نہیں ہو سکتے - اس واسطے طریقہ احمدیہ میں توجہ کی رسم جاری ہوئی - حضرت مجدد الف ثانی رضؓ کے زمانہ سے لیکر اب تک بھی بہت عرصہ گذر چکا ہے - اس واسطے لوگوں کی استعداد اور بھی کمزور ہو گئی ہے - چونکہ آنحضرت

امام وقت تھے۔ اور طبیب مرض کے مطابق علاج کرتا ہے۔ اِس واسطے اس قسم کی توجہ جو مطلوب کے ملنے کی سب سے قریب کی راہ ہے تجویز فرمائی ؂

کرامت۔ حضرت خلیفۃ اللہ کے دو خاص مُرید صوفی براتی اور میر مرزا نام آپس میں نہایت مخلص تھے۔ میر مرزا صُوفی براتی کو یار عزیز کہا کرتے تھے۔ چونکہ صُوفی براتی خانقاہ کے مدار المہام تھے۔ اور میر مرزا باغ کی سیر کے خواہشمند تھے اکثر صُوفی براتی کو بھی سیر باغ کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اس کی غرض یہ تھی۔ کہ اکثر آنحضرت دن رات میر مرزا کی زبانی فرمایا کرتے تھے۔ کہ یار عزیز ایسا کرنا چاہیئے یا ہم نے ایسا کیا ہے یا ہم ایسا کرینگے یا فلاں مقام پر جائینگے۔ یا وہاں سے آئے ہیں علیٰ ہذا القیاس اسی قسم کے سینکڑوں کلمات ہر روز فرماتے۔ ان باتوں کا ماحصل یہ تھا کہ بعض آدمی جو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور ان کے دل میں گناہوں کا خیال ہوتا تھا۔ یا کسی جگہ جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یا کسی گناہ کے مرتکب ہو کر آتے تھے۔ یا کسی ایسی جگہ جانا چاہتے تھے۔ جہاں گناہ کے مرتکب ہوتے ہوں۔ سو آنحضرت ان کلمات کے ذریعہ ان لوگوں کو متنبہ کرنا چاہتے تھے۔ جن گناہوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ یا مرتکب ہونا چاہتے تھے۔ یا جس مقام سے آتے یا جس مقام پر جانا چاہتے۔ آنحضرت اشارتًا بتادیتے۔ لوگ اپنے افعال و خیالات سے آگاہ ہو کر باز آجاتے کیونکہ انہیں یقین ہو جاتا۔ کہ آنحضرت ہمارے افعال و خطرات سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ پھر عمر بھر کے لئے اس فعل سے باز آجاتے۔ بلکہ اس کا خیال تک دل میں نہ لاتے تھے۔ اگر اتفاقًا خیال آبھی جاتا۔ تو اس سے فورًا توبہ کرتے تھے۔ اس قسم کے خوارق آنحضرت کی ستائش میں داخل نہیں۔ جو کچھ قابل تعریف ہے وہ معارف و اسرار ہیں۔ جو سب سے بڑھیا خوارق ہوتے ہیں۔ جو حقتعالےٰ اپنے خاص بندوں کو عنایت فرماتا ہے۔ جس طرح جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن شریف ہے۔ جو علوم و معارف اسرار الٰہی ہے۔ حضرات سرہند کا سب سے بڑا خوارق اپنے پیغمبر کے کمال اتباع سے ان کا کلام ہے۔ واقعی جو علوم و معارف حضرت مجدد ثانی رضنے بیان فرمائے ہیں۔ ان کا عشر عشیر بھی کسی اور گذشتہ ولی نے بھی بیان نہیں کیا۔ واقعی ان کا کلام حقیقت قرآن کے اسرار ہیں۔ جو اس بات کی پوری دلیل ہے۔ کہ ان کا

کلام عین شریعت کے مطابق ہے۔ اور شریعت عین قرآن ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے اولیاء کا کلام مخالف شرع ہے چنانچہ وحدت وجود کے قائل ہیں۔ اور سماع جو چاروں مذہبوں میں حرام ہے۔ اسے حلال سمجھ کر وصل الی اللہ کہتے ہیں۔ مصرع

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

بلکہ حکمائے فلسفی کے علوم سے نسبت تامہ رکھتے ہیں ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی — ایں رہ کہ تو مے روی بہ ترکستان است

جب میں نے کشف الحقائق مقامات قیومیت آنحضرت کی خدمت میں پیش کی۔ تو بہت بہت پسند کرکے فرمایا۔ کہ یہ علوم و معارف ہزار ہا کرامتوں سے بہتر ہیں۔ اور اس کتاب کے حق میں فرمایا۔ کہ اس سے پہلے کسی ولی اللہ نے ان علوم و معارف کو جو اسرار مقطعات قرآنی ہیں۔ بیان نہیں کیا۔ واقعی یہ علوم و معارف آنحضرت کے ہیں۔ جو بذریعہ باطنی توجہ اس مسکین کو القا فرمائے۔ اور انہیں میں نے لکھ دیا ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست — تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

اب آنحضرت کے بعض مکاشفات لکھے جاتے ہیں :-

ذکر در بیان

بعض مکاشفات حضرت سلطان الاولیاء قیوم زمان خلیفۃ اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکاشفہ۔ ایک روز حضرت خلیفۃ اللہ مراقبہ میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ نہایت اعلیٰ درجہ کی خلعت پہنے ہوئے ہیں۔ جس پر سونے کے پانی سے اسم اللہ ذاتی لکھا ہوا ہے۔ جب آنحضرت نے یہ مکاشفہ حضرت حجۃ اللہ کی خدمت میں بیان کیا۔ تو آنجناب نے فرمایا۔ کہ یہ خلعت منصب قیومیت ہے جو میرے بعد تمہیں نصیب ہوگا۔

مکاشفہ۔ ایک روز حضرت خلیفۃ اللہ نے مکاشفہ میں دیکھا کہ تمام جہان عرش سے فرش تک میرے وجود سے پر ہے۔ جب حضرت حجۃ اللہ سے یہ مکاشفہ

بیان کیا۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ کہ یہ منصب قیومیت کی علامت ہے ؂

مکاشفہ حضرت خلیفۃ اللہ فرماتے تھے۔ کہ شروع حال میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ محبوبیت الٰہی اس طرح مجھ پر غالب آئی۔ کہ میں اپنا عاشق ہو گیا۔ جب میں نے حضرت حجۃ اللہ سے یہ مکاشفہ بیان کیا۔ تو فرمایا کہ یہ محبوبیت ذاتی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔ پھر آنحضرت صلعم کے کمال اتباع سے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت عروۃ الوثقےٰ کو پہنچا۔ یہ محبوبیت ذاتی طینت محمدی یعنی ضمیر بدن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے۔ چنانچہ تمام اولیاء میں سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اس نعمت عظمےٰ سے مشرف فرمایا۔ ان کا بدن مبارک سوائے پاؤں کے تلووں کے طینت پیغمبر کے ضمیر سے بنا ہوا تھا۔ آنحضرت کے بعد حضرت عروۃ الوثقےٰ کو بھی یہی شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ ان کا جسم مبارک اسی ضمیر سے ہے حق تعالےٰ نے اپنے کمال فضل سے وہی نعمت عظمےٰ تمہیں عنایت فرمائی ہے۔ اس کا شکر یہ بجا لاؤ۔ یہ فضل الٰہی ہے۔ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اللہ تعالےٰ صاحب فضل عظیم ہے ؂

مکاشفہ۔ ایک روز کسی تقریب سے حضرت حجۃ اللہ نے حضرت خلیفۃ اللہ سے آنحضرت کی کشف کی بابت پوچھا۔ آنحضرت نے عرض کیا۔ کہ تمام ولایات کی کشف مفصل طور پر مجھے حاصل ہے۔ سالکوں کی بابت بھی مجھے معلوم ہے۔ کہ فلاں شخص ولایت کا چوتھا حصہ طے کر چکا ہے۔ فلاں نصف اور فلاں تین چوتھائی۔ جب حضرت حجۃ اللہ نے سُنا۔ تو فرمایا۔ کہ اس قسم کی کشف کسی ولی کو نصیب نہیں ہوئی۔ صرف حضرت مجدد الف ثانی رہ اور حضرت عروۃ الوثقےٰ کو حاصل تھی۔ اگرچہ تمہارے باپ کی کشف بھی بہت تھی۔ لیکن نہ اس قدر جتنی تم کہتے ہو۔ الحمد للہ علےٰ ذالک ؂

مکاشفہ۔ حضرت مجدد الف ثانی رضے اللہ عنہ فنائے قلب کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ کہ اسم ذات کے بعد عارف کے قلب پر ایسا نور غالب آتا ہے۔ کہ اگر اسے نوح علیہ السلام کی عمر بھی دی جائے اور بتکلف دل میں کوئی خطرہ لانا چاہئے تو بھی نہیں آئیگا۔ یہ ہمارا پہلا قدم ہے۔ بہت سے اس مقام پر پہنچے۔ لیکن یہ حالت

نہیں پائی گئی۔ یہ بات بعض نے حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں بیان کی۔ آنحضرت نے اس امر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ جو کچھ حضرت مجدد الف ثانی رح نے لکھا ہے۔ فی الواقعہ ایسا ہی ہے۔ کہ دل میں سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی خیال نہیں آتا۔ خطرہ دل سے نکل دوسرے لطائف میں سرایت کر جاتا ہے۔ لیکن صاحب معاملہ کی سمجھ میں نہیں آتا۔ تا وقتیکہ ان لطائف کو فنائے اتم حاصل نہ ہو۔ وہ ماسوی اللہ کے پھندے سے نہیں نکلتا۔

مکاشفہ۔ ایک رات عشا کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ اللہ نے فرمایا۔ کہ اس دعا کے وقت میرے دل میں خیال آیا۔ کہ آیا فرشتوں کو بھی لطائف خمسہ حاصل ہیں یا نہیں۔ اتنے میں جو فرشتے آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ ان سے اس بارے میں پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہمیں لطائف کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہمارے اجسام بھی لطائف کی طرح ہیں۔ جہاں ہمارا مقام ہے وہیں ہم ہیں۔ چونکہ ان کے اجسام کثیف تھے۔ اس واسطے اپنے مقام پر ترقی نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ حقتعالےٰ نے یہ لطائف انسان میں رکھے۔ تاکہ اپنے مقام سے ترقی کر سکیں۔ اس امر میں ہم انسان سے افضل ہیں۔ کیونکہ ہمارے اجسام عین ہمارے مقامات میں ہیں۔ لیکن انسان میں یہ لیاقت نہیں۔ پھر آنحضرت نے فرمایا۔ کہ بعض انسان اپنے مقام سے بہت بلند جاتے ہیں۔ ملائکہ نے عرض کیا۔ کہ یہ فضیلت انسان کو ہی حاصل ہے۔ کیونکہ ہم صرف اپنے ہی مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔ آگے ترقی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ومامنا الا لہ مقام معلوم، ہم میں سے ہر ایک کا مقام معلوم ہے۔

مکاشفہ۔ ایک روز حضرت خلیفۃ اللہ نے فرمایا۔ کہ میں نے فرشتوں سے پوچھا۔ کہ حقتعالیٰ نے انسان کو کھانا، پینا، مجامعت اور لباس فاخرہ جیسی نعمتیں دنیا اور جنت میں انسان کو عطا فرمائیں۔ تم ان لذتوں سے محروم ہو۔ انہوں نے کہا۔ آپ قیوم عالم ہیں۔ تمام اشیاء کے حقائق آپ پر منکشف ہیں۔ بعض اسماء کے خواص کی بابت سوال کیا۔ کہ ان کے پڑھنے سے مذکورہ لذتیں قاری کو حاصل ہوتی ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ ہاں اسماء کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ ان کے

پڑھنے سے خاص خاص لذت حاصل ہوئی فرشتوں نے عرض کیا۔ کہ حقتعالےٰ نے ہمیں وہ اسماء سکھائے ہیں۔ جب ہمیں خواہش ہوتی ہے۔ تو پڑھ کر لذت حاصل کر لیتے ہیں پھر آنحضرت نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اگر وہ اسماء انسان بھی پڑھے تو مذکورہ لذتیں حاصل کر سکتا ہے۔ اور ہرگز کھانے پینے، جماع اور لباس کا محتاج نہیں ہوتا یعنی ان اسماء کے پڑھنے سے جس قسم کے کھانے کا دل میں خیال کرے اس کی لذت آجاتی ہے۔ اور جس لباس کی نیت کرے۔ وہی پہنے ہوئے دیکھتا ہے۔ اور لوگ بھی دیکھتے ہیں ؂

مکاشفہ۔ ایک روز میں (مؤلفؒ) نے حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضؓ کے کلام سے علم اور کلام دونو کی صفت پائی جاتی ہے۔ ان میں سے کونسی افضل ہے۔ آخر آنحضرت نے اس امر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ کلام کی صفت افضل ہے۔ کیونکہ جناب الٰہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام کارخانہ الٰہی کلام پر موقوف ہے۔ کتاب کشف الحقائق مقامات قیومیت، میں یہ مقدمہ مفصل لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی کو دیکھنے کا شوق ہو تو اس کتاب میں دیکھے ؂

مکاشفہ حضرت خلیفۃ اللہ نے ۲۹ ماہ رمضان کو فرمایا کہ آج رات بہت سے فرشتے آسمان سے اُترے۔ میں حیران رہ گیا۔ کہ شاید لیلۃ القدر ہے۔ حالانکہ یہ رات گذر چکی تھی۔ اس کے نزول کا سبب میں نے پوچھا۔ تو فرشتوں نے کہا۔ کہ ہم امر الٰہی کے بموجب آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ حق تعالےٰ فرشتوں میں فخریہ فرماتا ہے۔ کہ دیکھو محمد زبیر جیسے بھی میرے بندے ہیں۔ جو شخص پورے اعتقاد سے محمد زبیر کی زیارت کریگا۔ میں اس کے تمام گناہ بخش دوں گا ؂

مکاشفہ۔ ایک روز کسی تقریب سے آنحضرت نے شیخ بدیع الدین کے حق میں فاتحہ کے بعد فرمایا۔ کہ شیخ بدیع الدین صاحب کا جذبہ قوی ہے ؂

✣

ذکر در بیان

عبادات وعادات شب و روز و سال و بیان شمائل و لباس
حضرت قیوم زماں خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ

حضرت پیر دستگیر قیوم زماں حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ کا عمل تمام عبادات اور عادات میں جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سنیہ کے موافق تھا۔ متقی اس درجہ کے تھے۔ کہ آیہ کریمہ "وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی" آنجناب کے حق میں صادق آتی تھی۔ چنانچہ ایک روز میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ ایک شخص لاہور سے بہت سا روپیہ آپ کی خدمت میں بطور نذر لایا۔ آنجناب نے فرمایا۔ کہ اس مال کا مالک مرگیا ہے۔ شاید اُس کے بچے ابھی بالغ ہوئے ہیں۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اس کے مالک نے مرضِ موت سے پہلے یہ روپیہ جناب کی خاطر الگ کردیا تھا۔ اُس کی بیوی نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اور عرض کر بھیجا ہے۔ کہ اگر آنحضرت کو اس کے لینے میں تامل ہو۔ تو عرض کردینا۔ کہ میں نے اپنے مال سے یہ روپیہ بھیجا ہے۔ اور اُس کے بچے بھی بالغ ہوگئے ہیں۔ اور یہ نیاز برضا و رغبت اُنہوں نے بھیجی ہے۔ اس شخص نے بہتیری منت و سماجت کی لیکن بے فائدہ۔ وہ نیاز کا روپیہ آنجناب نے واپس کردیا۔ اس قسم کے ہزارہا واقعات پیش آئے۔ جنہیں اگر لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ حضرت خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء سب سے بڑے۔ عالم۔ متقی۔ سخی۔ بہادر۔ صالح۔ عابد۔ زاہد۔ خلیق۔ عارف۔ فاضل۔ شریف۔ اور اعلیٰ تھے۔ آپ کا وقت اس طرح تقسیم ہوا ہوا تھا۔ کہ پہر رات رہے بلکہ اس سے بھی کم لیکر خانقاہ سے اُٹھتے۔ اور کمال ہی احتیاط سے قبلہ رُخ ہو کر تازہ وضو کرتے۔ لیکن پاؤں دھوتے وقت قطب کی طرف مُنہ کرتے۔ الاسلام حق والکفر باطل، کہہ کر وضو شروع کرتے۔ بعد ازاں کتب احادیث میں جن ادعیہ ماثورہ کا ذکر ہے معہ کلمہ شہادت ہر عضو کے دھوتے وقت پڑھتے تھے۔ ہر عضو میں تین مرتبہ پانی ڈالتے تھے۔ اور ہر وضو کے وقت

مسواک کرتے تھے۔ اکثر آنحضرت کے وضو کا مستعمل پانی لوگ بطور تبرک پیا کرتے جس سے انہیں شفا حاصل ہوتی تھی۔ وضو کے بعد چشم مبارک آسمان کی طرف کر کے دعا پڑھتے تھے۔ تہجد کے وقت نماز سے پہلے سورہ آل عمران کے آخر سے چند آیتیں اور یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا، پڑھتے۔ بعد ازاں نہایت خضوع و خشوع سے نماز ادا کرتے۔ نماز پڑھتے وقت آنحضرت کا چہرہ مبارک اس طرح چمکا کرتا کہ تاریک رات میں آنحضرت کے چہرہ مبارک سے سورج کی طرح کرنیں نکلتیں۔ قیام، قعدہ، رکوع اور سجود کے وقت بلا کیف تجلیات کا ظہور اس قدر ہوتا۔ کہ اس کا اثر لوگوں تک بھی پہنچتا۔ اور نماز میں سورہ یٰسین کو بار بار پڑھ کر قرأت کو لمبا کرتے۔ نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ استغفار پڑھتے۔ پھر بعض نیک عورتوں کو جو سلوک باطن حاصل کیا کرتی تھیں توجہ دیتے۔ صبح کے قریب بطریق سنت تھوڑی دیر کے لیے سو جاتے۔ تاکہ تہجد بین النومین ہو۔ جب صبح ہوتی۔ تو جلدی اٹھ کر حنفی مذہب کے موافق نماز ادا کرتے۔ اور سنت اور فرض کے درمیان تین مرتبہ ہلکی آواز سے "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" پڑھتے یہ کلمہ سارے دن میں پانسو مرتبہ پڑھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس کلمہ کی ترقی ضلال اور اصول کے مابین تک ہے۔ اور ظاہری جمعیت پر بھی یہ کلمہ ازبس مؤثر ہے نماز فریضہ کی امامت پانچوں وقت بنفس نفیس کیا کرتے۔ کیونکہ یہ سنت ہندی ہے نماز کے سلام کے بعد تین مرتبہ استغفار۔ تین مرتبہ تکبیر اور ایک مرتبہ "اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام" پڑھا کرتے فجر کی نماز اور مغرب کی سنتوں کے بعد مذکورہ بالا کلمات پڑھ کر دس مرتبہ "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر انہ علی کل شیء قدیر" پڑھتے۔ اور اس کلمہ کے پڑھنے کی تاکید یاروں کو بھی کرتے۔ صبح کی نماز کے بعد مع اصحاب حلقہ مراقبہ کرتے۔ جب آفتاب اچھی طرح نکل آتا۔ تو اشراق کے وقت نماز اشراق بارہ رکعت چھ سلام سے ادا کرتے۔ جب کبھی مراقبہ دیر تک کرتے تو اشراق اور ضحی کو ملا لیتے۔ اس واسطے آنحضرت دونوں نمازوں کو اکٹھا ہی ادا کر لیتے۔ اس

نماز میں بھی بار بار یسین پڑھتے رہتے۔ نماز کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھ کر بعض یاروں کو بھی اس کلمہ کے پڑھنے کی تاکید کرتے۔ خود آنحضرت پانچ ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ اور ہزار بار درود دن رات میں پڑھا کرتے تھے۔ جب دوپہر ہوتی تو خواب قیلولہ کرتے۔ دو تین گھڑی بعد اٹھ کر نماز زوال بیس بار پڑھ کر ادا کرتے۔ بعد ازاں یاروں کو توجہ دیتے۔ اس وقت توجہ لینے والے چالیس کے قریب ہوا کرتے تھے توجہ کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رض کا ختم اور ختم خواجگان مع اصحاب بیٹھکر پڑھتے۔ بعد ازاں سجدہ میں جاکر تیسرا حصہ دن رہے نماز ظہر ادا کرتے۔ پھر خلوتخانہ میں جاکر قرآن شریف کی تلاوت کرتے۔ یار بھی وہاں جاکر قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ آنحضرت تکیہ لگا کر بیٹھتے۔ اور خواجہ عبد الرحمٰن ورق گردانی کرتے تھے۔ قرآن شریف اور مقطعات قرآنی کے اسرار اور علوم و معارف اس طرح ظہور کرتے تھے۔ کہ اگر اجنبی بھی اس وقت آتا۔ تو دیکھ لیتا۔ کہ یہ مجلس دنیاوی مجلس سے بالکل مناسبت نہیں رکھتی۔ جو امور آخرت کے متعلق ہیں۔ وہ اس وقت آنحضرت پر جلوہ گر ہوتے تھے۔ حضرت خلیفۃ اللہ کی تلاوت حضرت عروۃ الوثقےٰ رض کی مقرر کردہ منازل پر تھی منزل اول کنتم خیر امۃ اخرجت للناس منزل دوم۔ سورۂ انعام۔ منزل سوم نصف واعلموا و قالت الیہود عزیز ابن اللہ، منزل چہارم۔ سورۂ ابراہیم۔ منزل پنجم۔ سورہ انبیاء۔ منزل ششم۔ سورۂ قصص۔ منزل ہفتم۔ سورہ صافات۔ منزل ہشتم۔ سورۂ محمد۔ منزل نہم۔ سورۂ ملک۔ منزل دہم ختم قرآن۔ تلاوت کے بعد ایک گھڑی بیٹھ کر حقائق و سعادت کا تذکرہ ہوتا۔ آخری عمر میں تلاوت کے بعد خلوت کرتے۔ اور لوگوں کو وہاں سے رخصت کر دیتے۔ صرف ایک دو آدمی حاضر خدمت رہتے۔ جب دن کا ساتواں حصہ باقی رہتا۔ تو محل کے اندر تشریف لے جاتے۔ اور اہل و عیال سمیت کھانا کھا کر جلدی ہی نماز عصر کے لئے آتے۔ آنحضرت صرف اسی کھانا کھاتے وقت اہل و عیال کے حالات کی احوال پرسی کرتے۔ آنجناب بہت کم کھایا پیا کرتے تھے کیونکہ دن رات میں صرف ایک دفعہ اور وہ بھی کوئی اڑھائی چھٹانک کے قریب بلکہ بعض وقت آدھ پاؤ۔ اکثر آنحضرت روٹی۔ چاول اور گوشت گوسفند سے رغبت

کھایا کرتے تھے۔ دسترخوان پر ترش چیزیں مثلاً چٹنی، اچار وغیرہ بھی موجود ہوتیں۔ اور خواہش سے تناول فرماتے۔ بلکہ ترشی بغیر کھانا ہی نہ کھاتے میٹھی چیزیں بھی بڑی خواہش سے کھاتے تھے۔ چنانچہ نفیس تر حلوے آپ کی نیاز مقرر تھا۔ اگر کوئی تر حلوے لاتا بہت خوش ہوتے۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر کرتے۔ عصر کی نماز کے بعد سو مرتبہ استغفار کرتے اور یاروں کو بھی پڑھنے کی تاکید کرتے۔ استغفار کے بعد اکثر اوقات خاموش رہتے۔ یا بھی اس وقت حلقہ باندھے باطن کی طرف متوجہ ہوتے۔ جب دربار عام ہوتا۔ تو تمام وضیع و شریف حاضر خدمت ہوتے۔ آنجناب وعظ و نصیحت کیا کرتے اور امراء و سلاطین کی پروانہ کیا کرتے تھے۔ جب شام ہوتی۔ تو مغرب کی نماز ادا کرنے ادعیہ ماثورہ پڑھا کرتے۔ پچیس مرتبہ صبح شام "استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الحی القیوم الذی لا یموت واتوب الیہ رب اغفر لی" پڑھتے۔ اور اصحاب کو بھی یہی پڑھنے کی تاکید کرتے اور استغفار کے خواص بیان فرماتے تھے۔ کہ جو شخص اسے پڑھتا ہے اس کے گھر اور شہر پر کوئی آفت نہیں آتی صبح شام تین مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام پر درود بھیجے اور فرماتے جو شخص حضرت آدمؑ پر درود بھیجتا ہے۔ حق تعالےٰ اُسے بہشت میں جگہ دے گا۔ دعاؤں سے فارغ ہو کر چھ رکعت نماز اوابین پڑھتے جس میں سورہ واقعہ بار بار پڑھتے تھے۔ علاوہ سورہ واقعہ کے اور سورتیں بھی اس نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ بعد ازاں جن اصحاب کی باری ہوتی انہیں توجہ دیتے تھے۔ اتنے میں آدھی رات کا وقت ہو جاتا تھا۔ پھر تازہ وضو کر کے عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہ چار سنتیں آپ نے قضا کی ہوں۔ وتر اور عشاء کے مابین چار رکعت نماز قیام اللیل ادا کرتے تھے۔ اس نماز میں شافعی مذہب پر عمل کرتے تھے۔ یعنی سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ اس نماز کی پہلی رکعت میں سورہ الم سجدہ۔ دوسری میں سورہ حم دخان تیسری رکعت میں سورہ ملک اور چوتھی میں سورہ قیامت پڑھتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ یہ سورۃ قبر اور قیامت کے عذاب کے لئے بہت مفید ہے۔ وتروں میں قنوت شافعی اور قنوت حنفی کو ملا لیا کرتے

تھے۔ وتر کے بعد سبحان الملک القدوس پڑھتے تھے۔ اور چار رکعت دو سلام سے بیٹھ کر بھی پڑھتے تھے۔ بعد ازاں دیر تک دعا میں مستغرق رہتے۔ اس وقت لوگ اپنی اپنی اُمیدیں اور آرزوئیں عرض کرتے تھے۔ دُعا سے فارغ ہو کر بعض اوقات فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں اس وقت اپنے خدا کے پاس ہوتا ہوں۔ لوگ مجھے آکر تکلیف دیتے ہیں۔ اس وقت آنحضرت پر مقطعات قرآنی کے اسرار ظاہر ہوا کرتے تھے۔ دُعا سے فارغ ہو کر پان کھاتے اور پس خوردہ لوگوں کو عنایت فرماتے۔ بعد ازاں پھر اصحاب کو بلا کر توجہ دیتے تھے۔ جس طرح حضرت خلیفۃ اللہ ارشاد میں مشغول تھے۔ اس طرح کوئی بھی شیخ سُننے میں نہیں آیا۔ آخری مرض میں جبکہ بالکل قوت نہ تھی۔ اور تمام حکماء نے کہدیا تھا۔ کہ اگر چند روز کے لئے توجہ موقوف کر دیں۔ تو اس مرض میں ضرور تخفیف ہو جائے گی۔ لیکن آنحضرت نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اور ارشاد بدستور قائم رکھا۔ اسی واسطے آنحضرت کے خلفا جنید بایزیدؒ ثانی تھے۔ توجہ دینے کے بعد سر مبارک تکیہ پر رکھ کر دبواتے تھے۔ تاکہ تکان دُور ہو جائے۔ پھر جلدی اُٹھ کر تازہ وضو کر کے خلوت میں جا کر نماز تہجد ادا کرتے۔ اس سے پہلے سُنّت عشاء مسجد میں ادا کرتے باقی کی نماز اور توجہ خلوت میں ادا کرتے اور آخری عمر میں جبکہ ضعف غالب آیا۔ تو مسجد سے خلوتخانے میں آدمی کے سہارے آتے تھے۔ اگر اس وقت میں (مصنفؒ) حاضر ہوتا تو یہ سعادت مجھے نصیب ہوتی۔ ساری رات آنحضرت بیدار رہتے۔ دن رات میں صرف گھڑی دو گھڑی سوتے۔ آٹھ پہر میں صرف ایک بار کھانا کھاتے۔ آٹھ پہر میں کوئی وقت عبادت سے خالی نہ تھا۔

آنحضرت کی عادات وعبادات انسانی اور ملکی طاقت سے باہر تھیں ؎

ملک را اگرچہ عصمت پارسائی است — از ایشاں کردہ کسب پارسائی است

جمعہ کے روز تلاوت قرآن کی بجائے تین سورتیں (سورہ کہف۔ آل عمران۔ یہود) پڑھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ سورۂ آل عمران کے سُننے کے لئے بہت سے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ جمعہ اور دونوں عیدوں کی نمازیں خانقاہ میں ادا کیا کرتے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد تھوڑی دیر خلوت میں رہ کر سرہندی باغ یا

محسن خاں کے باغ کی سیر کو جایا کرتے تھے۔ خواجہ محمد احرار کی وفات کے بعد باغ کی سیر بھی ترک کر دی۔ ماہ رمضان میں دوسرے دنوں کی نسبت دوچند تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور تراویح میں دو مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے۔ ہر تراویح کے بعد دیر تک مراقبہ کرتے اور آہستہ آواز سے تسبیح پڑھتے تھے۔ قیام اللیل والی سورتوں میں سے کوئی سی سورۃ ہر تراویح میں پڑھتے تھے۔ تیسرا حصہ رات گئے تراویح میں مشغول ہوتے تھے۔ چھٹا حصہ رات رہے فارغ ہوتے۔ اس مہینے میں انوار اور تجلیات کا عجب ظہور ہوتا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس مہینے میں رحمت الٰہی بارش کی طرح برستی ہے۔ اور فرشتے اس خانقاہ سے لیکر آسمان تک صف بستہ رہتے ہیں۔ لیلۃ القدر میں انوار الٰہی اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اور تمام فرشتے آسمان سے زمین پر اتر آتے ہیں۔ ہر مہینے میں ایک دو دفعہ بہت خلقت کے ساتھ باغ میں تشریف لیجاتے لوگوں کو طرح طرح کے میوے حلوے تقسیم کرتے۔ دن رات وہیں ہنسی خوشی میں مشغول رہتے۔ بعض اوقات دو دن اور دو راتیں گذر جاتیں۔ چونکہ آنحضرت باغ میں لوگوں پر عنایت کیا کرتے تھے۔ اس واسطے باغ سیر کی خبر سن کر ہر شخص تحفے اور ہدیئے آنحضرت کی خدمت میں لاتا۔ بتیس سال آنحضرت شاہجہان آباد میں رہے۔ لیکن سوائے باغ کی سیر کے اور کہیں نہ گئے۔ ہاں آنجناب کا مخصوص یار شریف نیکخاں آپ کو دو دفعہ بڑی منت و سماجت سے شہر سے بارہ میل کے فاصلہ پر اپنے مقبوضہ محل میں لے گیا۔ جو شاہجہاں نے بنوایا تھا۔ اور نہایت سیر و تماشا کا مقام تھا۔ کئی مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ نے حضرت خلیفۃ اللہ سے عرض کیا۔ کہ ایک دفعہ ہماری قبر پر شہر کے باہر تشریف لائیں۔ آنحضرت نے جانے کا ارادہ بھی کیا۔ لیکن اتفاق نہ ہوا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کے عرس کے روز تشریف لیجاتے اور فاتحہ پڑھ کر شیرینی تقسیم کرتے آنحضرت سال میں چار عرس خود کیا کرتے تھے۔ تین حضرت مجدد الف ثانی و حضرت عروۃ الوثقےٰ رضی اور حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہم کے اور چوتھا اپنے والد ماجد حضرت ابوالعلیٰ کا۔ ان عرسوں میں حافظ قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اور آنحضرت

معہ یاروں کے مراقبہ کرتے تھے۔ بعد ازاں عمدہ عمدہ مٹھائیاں۔ قہوہ۔ لونگ۔ دارچینی۔
اور مصری ملا کر فاتحہ پڑھتے۔ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے عرس
کے روز مٹھائی منگا کر فاتحہ پڑھتے تھے۔ آپ کسی کے ہاں تشریف نہیں لیجاتے تھے
چند مرتبہ بڑے بڑے امرا نے دعوتیں کیں۔ اور منت وسماجت بھی کی لیکن
آپ نے قبول نہ کی۔ اسی وجہ سے روشن الدولہ آپ سے منحرف ہو گیا۔ اور عقیبت
میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوا۔ جیسا کہ اٹھائیسویں سال کے حالات میں لکھا گیا ہے۔
لیکن اپنے مخلص مریدوں کی دعوت خواہ وہ ادنے درجہ ہی کے ہوتے قبول کر لیتے
بلکہ کبھی کبھی انکی ماتم پرسی کے لئے جاتے۔ اور اپنے خاندان یا حضرت مجدد الف ثانی
رضے اللہ عنہ کی اولاد کے گھروں میں تشریف لیجاتے۔ اور اُن کی بیمار پرسی اور
ماتم پرسی کیا کرتے تھے۔ اور اپنی قوم کے بڑے آدمیوں کی عزت کرتے چنانچہ
انہیں اپنے برابر بٹھاتے۔ ویسے اپنی ساری قوم کی عزت کرتے تھے۔ مجلس میں
سب سے اُونچی جگہ انہیں دیتے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رضؓ کی اولاد کو تمام
جہان سے افضل جانتے تھے حضرت مجدد الف ثانی رضؓ حضرت عروۃ الوثقےٰ رضؓ اور
حضرت حجۃ اللہ کو صاحب طینت واصالت محمدی اور قیومیت کے باعث تمام خلقت
سے افضل جانتے تھے۔ حضرت عروۃ الوثقےٰ کے بلاواسطہ فرزندوں کو سوائے
صحابہ و تابعین باقی تمام گذشتہ وآئندہ اولیاء سے افضل سمجھتے تھے۔ حضرت
عروۃ الوثقےٰ رضؓ کے فرزندوں میں سے حضرت حجۃ اللہ کے سوا تمام فرزندوں سے
حضرت مروج الشریعت کو اچھا سمجھتے تھے۔ اور صاحب طینت واصالت محمدی
خیال کرتے تھے۔ سوائے حضرت مروج الشریعت اور حضرات قیوم اربعہ کے کسی کو
صاحب طینت واصالت ومقطعات قرآنی نہیں جانتے تھے۔ حضرت خازن الرحمت
کو اولیائے اُمت میں سے مستثنٰے سمجھتے تھے۔ اپنے والد بزرگوار کو بلحاظ بزرگی
کے حضرت عروۃ الوثقےٰ رضؓ کے فرزندوں کے برابر سمجھتے تھے۔ اصحاب۔ تابعین۔
تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کو اولیاء سے افضل جانتے تھے۔ اصحاب کے محاربات کی
تاویل کیا کرتے تھے۔ یزید کو لعنت کرنے میں آپ کو تامل تھا۔ اولیائے اُمت کی تعظیم
کیا کرتے تھے۔ ارباب صحو کو ارباب سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ اور ارباب عشرت

کو ارباب عزلت سے افضل جانتے تھے۔ حضرت عروۃ الوثقےٰ کے فرزندوں کو حضرت کے لفظ سے یاد فرماتے۔ ماہ محرم میں تین دن یعنی نویں دسویں اور گیارھویں تاریخوں کو روزہ رکھتے۔ اور سنتیں جو روز عاشورہ کو کی جاتی تھیں کرتے لیکن عاشورہ کی نماز نفل باجماعت ادا نہ کرتے تھے۔ سوائے تراویح کے اور کوئی نفلی نماز باجماعت ادا نہ کرتے بلکہ ایسا کرنے سے روکتے تھے۔ ماہ ذوالحجہ کی ساتویں آٹھویں اور نانویں تاریخ کو روزہ رکھتے۔ دعائے عرفہ پڑھتے اس روز صلواۃ التسبیح بھی پڑھا کرتے تھے۔ ماہ شعبان کی چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھتے۔ نماز فریضہ کے بعد فاتحہ و دعا نہ پڑھتے مگر فجر اور عصر کے وقت۔ جس میں کراہت کا شبہ ہوتا وہ عمل نہ کرتے۔ عموماً دونو مذہبوں شافعی اور حنفی کو ملا کر ان پر عمل کرتے تھے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کو مجتہدوں سے افضل جانتے تھے۔ محی الدین عربی کی تعریف کیا کرتے تھے اُس کے مخالف شرع کلام کو خطائے کشفی کہا کرتے تھے۔ اِس بارے میں اپنے والد بزرگوار کی بابت بیان کرتے ہیں۔ کہ آنجناب خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رہ کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ظاہر ہو کر فرمایا۔ کہ تم نے بھائی بہاؤ الدین میں ہم سے کونسی زیادتی دیکھی ہے جو انہیں ہم سے افضل جانتے ہو۔ میرے والد بزرگوار نے حضرت خلیفۃ اللہ کی رائے بیان کی۔ کہ آئندہ میں فضیلت نہ دوں گا۔ آنحضرت اِن دونوں بزرگوں کو سوائے حضرات سرہند۔ صحابہ اور تابعین کے تمام اولیائے امت سے افضل جانتے تھے۔

ذکر دربیان

حلیہ مبارک حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہٗ

اب آنحضرت کا حلیہ مبارک بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ سالکوں کے لئے اپنے شیخ کی صورت کو ذہن میں رکھ کر اس کا دیکھنا واجب ہے۔ یہ سایہ رہبر یہ ہوتا ہے آنحضرت تمام قد اور پُر اندام تھے۔ قد مبارک نہ بہت بلند نہ بہت پست بلکہ متوسط تھا۔ جس کی شان میں "خیر الامور اوسطھا" وارد ہے۔ آنجناب کی جسامت

بھی اوسط درجہ کی تھی۔ سر مبارک گول۔ پیشانی چوڑی اور فراخ۔ سجدے کا نور جبین میں پر نقش بنائے ہوئے تھا۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود، جناب کی پیشانی مبارک پر ظاہر تھا ؎

جنبش از سجود دستش گشتہ پُر نور
چو در مصحف نمایاں آیتے نور

ابرو کشادہ تھے۔ نرگس آنکھیں بڑی بڑی اور سفیدی چشم سرخی مائل تھی۔ جس طرف نگاہ کرتے تھے۔ لوگ بے اختیار ہو جاتے تھے۔ ان میں طاقت نہ رہتی کہ آنجناب کی آنکھوں کی طرف دیکھ سکیں۔ آنجناب کے دیکھنے سے اُن پر ایک کیفیت سی آجاتی ؎

بہر دیدن جہانے مست و مدہوش
بہر کشور ز فیضش جوشش در جوش

ناک بلند۔ رخسارے آفتاب کی طرح درخشاں۔ لب بہت باریک۔ اگرچہ آخری عمر میں دندان مبارک گر گئے تھے۔ چنانچہ ایک دانت اب تک میرے (مؤلف کتاب) پاس بھی ہے۔ لیکن کوئی معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ گفتگو کے وقت سختی سے کلام نہ کرتے تھے۔ جیسا کہ بے دانتوں والے کرتے ہیں۔ ڈاڑھی سیاہ و سفید تھی خط اس قسم کا تھا۔ کہ ایک بال بھی لائن میں سے آگے رخسارے پر نہ تھا۔ ڈاڑھی نہ زیادہ لمبی تھی نہ زیادہ گھنی۔ سر کے بال سال میں تین مرتبہ منڈواتے تھے۔ خواہ حجامت بنواتے یا خط خواہ ناخن لواتے سب کچھ سوموار کے دن ہوا کرتا تھا۔ جب منڈواتے تھے۔ تو اس روز گرد و نواح کے لوگ بال لینے کے لئے جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اور انہیں بڑی دقت سے ایک بال ہاتھ آیا کرتا تھا۔ ہر فصل میں فصد کرایا کرتے تھے مونچھیں برابر کر دیا کرتے تھے۔ ہاتھ بہت نازک تھے۔ انگلیوں پر لمبی اور نرم پوست تھی۔ پاؤں لمبے اور چوڑے تھے۔ اور ایڑی معشوقوں کے رخساروں کی طرح چمکیلی تھی۔ آنحضرت کے تمام بدن پر سوائے مقررہ مقامات کے اور کہیں بال نہ تھے صرف جناب کے سینہ بے کینہ پر بموجب سنت بہت تھوڑے سے بال تھے اور کہیں نہ تھے۔ آنحضرت کا رنگ سرخ و سپید یعنی ملیح و صبیح تھا۔ جناب کا تمام بدن مبارک ہتھیلی کی طرح بالوں سے صاف تھا۔ کبھی دیکھا نہ گیا۔ کہ آنحضرت کے بدن مبارک پر گرد و غبار یا میل کا نشان ہو۔ غرضیکہ آنحضرت کی خوبئے حسن اور خود خصلت انبیاء کے مشابہ تھی۔ جو شخص آنحضرت کو دیکھتا بے اختیار بول اٹھتا۔ کہ

یہ خلیفۃ اللہ اور نائب مناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؎

بدین دولت از دانش رواج ورونق دیگر بید موئے بدم عیسے بخوبی ماہ کنعانی

آنحضرت کا لباس مبارک ہند کے طور پر پیراہن، خرقہ، قمیص اور فرغل، فرجی آپ نے کبھی زیب تن نہ فرمایا۔ دستار و عمامہ ولائیتوں کی طرح باندھتے تھے۔ شلوار پہنا کرتے تھے۔ جاڑے کے موسم میں روئی دار قبا وغیرہ پہنا کرتے۔ روئی دار رضائی کا استعمال کرتے۔ شال آپ کبھی سر پر نہ اوڑھتے۔ رات کے وقت کبھی کبھی طوسی شال تہ کرکے کندھوں پر ڈال کر سینے مبارک پر گرہ لگا لیتے یا مراقبہ کے وقت چہرہ مبارک پر ڈال لیتے تھے۔ گرمی کے موسم میں بہت باریک چادر ہوا کرتی تھی۔ جس سے چہرہ مبارک کو ڈھانکا کرتے تھے۔ آنحضرت کا لباس بیش قیمت ہوا کرتا تھا۔ لیکن سنہری روپہری نہیں۔ جمعہ اور دونو عیدوں کے دن غسل کرکے لباس تبدیل کرتے تھے۔ سواری کے وقت کبھی کبھی شلوار کے اندر چھوٹا تہ بند یا لنگوٹ ہوتا۔ پاپوش مبارک بانائی نہایت پر تکلف ہوا کرتی۔ اکثر کاڑھا ہوا رومال یا عمامہ سر پر رکھتے تھے۔ آنجناب کی مسند پر سوئی کا کام کیا ہوا ہوتا تھا نیچے توشک اور اس پر تکیہ۔ تصلے جدا تھا۔ جاڑے میں جو تصلے ہوتا۔ احتیاطاً اس پر رومال ڈال لیا کرتے تھے۔ آنحضرت کی مجلس کا رعب اور دبدبہ اس قدر تھا۔ کہ تمام یار خلفاء اور فرزند ڈرتے، کانپتے، بُت بنے رہتے تھے۔ دم نہیں مار سکتے تھے۔ خواہ اعلےٰ یا ادنےٰ جو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا اس کی یہی کیفیت ہوتی۔ جیسا کہ گیارھویں سال کے حالات میں لکھا گیا ہے۔ آنحضرت غرباء اور فقراء کی بہت تواضع کیا کرتے تھے۔ ہر روز ان کے حالات پوچھا کرتے۔ اُن پر مہربانی کیا کرتے تھے۔ اور ان سے اس طرح ہمکلام ہوتے کہ انہیں یقین ہو جاتا کہ ہمیں سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ ایک روز ایک دیہاتی پٹھان دور دراز فاصلہ سے آنحضرت کی زیارت کے لئے آیا۔ اور مجلس مبارک میں داخل ہوا۔ جب مجلس کا جاہ وجلال دیکھا۔ تو حیران ہوکر ڈرتا، کانپتا دور کھڑا ہوگیا۔ اس کی مجال نہ تھی۔ کہ آگے بڑھ کر مجلس میں شامل ہو۔ اس کا لباس بھی پھٹا پرانا اور میلا تھا۔ جب آنحضرت نے دیکھا کہ وہ ڈرتا ہے۔ تو از راہ لطف وکرم اسے بلایا۔ اور اپنے خاص

کپڑے اسے عنایت فرمائے۔ روز بروز اس اس پر زیادہ شفقت کرتے۔ حتیٰ کہ تمام لوگ اس کا حسد کرنے لگے۔ آنحضرت اکثر اوقات غربا اور فقرا کو اپنے پاس بلا کر انکے حالات پوچھا کرتے تھے۔ اور کبھی ان کا کھانا منگا کر اپنے ہاتھ سے کھلاتے۔ اور پھر کچھ دیکر رخصت کرتے۔ لیکن دولتمندوں کی ذری پرواہ نہ کرتے۔

ذکر دربیان

خصائص حضرت قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء کہ ممتاز اند از ابنائے جنس خود

آنحضرت کے خصائص بے شمار ہیں۔ لیکن یہاں پر صرف چند ایک مشہور لکھے جاتے ہیں:۔

خاصہ:۔ آنحضرت کو حقتعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ضمیر طینت سے پیدا کیا۔ اور اصالت محمدی سے مشرف فرمایا۔

خاصہ۔ آنحضرت قیوم مخلوقات اور خلیفہ پروردگار ہوئے۔

خاصہ۔ اللہ تعالےٰ نے خلت ابراہیمی آنحضرت کو عطا فرمائی۔

خاصہ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو محبوبیت ذاتی جو خاصہ نبوت ہے۔ بطریق تبعیت عنایت فرمائی۔

خاصہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسے علیہ السلام کی طرح آنحضرت سے بھی کلام بیواسطہ کیا۔

خاصہ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت پر مقطعات قرآنی کے اسرار منکشف فرمائے۔

خاصہ۔ حقتعالےٰ نے آنحضرت کی دنیا کو بمنزلہ آخرت کر دیا۔

خاصہ۔ حقتعالیٰ نے آنحضرت پر تینوں ولائیتوں صغرےٰ کبرےٰ اور علیا کے تمام کمالات اور مقامات اور کمالات نبوت کے تمام حقائق جن سے مراد حقیقت کعبہ حقیقت صلوٰۃ اور حقیقت قرآن ہیں مفصل منکشف فرمائے۔

خاصہ۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت کے مرید کو آنجناب کے طفیل سے ان

مقامات ولایت اور حقائق کمالات نبوت سے مشرف فرمایا ؛

خاصہ - اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو حضرت مجدد الف ثانی رضہ کے بعد دوسری صدی کا مجدد بنایا ؛

خاصہ - واضح رہے کہ مذکورہ بالا تمام کمالات صرف قیوم اربعہ سے مخصوص ہیں۔ اور کسی ولی کو نصیب نہیں ہوئے - ان تمام کمالات کے بانی حضرت قیوم اوّل مجدد الف ثانی رضہ ہیں۔ اور ان علوم، معارف اور کمالات کے خاتم حضرت خلیفۃ اللہ ہیں ؛

خاصہ - حضرت حجت اللہ نے حضرت خلیفۃ اللہ کو قطبیت - قیومیت محبوبیت ذاتی اور ولایت محمدی کی خوشخبری عنایت فرمائی - نیز آنحضرت امام اور خلیفہ تھے ؛

خاصہ حقتعالیٰ نے آنحضرت کو فردیت کا منصب عنایت کیا ؛

خاصہ - آنحضرت کے مُرید بھی صاحب منصب تھے - چنانچہ شیخ محمد عابد سلطان پور کے قطب تھے - اور صوفی مرزا جانی کو ابدالی رتبہ حاصل تھا - علیٰ ہذا القیاس بعض اور بھی صاحب مرتبہ و منصب تھے ؛

خاصہ - اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو بالغ ہونے سے پیشتر ہی ان علوم و معارف سے مشرف فرمایا ؛

خاصہ - حضرت حجۃ اللہ نے آنحضرت کو اپنے سامنے مسند ارشاد پر اپنے برابر بٹھا کر لوگوں کو توجہ دلائی - آنحضرت نے بہتیرا پاس ادب توجہ دینے میں تامل کیا - لیکن حضرت حجۃ اللہ نے نہایت تاکید سے اپنے سامنے بٹھا کر لوگوں کو ایک طرف سے خود توجہ دی - اور دوسری طرف سے آنحضرت سے دلوائی - اسی طرح حلقہ ختم کیا کرتے تھے - اس قسم کا سلوک کسی پیر نے اپنے مرید سے نہیں کیا ؛

خاصہ - حضرت حجۃ اللہ نے اپنے تمام یاروں اور خلیفوں کو آنحضرت کے سپرد کیا ؛

خاصہ - اس طریقہ علیہ کے بڑے بڑے آدمی مثلاً حضرت عروۃ الوثقےٰ رہ کے فرزند حضرت محمد صدیق اور حضرت مروج الشریعت کے فرزند خواجہ محمد پارسا اور حاجی فضل اللہ اور شیخ محمد شانی الحال اور اور بزرگ آنحضرت کی قطبیت اور

قیومیت کے معتقد ہوئے۔ بلکہ غیر طریق کے مشائخ نے بھی آنحضرت کی قطبیت کو تسلیم کیا ؛

خاصہ۔ آنحضرت نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال پیروی سے اپنے یاروں کی قبولیت اور مغفرت کی خوشخبری عنایت فرمائی۔ مثلاً اصحابِ جبل اصحابِ بساط۔ اصحاب ارم۔ اصحاب مطر اور عشرہ مبشرہ۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اصحاب بدر۔ اصحاب تبعیت۔ رضوان اور عشرہ مبشرہ کی قبولیت ومغفرت کی خوشخبری دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت خلیفۃ اللہ کے یاروں کو اصحاب کے کمالات سے مشرف فرمایا ؛

خاصہ۔ حضرت حجۃ اللہ کی زندگی میں آنحضرت کا ارشاد اس قدر ہو گیا کہ قریباً سات لاکھ آدمی مرید ہوئے۔ اور تین چار ہزار خلفاء بھی ہو گئے تھے۔ ہر ایک خلیفہ کے ہزاروں مرید تھے۔ آنحضرت کا سلسلہ مریدی عین حیات میں پانچ درجے تک پہنچ چکا تھا ؛

خاصہ۔ بیس سال کی عمر میں تمام کمالاتِ انبیاء بطریقِ وراثت اور کمالات اولیا بطریق ریاست حقتعالیٰ نے آنحضرت کو عنایت فرمائے ؛

خاصہ۔ چند مرتبہ سلطانِ وقت نے حاضر خدمت ہونے کی درخواست کی۔ جو قبول نہ ہوئی ؛

خاصہ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو سلطان الاولیاء کا خطاب دیا ؛

خاصہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ الہام خبر دی کہ تم اس امت کے آخری مشہور شیخ ہو۔ تمہارے بعد کوئی کامل اور وارث اتم شیخ نہیں ہوگا ؛

خاصہ۔ مہدئ موعود حضرت خلیفۃ اللہ کے طریقہ سنیہ میں مبعوث ہونگے ؛

خاصہ۔ قیامت کے دن پلصراط پر سے آدمیوں کو آسانی سے گذارنے کی خدمت آنحضرت کے سپرد ہوئی۔

خاصہ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کے ایک مرید پر آنحضرت کے طفیل سے مقطعات قرآنی کے اسرار منکشف فرمائے ؛

خاصہ - آنحضرت اسم اعظم کے عالم تھے *

خاصہ - آنحضرت بعض ان اسماء کے عالم تھے - جن کے پڑھنے سے دنیاوی لذت حاصل ہو جاتی ہے - مثلاً کھانا - پینا - صحبت کرنا - اور لباس وغیرہ *

خاصہ - نماز کے وقت آنحضرت کا وصال ہوا صبح کی نماز ادا کر کے نماز اشراق کے انتظار میں مراقبہ کر رہے تھے - کہ معشوق حقیقی سے جا ملے - یہ بھی انبیاء کا طریقہ ہے - کہ ان کا آخری قول و فعل نماز ہوتا ہے *

ذکر در بیان

واقعاتیکہ دلالت بر انتقال آنحضرت میکند

اول وہ واقعات بیان کرتا ہوں - جو میں (مؤلف) نے دیکھے ہیں :-

واقعہ - جب آنحضرت نے مجھے (مؤلف) چھتیسویں سال قیومیت میں تاکید مزید سے رخصت فرمایا - تو مجھے مشرقی علاقے میں گئے ہوئے ابھی دو تین مہینے گذرے تھے - کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں - کہ ایک شخص نے مجھے تنبیہ کی - کہ شاہجہان آباد سے جلدی خبر منگاؤ - میں نے حیران ہو کر پوچھا کیسی خبر؟ اس نے کہا - قطب وقت جو تیرے پیر ہیں - عنقریب ہی شاہجہان آباد ان کے وجود سے خالی ہو جائے گا - میں پریشان اور بے اختیار ہو کر آہ و زاری کرنے لگا حتی کہ روتا چلاتا جاگ پڑا - لوگ جو اس وقت موجود تھے - انہوں نے رونے کا سبب پوچھا - میں ایسا گھبرایا ہوا تھا - کہ بات نہیں کر سکتا تھا *

واقعہ - جن دنوں میں نے اپنے بعض یاروں کو آنحضرت کی خدمت میں بھیجا ان کے آنے سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا - کہ وہ آکر کہتے ہیں - کہ حضرت خلیفۃ اللہ کے وصال کا فاتحہ پڑھو - میں یہ سنکر جاگ پڑا - اور بہت گھبرایا - انہوں نے آکر ایسے حالات بیان کئے - جو آنحضرت کے انتقال پر دلالت کرتے تھے *

واقعہ - ایک روز میں نے خواب میں دیکھا - کہ آنحضرت کی خانقاہ میں لوگ روتے چلاتے ہیں - میں نے سبب پوچھا - تو کہا - کہ خلیفۃ اللہ فوت ہو گئے ہیں - میں گھبرا کر محل کے اندر گیا - اور آنحضرت کی والدہ ماجدہ سے پوچھا - کہ حضرت خلیفۃ اللہ کہاں ہیں؟

اُنہوں نے روتے ہُوئے فرمایا۔ کہ وہ اس جہان سے سفر کر گئے ہیں۔ میں یہ وحشت ناک خواب دیکھ کر جاگ پڑا۔ اس وقت آنحضرت کا یار محمد اعظم میرے پاس بیٹھا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ آجکل میں شاہجہان آباد سے کوئی خبر آئی ہے۔ اُس نے جب میرے چہرے پر گھبراہٹ کی علامتیں دیکھیں۔ تو کہا ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم نے کوئی ہولناک خواب دیکھا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا یہ خواب پریشان ہیں +

واقعہ۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں آنحضرت کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں۔ جب حویلی میں پہنچا۔ تو صحن میں ایک قبر دیکھی۔ جس کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ حضرت خلیفۃ اللہ کی قبر ہے۔ بعینہٖ وہ قبر جو خواب میں دیکھی تھی۔ ظاہری آنکھوں سے دیکھ لی +

واقعہ۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرات سرہند کے روضوں میں اس طریق کے اکثر مشائخ ہزار ہا آدمیوں سمیت رو رہے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا۔ تو کہا۔ کہ ہمارے سردار قطب وقت فوت ہو گئے ہیں +

واقعہ۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میرے بڑے بھائی شیخ محمد محسن آکر کہتے ہیں۔ کہ سلطان الاولیاء قیوم جہان کا وصال ہو گیا ہے۔ انہیں دنوں انھوں نے آکر آنحضرت کی بیماری کا حال سنایا +

واقعہ۔ جب پے درپے یہ ہولناک خواب دیکھے۔ تو میں نے اس بھید کے کشف ہونے کے لئے توجہ کی۔ کہ آیا یہ خواب سچے ہیں یا محض خیالات ہی ہیں۔ حلقہ فجر میں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت کا وصال ہو گیا ہے تمام یار روتے ہوئے نعش اُٹھائے جا رہے ہیں۔ میں یہ بات دیکھ کر گھبرایا اور حاضر خدمت ہونے کے لئے شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوا +

واقعہ۔ جب میں شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوا۔ تو مجھے آنحضرت کے وصال کا ایسا یقین ہو گیا۔ کہ خیال کرنے لگا شائد آنحضرت کی زیارت بھی نصیب ہو یا نہ ہو۔ اس واسطے میں بہت ہی گھبرایا ہوا تھا۔ مراقبہ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں نے جا کر آنحضرت کی زیارت کی ہے۔ اور صوفی مرجانی مرزا بھی بیٹھے ہیں۔ آنحضرت قرآن شریف

کی تلاوت کر رہے ہیں لیکن بہت ہی کمزور ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے آخری مرض میں فرماتے تھے۔ بعد ازاں آنحضرت کو ظاہری آنکھوں سے اس طرح دیکھا جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا۔ چنانچہ جب میں حاضر خدمت ہوا۔ تو آنحضرت تلاوت میں مشغول تھے۔ اور صوفی مرزا جانی بھی انہیں دنوں لاہور سے آئے تھے۔ اور آنحضرت بہت ہی کمزور ہو گئے تھے۔ اور مرض کی شکایت کرتے تھے۔ جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔

واقعہ۔ میرے (مولف رح) ایک یار نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک نہایت عالیشان سنہری منہ بھری جواہرات سے جڑاؤ ایک عمارت تیار کی گئی ہے۔ اور ہر طرح سے اسے سجایا گیا ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ مکان شیخ محمد زبیر خلیفۃ اللہ کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ جو عنقریب ہی یہاں آنیوالے ہیں۔

واقعہ۔ میرے (مولف رح) ایک یار نے بیان کیا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت کا وصال ہو گیا ہے۔ اور نعش مبارک کو سرہند لیجا رہے ہیں۔ اتنے میں پھر آنحضرت زندہ ہو گئے ہیں۔ اس زندگی سے مراد قوتِ باطنی ہے۔

واقعہ۔ آنحضرت کے مخصوص یار عبداللہ بیگیان عید فطر کے روز آنحضرت کے سامنے کھڑا ہوا رو رہا تھا۔ میں نے سبب پوچھا تو کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میرا قرآن شریف جل گیا ہے۔ سو ہمارا قرآن حضرت خلیفۃ اللہ ہیں۔ اس واسطے میں روتا ہوں۔

واقعہ۔ آنحضرت کی خانقاہ میں کا ایک یار بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک نہایت عظیم الشان درخت جس کی شاخوں کا سایہ تمام جہان پر ہے۔ یکبارگی ہلکر زمین پر آگرا۔

واقعہ حضرت اکابر اولیاء خواجہ محمد صادق کے فرزند فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضے اللہ عنہ کا روضہ مبارک گر گیا ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ اس کی تعبیر کیا ہو۔ انہیں دنوں حضرت خلیفۃ اللہ کا وصال ہو گیا۔ تمام حضرات سرہند نے متفق ہو کر کہا۔ کہ اس خواب کی تعبیر یہی ہے۔

واقعہ۔ مجدد الف ثانی رضے اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک عزیز نے

خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت حجۃ اللہ زمین پر لوٹتے ہیں۔ اس واقعہ کی تعبیر بھی حضرت خلیفۃ اللہ کا وصال تھا۔ اس قسم کے ہزارہا خواب لوگوں نے دیکھے۔ لیکن ان کا لکھنا موجب طوالتِ کلام ہے۔ اس واسطے مختصر طور پر چند ایک لکھے گئے ہیں ۔

ذکر در بیان

مرض وفات حضرت قیوم زمان خلیفۃ اللہ و رسیدن مؤلف این کتاب بخدمت سراسر سعادت رضی اللہ عنہ

نادر شاہ کے ہند سے چلے جانے کے بعد ایک مہینہ یا کچھ زیادہ صحیح المزاج رہے۔ اس عرصے میں دو تین مرتبہ سواری کی۔ چند ایک مقامات پر ماتم پرسی کے لئے گئے۔ اور دو دفعہ باغ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ القصہ پیر کے روز ماہ جمادی الاول کو آنحضرت کو تپ ہو گیا۔ آنحضرت دائم المریض تھے۔ اور اکثر خلل معدہ کے لئے جلاب وغیرہ لیا کرتے۔ اور اور علاج کیا کرتے جن سے کچھ افاقہ ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن اس مرض سے دو سال پہلے جب مرض غالب آتا تو جو دوا کرتے مفید نہ پڑتی۔ بلکہ مرض دن بدن ترقی پر تھا۔ آنحضرت اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے سینے میں بلا ہے۔ دیکھئے اس کا انجام کیا ہو۔ جب یہ تپ ہو گیا۔ تو فرمایا۔ ہم اسی تکلیف کے منتظر تھے۔ لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ اس مرض کو گذشتہ مرضوں کا سا خیال نہ کرنا۔ اس سے جانبر ہونا محال ہے۔ دن بدن کمزوری بڑھتی گئی۔ چند روز بعد آنحضرت کے ہاتھ پاؤں پر ورم ہو گئی۔ اور سینہ زیادہ درد کرنے لگا۔ کھانسی کا بھی غلبہ ہو گیا۔ کھانستے وقت مُنہ سے خون آتا۔ لوگ یہ حالت دیکھ کر گھبرائے۔ اور تمام اطبا جمع ہو کر طرح طرح کے علاج کرنے لگے۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہُوا۔ آنحضرت بہتیرا فرماتے کہ حقتعالےٰ نے ان دواؤں سے اثر دُور کر دیا ہے۔ ان سے شفا نہ ہو گی۔ لیکن چونکہ لوگ مِنّت و سماجت کرتے تھے۔ اس واسطے ان کی خاطر دوا استعمال کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ یارو ہمیں تکلیف نہ دو۔ تمہیں نہیں معلوم کہ یہ دوا مضرت کا موجب ہے۔ چونکہ آنحضرت نے بذریعہ کشف معلوم کر لیا تھا۔ کہ یہ مرض موت ہے۔ اس کا علاج نہیں ہو سکیگا۔ اس واسطے بالکل پرہیز نہ کرتے تھے۔ لیکن کمزوری اور ضعف کے سبب

غلبہ مرض بکثرت تھا۔ مگر پھر بھی درود و وظائف اور عبادات میں کسی قسم کا فتور نہ آیا۔ خانقاہ میں رات کو بیٹھتے، لوگوں کو توجہ دیتے۔ غرضیکہ جو کام صحت کے دنوں میں کرتے بدستور کرتے رہے۔ اس میں سر مو فرق نہ آیا۔ حکماء نے ورم کے لئے عرقِ بید مشک اور عرق سونف دیا۔ جس سے ورم کو آرام ہوا۔ لیکن دوسری تکلیف دوگنی ہو گئی۔ اتنے میں ماہ رمضان آپہنچا۔ حسب دستور تراویح و مراقبہ کراتے رہے۔ چونکہ میں نے اس سے پہلے وحشتناک خواب دیکھے تھے۔ اس لئے گھبرا گیا۔ اور جب گھبراہٹ سے مجبور ہو گیا۔ تو اپنے ایک آدمی کو ایک عرضی اور ستو روپیہ نقد دیکر آنحضرت کی خدمت میں ارسال کیا۔ اس مرض میں جب میری عرضی پہنچی۔ تو آنحضرت پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور مہربانی کر کے میرے آدمی کو ٹھیرالیا۔ کہ فرصت کے وقت اس کا جواب لکھیں گے۔ چونکہ قدیمی دستور تھا۔ کہ میری عرضی کا جواب اپنے دستِ خاص سے لکھا کرتے تھے۔ اس دفعہ بھی گو آنحضرت سخت مرض میں مبتلا، اور قلم پکڑنے کی طاقت نہ تھی۔ بعض یاروں نے عرض کیا۔ کہ آنجناب اس وقت بہت کمزور ہیں۔ اور مرض کا بھی غلبہ ہے۔ اگر منشی کو حکم ہو۔ تو محمد احسان کی عرضی کا جواب لکھدے۔ آنحضرت نے ازراہِ عنایت فرمایا۔ کہ اگر ہمارے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ گیا۔ تو وہ کیونکر زندہ رہیگا۔ کیونکہ آنحضرت کو میری بے اختیاری معلوم تھی۔ بعد ازاں قلمدان منگا کر اپنے ہاتھ سے میری عرضی کا جواب لکھ بھیجا۔ اور میرے آدمی کو سخت تاکید کی۔ کہ بیماری کا ذکر نہ کرنا۔ کیونکہ موجودہ حالت سن کر وہ ننگے پاؤں اٹھ دوڑیگا۔ اس آدمی نے آنحضرت کے فرمان کے مطابق مجھے آنحضرت کے مرض کی کیفیت نہ بتلائی۔ صرف اتنا کہا کہ آنحضرت کی طبیعت قدرے علیل ہے۔ لیکن کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ آنحضرت کا اسی مرض میں وصال ہو جائیگا۔ میری عرضی کا جواب جو آنحضرت نے اپنے دست مبارک سے لکھا ہے حسب ذیل ہے:۔

مکتوب حضرت سلطان الاولیاء قیوم زمان خلیفۃ اللہ کہ در آخر مرض وفات بایں فقیر مؤلف ایں کتاب محمد احسان نوشتہ اند و شرف شدن ایں مسکین بآستان بوسی عتبہ علیہ حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ برادر مہربان صاحب کمالات صوری و معنوی شیخ محمد احسان۔ اس درویش ناتوان کی طرف سے سلام مسنون ہو۔ بہت مشتاق جان کراہی ظاہری و باطنی ترقی کی دعا میں تصور فرماویں۔ آجکل ضعف غالب ہے۔ اکثر تمہاری طرف طبیعت متوجہ رہتی ہے۔ ہر عشاء اور تہجد کے وقت اپنے باطن کو تمہارے باطن کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ آپ کا مکتوب مرغوب عین انتظاری کے وقت ملا۔ اس کے مطالعہ سے نہایت خوش وقت ہوا۔ جو آپ نے لکھا تھا۔ کہ محبوبیت ذاتی کمال الفعالی اور حضرت ذات و مقطعات قرآنی سے بہرہ حاصل تھا۔ نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رض کے خصائص جن سے آنحضرت ممتاز ہیں اپنے آپ میں پاتا ہوں۔ اور ان مقامات کو معلوم کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ ان باتوں کی تصحیح کر کے لکھینگے۔ بھائی صاحب ایک مدت سے میں ان معاملات کو آپ کے باطن میں پاتا تھا۔ سو اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ آپ پر بھی پورے طور پر ظاہر ہو گئے ہیں۔ اور قوت سے فعل کی صورت میں آ گئے ہیں اس نعمت عظمےٰ کا شکر بجا لائیں۔ اور فوق کی طرف متوجہ ہوں۔ خود پسندی کو دخل نہ دیں۔ اور اپنے بزرگوں کے طریقہ کے سخت پابند رہیں۔ مبلغ ایک سو روپیہ جو آپ نے بھیجا۔ پہنچ گیا۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔ اپنے تمام یاران طریقت کو ہمارا سلام پہنچائیں۔ اور علی محمد خاں کو بھی۔ والسلام علی من اتبع الہدےٰ۔ اور فقیر زادوں کی طرف سے مشفقانہ سلام مطالعہ فرمائیں " یہ آنحضرت کی آخری نوشت ہے۔ اس کے بعد قلم کو ہاتھ نہیں لگایا۔ میں نے (مصنف رح) اس کے مطالعہ کے بعد بے اختیار سیر کے بہانے شاہجہان آباد کی راہ لی۔ اور دو دن ماہ رمضان رہے آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہوا۔ دیکھا کہ آنحضرت بہت ہی لاغر ہو گئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اب میری عمر ختم ہونے کے قریب ہے صرف چند روز اور مہمان ہوں۔ اچھا ہوا جو تم آ گئے۔ میں بھی تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ یہ باتیں سُنکر میں اور بھی بے قرار ہو گیا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کیوں اتنے بے قرار ہوتے ہو سُنّت نبوی یہی ہے جب تک میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہوا تھا۔ بہت گھبرایا ہوا تھا جب میں شہر میں داخل ہوا۔ تو گھبراہٹ پہلے سے بھی زیادہ ہو گئی۔ کہ دیکھئے اب کیا سُننے میں آئے۔ جو شخص خانقاہ کی طرف

سے آتا۔ میں اس سے آنحضرت کا حال پوچھتا۔ اتنے میں ایک شخص مجھے ملا۔ میں نے آنحضرت کا اسم مبارک لیکر حال پوچھا۔ تو اُس کی زبان سے اچانک قدس سرہٗ کا لفظ نکل گیا۔ میں بہت پریشان ہوا۔ اس نے پھر میری تسلی کے لئے کہا۔ کہ یہ لفظ سہواً میری زبان سے نکل گیا ہے۔ میں ابھی آنحضرت کی خدمت سے آرہا ہوں۔ اتنے میں ایک اور شخص خانقاہ کی طرف سے آیا۔ میں نے آنحضرت کا حال پوچھا۔ اس نے خیریت ظاہر کر کے کہا۔ جلدی جاؤ۔ تمہارا انتظار ہے۔ بعد ازاں میں سر کے بل آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن آنحضرت کے فرمانے سے گھبراہٹ اَور بھی زیادہ ہو گئی۔ ماہِ رمضان میں عصر کے وقت آنحضرت کے روبرو حدیث کا درس ہوا کرتا تھا۔ ماہِ رمضان کے آخری دن جب حدیث کی کتابیں درس کے لئے لائی گئیں۔ تو میں نے مشکوٰۃ شریف لیکر روزے کی فضیلت کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں نکالیں۔ لیکن میں انہیں پڑھنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ جبرئیل عؑ ماہِ رمضان کے آخر میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کی تعلیم اور وصیت کے لئے حاضر ہوئے۔ اور تحقیق ایمان اور قیامت وغیرہ کر کے چلے گئے۔ آنحضرت نے بھی سُنّت نبوی کے مُطابق انہیں احادیث کے پڑھنے کے لئے فرمایا۔ جو مشکوٰۃ شریف کے پہلے باب میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت مجھے آنحضرت کے وصال کا پورا یقین ہو گیا۔ ماہِ رمضان میں جناب کا طریقہ یہ تھا۔ کہ مغرب کی نماز کے بعد شام کے وظیفے پڑھ کر مسجد کے دوسرے دروازے کی راہ جو بازار کی طرف ہے بازار میں تشریف فرما کر غرباء و مساکین کے حالات پُوچھا کرتے بعد ازاں محل میں تشریف فرما ہو کر کھانا تناول فرماتے۔ پھر نماز تراویح کے لئے تشریف لاتے۔ اور عام دنوں میں یہ عادت تھی۔ کہ چھوٹے دروازے کی راہ جو محل کے قریب ہے رات کے آخری حصہ میں خلوتخانہ میں تشریف لے جاتے۔ اس ماہِ رمضان کے آخیر میں جب اس دروازہ سے نکلے۔ تو فرمایا کہ یہ ہمارا آخری عبور ہے۔ اُمید نہیں کہ ہم پھر اس دروازے سے گذریں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ انشاء اللہ آئندہ سال بھی ایسا ہی ہوگا۔ فرمایا سال تو درکنار اگر ایک مہینہ بھی پورہ زندہ رہیں تو غنیمت سمجھنا۔

بعد ازاں عید کے روز فرمایا۔ کہ یہ ہماری آخری دنیا وی عید ہے۔ آنحضرت ہر روز لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے۔ اور نیک اعمال کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی

فرمایا کرتے۔ کہ اب دنیا سے کوچ کے دن نزدیک ہیں۔ انہیں دنوں آنحضرت کے خلیفہ عظیم شیخ محمد عابد کی وفات کی خبر آئی۔ تو افسوس کر کے فرمایا۔ کہ محمد عابد تم نے بہت جلدی کی اچھا اجکل میں ہم بھی آیا چاہتے ہیں۔ غرض کوئی ایسا دن نہ گذرتا تھا۔ کہ اپنی رحلت کی خبر نہ دیتے تھے۔ ایک روز آنحضرت کی ہمشیرہ نے عرض کیا۔ کہ جب برادر زادہ محمد احرار بیمار ہوا اور میں نے صحت کی خوشخبری کے لئے عرض کیا تھا۔ تو جناب خاموش رہے۔ آخر وہ اس دنیا سے سفر کر گیا۔ پھر بڑی بہن کا بھی یہی حال ہوا۔ پھر محمد احرار کی ہمشیرہ کے بارے میں بھی ایسا ہی ہوا۔ اب جو آپ کی صحت کی خوشخبری کے لئے آپ سے عرض کیا ہے۔ تو پھر بھی آپ خاموش رہے۔ اس سے مجھے تو کچھ شک سا ہو گیا ہے۔ فرمایا۔ میرا آزار بھی محمد احرار وغیرہ سا ہے۔ جو حال تم نے ان کا دیکھا ہے وہی میرا دیکھ لینا۔ پھر اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا۔ کہ میں عنقریب دنیا سے سفر کرنے والا ہوں۔ صبر رکھنا۔ کسی قسم کا داویلا نہ کرنا۔ ایک شخص مطلوب نامی آنجناب کا منظور نظر تھا۔ اُسے فرمایا کہ اجکل ہم دُنیا سے جانے والے ہیں۔ ہمارے بعد تجھے کوئی نہیں پوچھیگا۔ جب شوال کا مہینہ آدھا گذر گیا۔ میں ہر سال آنحضرت کی سالگرہ پر ۵۔ ذیقعدہ کو بڑی خوشی منایا کرتا۔ عمدہ عمدہ کھانے تقسیم کیا کرتا۔ فاخرہ لباس پہنا کرتا اور آنحضرت کے واسطے بیش قیمت کپڑے اور تحفے لایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس سال بھی ایک زعفرانی شال خریدی۔ چونکہ اس کا رنگ ڈھنگ میرے دِل کو بھایا۔ اس واسطے خیال آیا۔ کہ یہ اس سال آنحضرت کی خدمت میں لے چلوں تاکہ آنحضرت اپنی سالگرہ کے موقع پر اسی کو زیب تن فرمائیں۔ جب میں آنحضرت کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ اسے اپنی سالگرہ کے دن زیب تن فرمانا۔ تو فرمایا سالگرہ تک شاید ہی ہم زندہ رہیں۔ اور اغلب ہے کہ یہ ہمارے کام نہیں آئیگی۔ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اس کا جامہ بنوا کر خود پہنو۔ میں نے پھر منت و سماجت کر کے عرض کیا۔ کہ قبول فرمائیگا جناب نے قبول فرمایا۔ میں نے آداب خدمت بجالا کر عرض کیا۔ کہ یہ سب سے اعلےٰ آرزو ہے۔ کہ دُنیا میں جو شے سب سے افضل اور اعلےٰ ہے۔ وہ حضرت خلیفۃ اللہ کے خادموں کے کام آئے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ ہم جانتے ہیں۔ کہ تم ہماری محبت خاص میں ایسے بے اختیار ہو کہ کوئی نہ ہو گا۔ اور اس معاملہ میں کوئی بھی تمہاری برابری نہیں کر سکتا۔ میں نے پھر عرض کیا سہ

من کیستم کہ با تو دم دوستی زنم　　چندیں سگانِ کوئے تو یک کمترین منم

آنحضرت نے عید فطر کے بعد تین مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ چنانچہ تیسرا ختم ۲۸ شوال بروز جمعرات اختتام کو پہنچا۔ اسی روز سے سالکوں کو توجہ دینا بھی ترک کیا۔ آخری حلقہ میں سترہ آدمیوں کو توجہ دی۔ میں (مؤلف کتاب) بھی اس حلقہ میں داخل تھا۔ بلکہ میں ہی آخری شخص ہوں۔ جسے آنحضرت نے القائے نسبت خاص فرمایا۔ اس کے بعد یاروں کو فرمایا کہ معلوم نہیں کہ پھر ہم یاروں کو توجہ دے سکیں۔ لوگ یہ سنکر زار زار روئے۔ پھر عصر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ اور عصر سے رات کے آخری حصے تک ۲۹ شوال کو حسب عادت مسجد میں رہے۔ اس رات آنحضرت فرماتے تھے۔ کہ مسجد میں ہماری آخری رات ہے۔ عصر، مغرب اور عشا کی یہ آخری نمازیں ہیں۔ جو مسجد میں ادا کیں۔ صبح جمعہ کے روز آنحضرت پر غشی طاری ہوئی۔ بڑی مشکل سے نماز جمعہ کے لئے آنحضرت تشریف لائے۔ باوجود اس قدر تکلیف کے جمعہ کی نماز قضا نہ کی۔ نماز جمعہ ادا کر کے خلوت میں تشریف لے گئے۔ جہاں سے پھر نکلنے کی طاقت نہ رہی۔ اس کے پانچویں دن آنحضرت کا وصال ہو گیا۔

ذکر در بیان

ارتحال آں قبلہ کمال حضرت قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیار ازیں دار بے مقدار بقرب وجوار پروردگار

اس غم کی داستان کا بیان احاطہ بیان سے باہر ہے۔ اس پر غصہ قصہ کی شرح تقریر سے زیادہ۔ اس قصہ نا مرضیہ کا ذکر بیان نہیں ہو سکتا۔ اس حکایت پر شکایت کی شرح نہیں ہو سکتی۔ نہ قلم کو لکھنے کی طاقت۔ نہ ہاتھ کو ہلنے کی سکت۔ نہ زبان کو بیان کرنے کی ہمت۔ نہ کان کو سننے کی تاب ہے

چو آید ایں حکایت بر زبانم　　ز درد و غم شود آتش جہانم
دگر خواہم کہ در تحریر آرم　　بسوزد کاغذ و طرقد قلم ہم
باز ایں چہ رستخیز عظیم است کاز زمیں　　بے نفخ صور خاستہ تا عرش اعظم است
باز ایں صباح تیرہ امید از کجا گرد　　کار جہان و خلق جہاں جملہ درہم است

گویا طلوع میکند از مغرب آفتاب کاشوب. ود تمام از آب عالم است
جن و ملک بر آدمیاں نوحہ میکنند گویا عزائے اشرف اولاد آدم است
در بارگاہ قدس کہ جائے ملال نیست سرہائے قدسیاں ہمہ بزانوئے غم است

جمعہ کے روز ۲۹ شوال کو اشراق کی نماز کے بعد آنحضرت پر غشی طاری ہوئی لیکن قوتِ باطنی کے سبب اپنے آپ کو نہ چھوڑ کر بڑے وقار سے حجرہ خاص میں تشریف لے گئے۔ اور بستر مبارک پر تکیہ لگایا۔ یہ حال دیکھ کر لوگ چلا اُٹھے۔ آنحضرت دن کے دو تہائی حصے تک غشی کی حالت میں رہے۔ جب جمعہ کی نماز کا وقت آیا اور مؤذن نے اذاں دی۔ تو اذاں سُنتے ہی آنحضرت کو افاقہ ہوا۔ اور عادت قدیمہ کے بموجب از سر نو وضو کر کے کسی کی مدد بغیر مسجد میں تشریف لائے۔ اس روز کسی کو گمان نہ تھا۔ کہ آنحضرت جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائینگے۔ جمعہ کی نماز کے بعد لوگوں کو فرمایا۔ کہ یہ ہمارا آخری جمعہ ہے امید نہیں کہ اگلے جمعہ تک زندہ رہیں۔ پھر خلوتخانہ میں تشریف لیگئے۔ عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں خلوتخانہ ہی میں ادا کیں۔ مسجد اور اہل مسجد حضرت خلیفۃ اللہ کے فراق سے رونے لگے۔ اس رات خانقاہ ایسی وحشت ناک تھی۔ کہ جو شخص مسجد میں آتا تھا۔ اُس پر وحشت کا غلبہ ہوتا تھا۔ آدھی رات گذری تھی۔ کہ حضرت کی والدہ ماجدہ آنحضرت کے دیکھنے کے لئے لوگوں کو دُور کرا کے تشریف لائیں۔ اور تمام عالم نسا آنحضرت کے دیدار سے مشرف ہوا۔ بعد ازاں پانچ دن آنحضرت زندہ رہے۔ پھر کسی عورت کو پاس نہ آنے دیا۔ صبح منگل کے روز شوال کی آخری تاریخ فجر کی نماز کے بعد ہچکیاں شروع ہوگئیں آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اب تو ہچکیاں بھی شروع ہوگئیں۔ سب نے عرض کیا۔ کہ خدا نہ کرے آخری وقت ہو۔ آنحضرت نے فرمایا تین چار دن میں دیکھ لوگے۔ ان دنوں اکثر سرہند کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے۔ کہ سرہند جانے کو جی چاہتا ہے۔ اتوار کے روز آنحضرت پر ضعف کا اس قدر غلبہ طاری ہوگیا۔ کہ بغیر تکیہ بیٹھنا دشوار تھا۔ پیر کے روز ناطاقتی بکثرت ہوگئی۔ چنانچہ فرض کھڑے ہو کر ادا کئے۔ اور باقی بیٹھکر۔ تمام ارکان سلطنت معہ وزیران دونوں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ خاصکر آج پیر کے دن تو صبح سے لیکر عشا تک خانقاہ میں بیٹھے روتے رہے۔ آخر آنحضرت نے

اعتماد الدولہ وزیر ہند کو چند عمدہ نصیحتیں کر کے رخصت کیا۔ اور دوسروں کو بھی جانے کی اجازت دی۔ بادشاہ وقت ہر روز آنحضرت کی خبر پوچھتا رہتا۔ صبح شام خیر و عافیت پوچھنے کے لئے آدمی بھیجا کرتا تھا۔ چند بار آنحضرت سے بیمار پرسی کے لئے اجازت مانگی۔ لیکن آنحضرت نے قبول نہ فرمایا۔ تمام اہل شہر اپنے گھروں میں بے قرار تھے۔ ہر روز صبح شام خانقاہ کے گرد روتے دھوتے اس طرح پھرتے تھے۔ جس طرح شمع کے گرد پروانے پھرتے ہیں۔ آنحضرت نے اپنے داماد شیخ محمد تقی کو پیر کے روز فرمایا۔ کہ اب زندگی کی امید بالکل منقطع ہو چکی ہے۔ بلکہ معلوم نہیں۔ کہ کل تک بھی زندگی ہو یا نہ ہو منگل کے روز اس قدر کمزوری ہوئی۔ کہ اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ بلکہ نشستگاہ سے حجرے تک بھی تشریف نہیں لیجا سکتے تھے۔ لیکن ہچکیوں میں قدرے تخفیف ہوئی لوگوں کو خوشی ہوئی۔ کہ باقی مرض کو بھی آرام ہو جائیگا۔ اس حالت میں بھی لوگوں نے علاج شروع رکھا۔ آنحضرت نے باوجود اس قدر تکالیف کے ورد وظائف میں ناغہ نہ کیا تہجد، اشراق، وغیرہ بدستور ادا کرتے رہے۔ جب ضعف غالب آتا۔ تو آنحضرت سر مبارک جھکا لیتے۔ ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا۔ کہ آنحضرت غشی میں ہیں۔ لیکن اس وقت بھی تسبیح ہاتھ میں ہوتی۔ اور حسب عادت ہاتھ اور لب حرکت کرتے رہتے۔ بہر تقلید بدھ کے روز نماز اوابین سے فارغ ہو کر سانس میں سُرعت آگئی۔ لیکن نہایت وقار و تمکین سے بیٹھے نوافل و وظائف پڑھتے رہے۔ سانس میں اس قدر سُرعت آگئی۔ کہ بمشکل تمام کلام کرتے۔ آدھی رات کے وقت عشا کی نماز باجماعت نہایت خشوع و خضوع سے ادا کی۔ بعد ازاں انگڑائیاں شروع ہوئیں۔ چنانچہ اکثر دست مبارک مجھ پر پھینکتے اور اپنی پیشانی میری پیشانی پر رکھتے۔ آنجناب کا سارہ بوجھ مجھ ذرہ بے مقدار پر پڑتا۔ امید ہے کہ اس سے بیشمار نعمتیں مجھے نصیب ہونگی۔ غش بھی حد سے زیادہ ہوگیا۔ گھڑی گھڑی پانی پیتے تھے۔ پیاس زائل نہ ہوتی تھی۔ میں نے پوچھا کہ اب مزاج مبارک کیسا ہے فرمایا۔ الحمد للہ۔ پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ جو لوگ اپنی کشف سے میری صحت کی خوشخبری دیتے تھے۔ اب ان کی کشفوں کا کیا ہو گیا ہے۔ دیکھو اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ میں بہتیرا کہتا تھا۔ کہ یہ مرض زائل نہ ہوگا۔ لیکن کوئی نہیں مانتا تھا۔ جن دنوں آنحضرت بیمار تھے۔ اکثر اہل کشف اپنی کشف کے ذریعہ کہا کرتے تھے۔ کہ

آنحضرت کا یہ مرض زائل ہو جائیگا۔ اور سوگند کھاتے تھے۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو گھبرا کر مسجد میں آ کر تازہ وضو کیا۔ اتنے میں صوفی مرزا جانی نے مجھ سے آنحضرت کا حال پوچھا۔ میں نے کہا۔ اب آفتاب غروب ہونے کے قریب ہے۔ آؤ جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو۔ اس نے بھی اس بات کو منظور کر لیا۔ ہم دونو ملکر آنحضرت کی خدمت میں آئے۔ اتنے میں آنحضرت احتیاطاً آخری وقت قضائے حاجت کے لئے تازہ وضو کے واسطے اُٹھے۔ صوفی صاحب نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت کا مزاج مبارک درست ہے۔ کہ خود اُٹھکر وضو کے لئے گئے ہیں۔ میں نے کہا یہ آخری وضو ہے۔ آنحضرت نے تہجد کی نماز ادا کر کے سحر کے وظائف پڑھے اور صبح کی نماز کا انتظار کرنے لگے۔ میں آنحضرت کے سامنے بیٹھکر جناب کے دستِ مبارک کو مل رہا تھا۔ اتنے میں مجھے فرمایا۔ کہ اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو۔ جب میں متوجہ ہوا۔ تو ارکانِ طریقت و شریعت بیان فرمائے۔ اور توجہ عنایت کی۔ اس وقت آنحضرت کی پیشانی میری پیشانی سے ملی ہوئی تھی۔ توجہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر ارکان اسلام کو نہایت شرح و بسط سے بیان فرمایا۔ اور انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کلمہ شہادت پڑھا۔ اور طریقت کے قواعد نہایت توضیح سے بیان فرمائے۔ اور فرمایا کہ مذہب اور طریقت کی ضروریات میں سے حضرت مجدد الف ثانی رضی کی تجدید اور قیوم اربعہ کی قیومیت بھی ہے۔ بعد ازاں بعض شخص جو مرید ہونے کے ارادہ سے حاضر خدمت ہوئے تھے۔ ابھی شرفِ سعادت سے مشرف نہ ہوئے تھے۔ کہ انہیں غائبانہ مرید کیا۔ ان کے ارادے کی کسی کو خبر نہ تھی۔ اور نہ ہی انہوں نے خود ظاہر کیا تھا۔ آنحضرت رضی نے بنور باطن ان کے ارادے سے واقف ہو کر اُن کے حق میں مہربانی فرمائی۔ بعد ازاں کئی مرتبہ کلمہ تمجید پڑھا۔ اس رات اس قدر فرشتے اور ارواح طیبہ انبیاء و اولیاء آسمان سے اُترے۔ کہ عوام الناس اس معاملے کو سمجھنے لگے۔ کیونکہ گھڑی بہ گھڑی آسمان سے اس قدر تند جھونکے آتے تھے۔ کہ مشعلیں، شمعیں اور چراغ بجھ بجھ جاتے تھے۔ زمین میں زلزلہ آتا تھا۔ اور ہوا کے جھونکے اس قدر خوشبودار تھے کہ جہان کا دماغ معطر ہو رہا تھا۔ جب لوگ ہوا دیکھنے کو باہر نکلتے تو کہیں ایک

پتہ بھی ہلتا دکھائی نہ دیتا۔ گھڑی بعد پھر ویسا ہی جھونکا آتا۔ جب صبح ہوئی۔ تو آنحضرت نماز کے لئے تیار ہوئے۔ اتنے میں میں نے اُٹھ کر عرض کیا۔ کہ ہمارے طریقے کے بارے میں جناب کیا فرماتے ہیں۔ مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تم پہلے بھی کچھ کہنا چاہتے تھے۔ لیکن خواجہ عبدالرحمٰن نے جسے کچھ اور بھی خیال تھا کہا۔ کہ کیسی باتیں پوچھتے ہو۔ حقتعالےٰ آنحضرت کو سلامت رکھے۔ صوفی محمد رحیم نے بھی اس سے متفق ہو کر یہی کہا۔ بعض میری تائید میں ہوئے۔ جب آواز اونچی ہوئی تو آنحضرت لوگوں سے روگرداں ہو کر نماز میں مشغول ہوئے۔ یہ معاملہ ہو بہو قصہ قرطاس کے مشابہ ہے۔ یہ سُنت بھی آنحضرت سے قضا نہ ہوئی۔ بعد ازاں آنحضرت نے دس مرتبہ کلمہ تمجید پڑھا۔ پھر دُعا کہ کر یا رسول اللہ کہتے ہی دونوں ہاتھ سر پر رکھے۔ اتنے میں نزول بے کیف ظاہر ہوا۔ آنحضرت سربسجود ہوئے۔ اس وقت پھر ایک شخص نے صوفی مرزا جانی کے اشارے سے طریقہ کے لئے عرض کیا۔ خواجہ عبدالرحمٰن نے اس مرتبہ بھی روکا۔ آنحضرت نے سجدہ سے سر اُٹھا کر تھوڑی دیر مراقبہ کر کے پوچھا کہ سورج نکل آیا ہے یا نہیں۔ لوگوں نے نفی میں جواب دیا۔ آنحضرت نے پردہ اُٹھا دینے کا حکم دیا۔ ایک شخص نے شمال کے رُخ کا پردہ اُٹھایا۔ آنحضرت نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں کہ میں اشراق کی نماز ادا کروں یہ کہہ کر بستر پر تکیہ کر کے پاؤں کو خود بخود دراز کیا۔ آنحضرت کا سر مبارک مجھ فقیر کے گھٹنے پر تھا۔ میں اپنا سر آنحضرت کے سر کے پاس چومنے کے لئے لے گیا تھا۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبر نے بھی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آنحضرت رضہ کو بوسہ دیا۔ اس وقت آنجناب نے میری طرف تین مرتبہ نگاہ ترحم سے دیکھا۔ اتنے میں صوفی مرزا جانی نے ہاتھ مَل کر کہا۔ ہائے پیر دستگیر۔ حضرت سلطان الاولیاء قیوم زمان خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ تین تکبیر کہہ کر مسکراتے ہوئے فردوسِ اعلےٰ میں جا لیٹے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

دریغا چہ شد شاہ اسلام را چہ کردی خداوند ایام را

میں آنحضرت کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیکر زمین پر گر پڑا۔ ایک گھڑی بعد مخدوم زادہ عالی قدر خواجہ عبدالقادر آئے۔ اور خواجہ عبدالرحمان سے جو ہر روز

ایام مرض میں از روے کشف آنحضرت کی شفا کی خبر دیا کرتا تھا۔ اور اس بارے میں قسمیں کھایا کرتا تھا۔ پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے۔ اُس نے نہایت کمینہ پن سے کہا کہ خاطر جمع رکھو۔ آنحضرت غش کی حالت میں ہیں۔ مخدوم زادہ نے دو تین مرتبہ قبلہ عالم کہہ کر پکارا۔ جب ٹھیک معلوم ہو گیا۔ کہ جہاں آنحضرت کے وجودِ مبارک کے نور سے بالکل تاریک ہو گیا ہے

فلک نیلی لباس از ماتم او　　　زمیں ہم خاک برسر از غم او

تو مخدوم زادہ صاحب زمین پر لوٹنے لگے۔ آخر لوگ انہیں اٹھا کر مکان میں لے گئے۔ مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد عزیز نے یہ خبر سُنکر دستار کو زمین پر دے مارا۔ اور دوسرے خلفاء اور مرید بھی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ مَیں نے اس وقت تک کسی کی موت بچشم خود ملاحظہ نہیں کی تھی۔ صرف آنحضرت کا وصال ہوتے دیکھا۔ مجھے اس سے پہلے یہ یقین نہ تھا۔ کہ میں آنحضرت کے بعد زندہ رہوں گا۔ مجھے پورا یقین تھا۔ کہ جب آنحضرت رحلت فرمائینگے۔ اسی وقت میرے جسم سے بھی روح نکل جائے گی۔ لیکن مَیں نے بہتیری کوشش کی۔ کہ کسی طرح مرجاؤں۔ مگر موت میسر نہ ہوئی۔ چنانچہ ان دنوں بارہا میں نے اپنے سر کو دیوار پتھر، درخت اور زمین پر پٹکا۔ کہ کسی طرح ٹوٹ کر ہلاک ہو جاؤں۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ میں ان دنوں محض دیوانہ ہو گیا تھا۔ اور اسی جنون کا بقیہ آج تک چلا آتا ہے ہے

بینیم چو گردہ سوگ وارے　　　گریاں شدہ بر سر مزارے
من نیز زدم در آں میانہ　　　گیرم سراز پئے بہانہ
کہ از وائے چوں کنم وائے　　　نے دل بخود نہ صبر بر جائے
اللہ اللہ چہ چارہ سازم　　　با بختِ سیاہ چہ حیلہ سازم
من لذتِ زندگی ندانم　　　مرگ دگر است ہزار جانم
اے کاش کہ مادرم نزادے　　　ور زادے بہ شیر زہر دادے
طوفاں بلاست آب جویم　　　حسرت زدہ برق بر سبویم
تا از رگ دِل گرہ کشادم　　　جیحونِ بلا بہ موج دادم

آشفتہ بدرد دل خروشاں — در کاسہ سر دماغ جوشاں
بیگشت طبیبان آتشیں دل — برخاک چو مرغ نیم بسمل
چوں از دم سرد مہرگانی — شد باغ فسردہ زندگانی
گشتند بروز تیرہ بختاں — مجنوں و برہنہ سر درختاں
گلزار شدہ از گل فسردہ — غمخانہ صد چراغ مردہ
برداز تنک و تاریک اشارت — صد قافلہ چمن بغاوت
در باغ شکستہ از سمن آب — چوں کرد خسوف بروے مہتاب
دوران بمزاج ناتواناں — پیران بہار خاں کراناں
ہر لالہ دماد خاک سنجے — ہر گل بدماغ غنچہ رنجے
زو عہد خزاں نفس بہ بستاں — نیلوفر زار شد گلستاں
بگرفت بلوح گل ز سردی — شنگرف نگار لاجوردی
نرگس ز نظارہ دیدہ بربست — از جلوہ سرو گل نظر بست
گلہائے نمود در جوانی — چوں نرگس گل بناتوانی
نہ برگ درخت ماند ہر سو — چوں برہمن برہنہ بر جوے
از غم دل مرغ گشت افگار — بر سینہ غنچہ ناخن خار
با ایں ہمہ خوں کہ در رگ اوست — گل را یرقاں دویدہ در پوست
از برگ نماند غیر خارے — واز سبزہ نماند جز غبارے
گردید چمن بہ بلبلاں تنگ — بشکست ز روئے بوستاں رنگ
گل شد چو دماغ خشک بیتاب — مے شد چو مزاج سینہ بے تاب
بازار گل و بہار بشکست — ہنگامہ روزگار بشکست
ہم افسر لالہ واژگوں شد — ہم رایت نارون نگوں شد
ہر برگ بخون خویش تیغے — ہر گل بحیات خود دریغے
مے آئینہ دار روئے ساقی — در عیش نماند ہیچ باقی
چوں رفت ز عالم آں یگانہ — آبستن فتنہ شد زمانہ
بس زہر ستبر در گلو شد — کیں روز بشام غم فرو شد

از ماتم او جہاں بجوشید | صد فتنہ زماں زماں بجوشید
بگرفت فلک ستارہ بازی | بنشست جہاں بہ سوگواری
آشوبِ قیامت از جہاں خاست | شیون ز زمین و زماں خاست
غم سوخت دروں یگان یگاں را | ماتم کدہ شد جہاں جہاں را
از مرغ فغاں سرو برخاست | وز غنچہ گرد بر خاست
ہم باد برابر آستین زد | ہم آب کلاہ بر زمین زد
برخاست ز باد زمہریرے | عناب بجلوہ از بترے
برخاست خزاں بہ ترکتازی | افتادِ چمن بہ خاکبازی

حضرت خلیفۃ اللہ کے اس جانکاہ واقعہ کے سننے سے تمام وضیع و شریف چھوٹے بڑے اور بادشاہ و رعایا غرضیکہ تمام خیر الناس و شر الناس سر پیٹتے روتے، چلاتے آنحضرت کی خانقاہ کے گرد آجمع ہوئے۔ اس روز ایسا حشر و نشر برپا ہوا۔ کہ گویا فزع اکبر کا نمونہ تھا ؎

فغاں افتاد در عالم ز ہر سو | کہ ختم اولیاء از اولیا رفت
چرا صبح قیامت بر نیاید | کزیں ظلمت کدہ شمع ہدا رفت

دوپہر کے قریب آنحضرت کو آنجناب کے حجرۂ خاص میں غسل دیا گیا۔ آنحضرت کے غسل میں محمد روشن۔ امام تراویح۔ حافظ معمور۔ حافظ سعد اللہ۔ اور مولوی عبد الحکیم کے بیٹے مولوی احمد شریک تھے۔ جو سب کے سب آنحضرت کے مخصوص مرید تھے۔ جو غسل کے وقت پانی ڈالتے، اور ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ اگرچہ آنحضرت کو سات مہینے سے غسل کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ پھر بھی بدن مبارک پر میل نہ تھا۔ غسل کے وقت کسی کی نگاہ جناب کے ستر پر نہ پڑی۔ لباس اتارنے سے پہلے ناف سے زانو تک تہ بند باندھ لیا گیا۔ غسل کے وقت خود بخود پہلو بدلے جاتے تھے۔ آنحضرت کے کفن میں لفافہ، چادر اور قمیص تھے قمیص کندھوں پر سے پھٹی ہوئی تھی۔ عمامہ حضراتِ سرہند کی رسم نہیں غسل کے بعد بادشاہ اور تمام اہلِ شہر نے درخواست کی۔ کہ آنحضرت کو دہلی ہی میں دفن کیا جائے اور یہیں ایک عالیشان روضہ بنایا جائے۔ چنانچہ دو تین نہایت ہی نفیس باغ اس

امر کے لئے تجویز کئے۔ لیکن آنحضرت کی والدہ ماجدہ نے فرمایا۔ کہ آنحضرت کی مرضی سرہند کی ہے۔ بعض نے اصرار کیا۔ کہ یہیں مدفون ہونے چاہئیں۔ لیکن آخر یہی قرار پایا کہ سرہند پہنچانے چاہئیں۔ سبزی فروشوں کے میدان میں جو نہایت وسیع ہے۔ آنحضرت کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آنحضرت کے خلیفہ محمد روشن نے نماز جنازہ کی امامت کی۔ لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے۔ کہ کہیں کھڑے ہونے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ جنازے پر پرندوں کا اس قدر ہجوم تھا۔ کہ آسمان اچھی طرح نظر نہ آتا تھا۔ اس روز آفتاب بالکل نہیں چمکتا تھا صرف ایک سفیدسی ٹکیا معلوم ہوتی تھی۔ جیسا کہ گرہن یا بادل کے وقت ہوتا ہے۔ حالانکہ مطلع بالکل صاف تھا۔ اور سورج گرہن کا دن بھی نہ تھا۔ تمام خلقت پر مصیبت آئی ہوئی تھی۔ تمام چھوٹے بڑے اس طرح نظر آتے تھے۔ کہ کوئی ان کا سب سے عزیز رشتہ دار فوت ہوگیا ہے۔ بلکہ مخالف مذہب مثلاً شیعہ وغیرہ بھی شریک غم تھے۔ اور ننگے سر اور ننگے پاؤں نعش مبارک کے ساتھ جا رہے تھے۔ کافروں وغیرہ نے بھی دکانیں اور کاروبار بند کر دئے۔ اور نعش کے ساتھ سر پیٹتے جاتے تھے۔ دار الخلافہ کی تمام دکانیں بند تھیں خرید و فروخت بالکل نہ ہوتی تھی۔ لیکن آنحضرت کی والدہ ماجدہ ہمشیرہ۔ اہل بیت۔ اور دختر نیک اختر نے بالکل واویلا نہ کیا۔ اور نہ ہی کوئی خلاف کام ان سے ظہور میں آیا آنحضرت کے وصال کو ابھی ایک گھڑی نہ گذری تھی۔ کہ آنحضرت کے داماد شیخ محمد تقی آئے ہیں واویلا کرتا انکی طرف بڑھا۔ تو آپ نے حسب ذیل شعر موافق حال پڑھا ؎

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیالیا

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو صحابہ نے صبر کیا۔ تم بھی صحابہ کی طرح صبر کرو۔ میں نے اس روز بہت ہی واویلا کیا تھا۔ اور یہی ورد زبان تھا۔ "الصبر ملیح لا علیك یا خلیفة الله والجزع قبیح لا علیك یا خلیفة الله" "صبر عمدہ شے ہے لیکن یا خلیفۃ اللہ آپ پر نہیں اور رونا چلانا برا ہے لیکن آپ کی (وفات) پر نہیں"۔ حضرت خازن الرحمت کے پوتے شیخ خلیل الرحمن کے فرزند شیخ نور القدس نے فرمایا۔ کہ آج ارشاد کا دروازہ بند ہوگیا ہے ؎

در ارشاد بستہ شد ہدایت　　چو از راہِ حقیقت راہ نما رفت

بعد ازاں نعش مبارک کو اس مسجد میں رکھا گیا۔ جو شہر کے کنارے پر ہے۔ اور جہاں آنحضرت باغ کی سیر سے آکر ٹھیرا کرتے تھے۔ رات بھی نعش مبارک وہیں رہی۔ صبح ۵۔ ذیقعد جمعرات کے روز نعش لیکر سرہند کی طرف روانہ ہوئے۔ اس مسجد کے قریب ایک باغ اور ایک کاروانسرائے ہے۔ کسی نے ان تینوں کی عمدہ تاریخ کہی ہے۔ سرائے گلشن سبز۔ مسجد قبلہ گیہاں۔ جس وقت آنحضرت تشریف لایا کرتے تھے۔ یہیں ٹھیرا کرتے تھے۔ یہ تاریخ عموماً بار بار کہا کرتے تھے۔ واقعی بر موقع ہوئی۔ کہ پہلی رات آنحضرت کی نعش مبارک یہیں رہی۔ تمام اہل شہر کیا امیر کیا غریب سب آنحضرت کی نعش کے پاس تمام رات جاگتے رہے۔ اور گریہ وزاری کرتے رہے۔ ان کے شیون وشین سے زمین وزمان کانپ اٹھے۔ اور کثرتِ غم سے کروبی فرشتے بھی تسبیح وتہلیل بھول گئے ؎

چوں بانگِ موت آں شہ سلطان دیں رسید　　جوش زمیں بزرزہ عرش بریں رسید
نزدیک شد کہ خانۂ ایماں شود خراب　　از بس شکستہا کہ بار کان دیں رسید
یکبار جامہ در غم گردوں بہ نیل زد　　چوں ایں خبر بہ عیسئے گردوں نشیں رسید
پُر شد فلک ز غلغلہ چوں نوبتِ خروش　　از ابنیاء بحضرت روح الامین رسید

آنحضرت کا وصال ۲۸ ذیقعدہ بدھ کے روز مطابق ۱۶ اردی بہشت ہوا۔ آنحضرت کا وصال و تولد ایک ہی روز ہوا۔ یہ بھی سنّت نبوی آنجناب سے ترک نہ ہوئی۔ جناب کا سن شریف اُنسٹھ سال تھا۔ مدت قیومیت اڑتیس سال تھی۔ تجدید ثانیہ کا عرصہ اکیس سال تھا۔ آنحضرت کا وصال ۱۱۵۲ھ ہجری کو ہوا۔ جیسا کہ حسب ذیل تواریخ سے معلوم ہوتا ہے ؛

ذکر دربیان

تواریخ وصال حضرت خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رہنمائے امت سید الرسل بود۔ آں وارث سید الرسل بود۔ آں خاتم الاولیاء بود۔ او تاج خلق بود۔ اے افسوس قطب الاقطاب رفت۔ ہے ہے قطب الاقطاب از یں جہان رحلت نمود۔ وائے وائے تمام جہاں بے سرشد۔ فیض معصوم بود۔ آں جانشین

مجدد الف ثانی بود- وائے وائے پیر مرید پدر مرد- وے احمد نقشبند ثانی مرد- او شیخ کامل کمل بود- آہ آہ از عالم محمد زبیر رفت- او شیخ اکبر بود- آہ آہ قطب الاقطاب واصل جنت شد ۞

مندرجہ بالا تاریخیں حضرت صبغۃ اللہ کے بیٹے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزند شیخ نیاز احمد نے کہی ہیں ۞

مظہر حد- ماہ ظاہر- فیاض رسا مظہر آمد- مظہر ادب- وارث محمد الرسول اللہ احد بود- قیوم اقطاب رحلت نمود- عمر فیومنا سیین سنہ نور احمدی قوی رفت- اللہ صبح مجدد دستار پاک شد- مجدد احمدی فورے نور رفت- وہاب ود ود ظاہر بود ہائے ہائے- ظاہر ہائے ہائے- باقی وائے تاج طریقت بود- وائے وائے قیوم صراط مستقیم- وائے قطب زمان معصوم رفت- آہ خواجہ محمد زبیر قطب الاولیاء بودند- خواجہ محمد زبیر کریم اول بود- کریم الاولیا خواجہ محمد زبیر قطب دین مجدد- خواجہ محمد زبیر امام رضوان بود یہ تاریخیں حضرت مجدد الف ثانی کے چھوٹے بیٹے شیخ محمد یحییٰ کے پوتے شیخ مہدی نے کہی ہیں ۞

'امام اعظم ہند' یہ تاریخ امور شاعر مرزا گرامی نے کہی ہے ۞

قیوم زمان شصت سالہ بود ہائے پیر من خواجہ زبیر ہائے- پیر مکمل خواجہ زبیر زبیر قیوم صدیق ثانی بود- بچہارم ذیقعدہ بود- وائے فیاض مرد- ارتحل اے انفراد القوم وائے خیر محققین- اے دل نور ظاہر رفت- العجب قطب المدار رفتہ- عجب بی الاوحد رفتہ- تاج الابدال رفت- وائے وائے قطب العالمین خواجہ زبیر ابد الابرار رفت- حقا کہ سراج الاولیا رفت- وہ چہ حجۃ الہادی رفت- وائے کہ چہ عالم دوربیں سخت- ہے ہے افسوس کہ قیوم جہاں رفت- وائے وائے وہ چہ معجزہ رسول رفت- ہے ہے وائے وائے چہ فقیرے رفتہ- وائے وائے ہائے ہائے چہ رونق دین رفت- وائے وائے چہ شوق ریز ورفت- ہائے وائے چہ آئینہ ریز ورفت- ہائے وائے گوہر راز رفت- امام نخل ہائے ہائے- چہ محبت انزد رفت- وائے وائے خدا شناس کامل بود- ہے ہے عزیز خدا شناس بود- ہے ہے فرزند محبوب مجدد الف ثانی بود- وائے وائے عجب جانشین خواجہا بود- وائے وائے نوبادہ بوستان صفات بود-

وائے وائے لوح محفوظ بودہ۔ ہائے ہائے پاک ضمیر بودہ۔ وائے وائے چہ معدن المعرفت بودہ۔ فیض الباری بودہ۔ آں آیت رحمت بود۔ آں اعظم الاولیاء بود۔ یکے از علماء راسخین بود۔ بسا ثابت القدم بود۔ آہ چہ شیخ العالم بودہ۔ عجب جانشین خواجہا بود۔ افسوس کہ آں خلق محمدی بود۔ ہائے وائے امام اعظم بودہ قیوم الربانی۔ گلدستہ حقانی بودہ ہائے وائے مقتدائے وقت بودہ۔ ہائے وائے حیف مشائخ پناہ بود۔ ہائے ہائے وائے شیخ الاسلام بود۔ ہائے ہائے چہ ہمگی خلت بود۔ ہائے ہائے حقاکہ معشوق بے ہمتا بود۔ ہائے وائے باغ جناں بود۔ ہائے وائے چہ اکسیر معرفت بود۔ ہائے ہائے چہ ابر باراں رحمت بود۔ وائے حیف کہ دسے حافظ بود۔ ہائے وائے باغ جناں بود۔ چہ وارث المرسلین بود۔ ہے۔ ہے نائب مناب رسول رحمت ایزد بود۔ ہائے وائے حیف چہ سالار اولیاء رفت ہائے وائے افسوس کردہ کامل مکمل رفت۔ آہ چہ حیات رفت۔ ہائے وائے احباب پرور رفت۔ ہے ہے لیس عیش رفت۔ چہ ولی مقتدائے آں وقت بود۔ ہے ہے محبوب انعام بخش۔ ہے ہے خوش روئے فضل رحم بود۔ چہ فضل الرب حبیب الودود خفت۔ حبیب الہادی خفت۔ خواجگی نقشبند وائے قطب عالمین خواجہ زبیر عمران شست۔ وائے صد غم قطب۔ وائے مات مرشد زماننا۔ وائے حیف ماتا مرشدنا۔ اوحافظ قیوم بود۔ یہ تواریخ حضرت صبغۃ اللہ فرزند حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ڈہیتے شیخ محمد امام نے کہی ہیں ۔

ذکر و بیان

توجہ نعش مبارک حضرت خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء از دار الخلافہ شاہجہان آباد بدار الارشاد سرہند و بیان واقعی تیک بعد دفن آنحضرت روئے نمودہ اند۔ تعمیر روضۂ منورۂ آنحضرت

پہلی رات آنحضرت کی نعش مبارک اس مسجد میں رکھی گئی۔ جو شہر کے کنارہ پر ہے۔ دوسرے ۵ ذیقعدہ کو جمعرات کے روز دار الارشاد سرہند کی طرف روانہ ہوئے۔ آنحضرت کے اکثر مریدان کرام و خلفائے عظام اور شاہجہان آباد کے

ہزار ہا آدمی نعش مبارک کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وزیر نے بھی بہت سے سوار پیادے ساتھ کئے۔ آنحضرت کے حسب ذیل خلفا نعش کے ساتھ تھے۔ خواجہ ضیاء اللہ مشہور بہ حسن لبن، صوفی محمد رحیم۔ شاہ مقیم۔ صوفی عوض باقی۔ صوفی حفظ اللہ۔ عبدالحکیم۔ کشمیری وغیرہ۔ میں بھی ان شاہبازانِ طریقت کی جوتیاں اُٹھانے کے واسطے ساتھ تھا۔ اکثر مخدومزادوں کی تسلی کے واسطے شاہجہان آباد ہی میں رہے۔ راستے میں جن گاؤں یا شہر سے نعش کا عبور ہوتا۔ گویا وہاں از سرِ نو ماتم ہوتا تھا۔ گرد و نواح کے دیہات و قصبات کے لوگ بھی روتے چلاتے نعش کے ساتھ جاتے تھے۔ تمام جنگل و صحرا لوگوں کی آہ و زاری کے سبب میدان قیامت کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ زمین و آسمان میں بڑی بھاری ہلچل مچی ہوئی تھی ؎

در شاہراہ چوں رہ آں کارواں فتاد | شورِ نشور آں ہمہ را در گماں فتاد
ہم بانگ نوحہ غلغلہ در شش جہت فگند | ہم گریہ بر علائک ہفت آسماں فتاد

نعش مبارک اس قدر جلدی جا رہی تھی۔ کہ اُٹھانے والوں کو اس کا بوجھ ہی معلوم نہ ہوتا تھا۔ نہیں معلوم کون نعش کو اُٹھائے جاتا تھا۔ گویا نعش اِن لوگوں کو کھینچے لئے جا رہی تھی۔ وہ نعش تلے دوڑے جا رہے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ ہمیں معلوم نہیں ہمارے کندھوں پر سے کون نعش کو کھینچتا ہے۔ یہ بات میں (مولف) نے بھی کئی دفعہ دیکھی۔ راستے میں نعش پر بادل کا ٹکڑا سایہ کئے تھا۔ اور شبنم کی طرح ترشح بھی ہوتا جاتا تھا۔ جب ہم منزل پر پہنچے۔ تو بڑے زور کی بارش ہوئی وصال سے دفن تک جو نو دن کا عرصہ گذرا۔ اس میں آسمان ابر آلود ہی رہا ؎

پئے تابوت آں قطبِ زمانہ | چو رعد نعرہ زن احباب در جوش
بنات النعش شد امروز ہیہات | ہماں جمع کہ پر دیں دیدش دوش
برسم ماتم از ساز ناہید | فلک از ابر کردہ پنبہ در گوش

جب ہم سرہند کے قریب پہنچے۔ تو تمام حضرات سرہند روتے ہوئے استقبال کے لئے آئے۔ اور شہر کے تمام چھوٹے بڑے وضیع و شریف چیختے چلاتے نعش مبارک کے پاس آئے۔ پہلے نعش کو پارسا باغ میں ٹھیرایا گیا۔ بعد ازاں شہر میں لائی گئی۔ شیخ محمد نعمان حق رسا جو حضرات سرہند کے اس وقت سردار

تھے۔ گریباں چاک پگڑی پھینک زمین پر لوٹ رہے تھے۔ بڑے بھائی شاہ محمد رسا بھی اسی طرح جزع و فزع میں مشغول تھے۔ تمام مشائخ سعادت سمجھ کر نعش مبارک کو اپنے سر پر اٹھا شہر میں لائے۔ اس پر فخر کرتے تھے کہ ہم نے قیوم زمان کی نعش مبارک اٹھائی ہے۔ شیخ محمد نعمان حق رسا ننگے پاؤں نعش کا اہتمام کر رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ سرہند میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ماتم پر بھی ایسا رونا پیٹنا، چلانا نہیں ہوا تھا۔ آنحضرت کی نعش مبارک شیخ سعد الدین کی حویلی میں جسے آنحضرت نے شیخ سعد الدین کے فرزند سے چار ہزار روپیہ دیکر خرید کیا تھا دفن کی گئی۔ میں نے شاہ محمد رسا، شیخ محمد نعمان حق رسا اور آنحضرت کے فرزندوں اور بھتیجوں نے نعش مبارک کو لحد میں رکھا۔ آنحضرت کے وصال کو نو دن گذر چکے تھے۔ لیکن میت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ۱۲ ذیقعدہ بروز جمعرات نعش مبارک مدفون ہوئی ہے

کاش آں زماں سرادقِ گردوں نگوں شدے / ایں خرگہ بلندِ فلک بے ستوں شدے
کاش آں زماں برائے از کوہ تا بکوہ / سیل سیاہ کردے زمیں قیر گوں شدے
کاش آں زماں کہ ایں حرکت کرد آسماں / سیماب وار روئے زمیں بے سکوں شدے
کاش آں زماں کہ پیکرِ او زیر خاک شد / جانِ جہانیاں ہمہ از تن بروں شدے

جب آنحضرت کو دفن کر چکے تو ان زلزلۃ الساعۃ لشیء عظیم، کے موافق ایک زلزلہ آیا۔ کہ اس جیسا پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ اور نہ کسی مؤرخ نے ایسے زلزلے کی خبر دی ہے۔ اس قسم کا زلزلہ آیا۔ کہ درخت جڑھوں سے اکھڑ گئے۔ اور اکثر عمارتیں بنیاد سے اکھڑ گئیں۔ بعض جگہ زمین پھٹ گئی۔ اور وہاں سے پانی نکلنے لگا۔ اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها، کا سما آنکھوں میں بندھ گیا ہے

گفتی تمام زلزلہ شد خاک مطمئن / گفتی فتاد از حرکت چرخ بے قرار
عرش آنچناں بلرزہ در آمد و کرسی / کافتاد در گماں کہ قیامت شد آشکار
موج بجنبش آمد و برخاست کوہ کوہ / ابرے بہارش آمد و بگریست زار زار
آں خیمہ کہ گیسوئے حورش طناب بود / شد سرنگوں ز بادِ مخالف حباب وار

متواتر سات روز تک زلزلہ رہا۔ ہر روز زمین کے کنارے ہل جاتے تھے۔ لیکن پہلے دن ایسا زلزلہ آیا۔ کہ اگر اسے قیامت کا زلزلہ کہیں تو بجا ہے۔ میں (مؤلف) آنحضرت کے وصال کے بعد ایک مہینہ آنحضرت کے مزار پر رہا۔ بعدازاں آنجناب کے عرس اول کی سعادت حاصل کر کے شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوا۔ شیخ محمد نعمان حق رساؔ اور شیخ نیاز احمد نے کہا۔ کہ آئندہ یہ عرس کو بھی ترک کرو گا۔ تو بھی ان سب کا ثواب اس حدیث کے بموجب "ومن سن سنۃ حسنۃ فلہ اجر من عمل بہا" جو کسی نیک طریقے کی بنیاد رکھتا ہے۔ جو شخص اس طریقے پر عمل کرتا ہے۔ اس کا ثواب بھی بانی کو ملتا ہے" تجھے ملیگا۔ انہیں دنوں آنحضرت کی قبر پر ایک عالیشان روضہ پتھر اور گچ کا بنایا گیا۔ جو رنگارنگ کے نقش و نگار سے آراستہ تھا۔ اور جس میں چین اور فرنگ کی گلکاری ہوئی ہوئی تھی۔ قبہ مبارک کی اونچائی تیس ہاتھ ہے۔ اندر سے کچھ زیادہ چھ گز۔ گنبد کے گرد چار برج۔ ہر برج میں دو حجرے ہیں۔ روضہ منورہ کے تین دروازے ہیں۔ ایک جنوب کی طرف دو مشرق اور مغرب کی طرف۔ شمال کی طرف ایک جالی دار کھڑکی۔ روضہ مبارک کے گرداگرد پانچ ہاتھ سے کچھ زیادہ چوڑا اور ڈیڑھ ہاتھ اونچا چبوترہ ہے۔ آنحضرت کا روضہ منورہ ۱۱۵۳ھ ہجری میں شروع بھی ہوا اور تیار بھی۔ جیسا کہ حسب ذیل تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے ؛

ذکر در بیان

تواریخ روضہ مبارک حضرت خلیفۃ اللہ

روضہ عالم روضہ اعلم روضہ قطب الریاض۔ ریاض القطب۔ روضہ ہادئے اقطاب۔ مقبرہ شریفہ از امام ہادی مقبرہ شریفہ قطب۔ روضہ مجدد اکمل۔ گو روضہ مجدد دین ؛

ایسی عالیشان عمارت دو ماہ کے عرصے میں تیار ہوئی۔ یہ آنحضرت کا تصرف ہے۔ کہ اس قلیل عرصہ میں آنحضرت کا روضہ منورہ تیار ہو گیا۔ ویسے ایسی عمارت کو تیار ہونے کے لئے کئی سال درکار ہیں۔ کابل کا ایک مغل آنحضرت کی بیماری کی خبر سن کر

بیمار پرسی کے لیئے روانہ ہوا۔ جب سرہند سے گذر شاہجہان آباد کے قریب پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ جنگل میں آنحضرت سفید لباس پہنے ابلق گھوڑے پر سوار بڑی سُرعت سے سرہند کی طرف جا رہے ہیں۔ جب اُس نے آنحضرت کو اکیلے دیکھا تو حیران سا رہ گیا۔ کہ اکیلے اس جنگل میں کیونکر آنکلے۔ کیونکہ کبھی اکیلے روانہ نہ ہوئے تھے۔ آخر اس نے بے اختیار ہو کر اپنا چہرہ آنحضرت کے قدموں پر ملا۔ آنحضرت نے ہاتھ کے اشارے سے اسے رخصت فرمایا۔ جب وہ تھوڑا سا فاصلہ طے کر چکا۔ تو دور سے ایک قافلے کو دیکھا۔ نزدیک آنے پر معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت کی نعش مبارک لئے آرہے ہیں۔ اُس نے لوگوں کو کہا۔ یہ عجب معاملہ ہے۔ میں نے ابھی آنحضرت کو دیکھا ہے کہ قافلے کے آگے آگے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے اس سے پوچھا۔ کہ آنحضرت کو کس حالت میں دیکھا ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ سفید لباس میں ابلق گھوڑے پر سوار جا رہے ہیں۔ سارے حیران رہ گئے۔ اور آنحضرت پر اعتقاد زیادہ ہو گیا۔ آنحضرت کے وصال کے بعد خانقاہ کی مسجد کا فرش مخدوم زادوں نے از سر نو درست کیا۔ جہاں آنحضرت وضو کیا کرتے تھے۔ وہاں پتھر اور چونے کا ایک چبوترہ بنایا حضرت قیوم زمان کا ایک تصرف یہ ہے۔ کہ موسم گرما میں جبکہ سخت دھوپ ہوتی کہ پتھر پر روٹی پک سکے۔ لیکن ایسی سخت گرمی میں اس چبوترے پر گرمی کا ذرا اثر نہیں ہوتا۔ چبوترے کے نیچے پاؤں نہیں رکھ سکتے۔

بزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

ذکر در بیان

احوال اولاد امجاد حضرت قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ

حضرت خلیفۃ اللہ کی اولاد کی تعداد چھ ہے۔ چار لڑکے اور دو لڑکیاں لڑکوں میں سے سب سے بڑے شیخ محمد عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ قیومیت کے دوسرے سال میں بیان ہو چکا ہے آنحضرت کی آپ پر خاص نظر عنایت تھی۔ جب آپ آنحضرت کی زندگی میں بیمار ہوا کرتے تھے

توآنحضرت سارا سارا دن حضرت مجدد الف ثانی رضہ اور خواجگان کا ختم پڑھا کرتے۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے سلوک باطنی ولایت تک حاصل کیا۔ آنحضرت نے آپ کے حق میں فرمایا تھا۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم تم پر خاص الخاص نظرِ عنایت رکھتے ہیں۔ لیکن آپ پر جذبہ غالب ہے۔ عموماً مغلوب الاحوال رہتے ہیں۔ اس واسطے لوگوں سے انس بہت کم کرتے ہیں۔ گوشہ نشینی کو میل جول پر ترجیح دیتے ہیں۔ خلق۔ حلم۔ تواضع اور نیستی جیساکہ اہل اللہ کا طریقہ ہے۔ آپ میں پورے طور پر پائی جاتی تھیں۔ آپ کی اولاد میں صرف ایک فرزند شیخ محمد کریم بخش ہیں۔ جو حضرت خلیفۃ اللہ کے وصال کے بعد پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے جد بزرگوار کے کمالات کا وارث بنائے۔ آمین رب العالمین۔

شیخ عبد القادر۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے دوسرے فرزند مکارم اخلاق وکثرت فضائل میں سب سے بے نظیر ہیں۔ آپ ۹ ہر رمضان ۱۲۰۰ھ ہجری کو پیدا ہوئے۔ جیساکہ قیومیت کے ساتویں سال میں لکھا گیا ہے۔ آپ کے پیدا ہونے سے پہلے حضرت شیخ الجن والانس عبد القادر جیلانی رضہ نے حضرت خلیفۃ اللہ کو فرمایا تھا۔ کہ اس سال تمہارے ہاں ایک لڑکا ہوگا۔ جو اپنے وقت میں ممتاز ہوگا۔ اس کا نام عبد القادر رکھنا۔ آنحضرت نے آپ کی پیدائش کے بعد آپ کا اسم مبارک حسب الارشاد عبد القادر رکھا۔ آنحضرت کے وصال کے بعد خانقاہ کے خلیفہ آپ ہی بنائے گئے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی طرح صبح شام حلقہ مراقبہ ذکر شغل میں مشغول رہتے۔ پانچوں وقت نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں۔ جماعت کثیر کے ساتھ نہایت خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے حالات پوچھتے۔ پھر خلوت میں چلے جاتے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد چاشت تک خانقاہ میں مراقبہ کرتے اور پھر اشراق کی نماز ادا کر کے محل میں تشریف لیجاتے ہیں۔ عصر سے لیکر رات کے تیسرے حصے تک خانقاہ میں اوراد و نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔ آپ نے آنحضرت کی خدمت میں دائرہ ظلال سے اصول تک اور اصول سے شیونات واعتبارات ذاتیہ تک ترقی کی۔ اور دلالت سے مدلول تک پہنچے۔ شریعت وطریقت کے سخت پابند ہیں۔ خلق۔ وقار۔

تمکین اور خصوصاً استغنا اس قسم کا ہے جیسا آنحضرت کا تھا۔ آپ میں عجز وانکسار بکثرت ہے۔ لیکن دولتمندوں کی تعظیم نہیں کرتے۔ اور ان کی دعوت قبول نہیں کرتے۔ اپنے مخلصوں کی بیمار پرسی اور ماتم پرسی کے لئے جاتے ہیں۔ غرضیکہ اپنے والد ماجد کے قدم بقدم ہیں۔ اور آج سلسلہ طریقہ علیہ احمدیہ معصومیہ نقشبندیہ زبیریہ کے چراغ ہیں ؎

ازو روشن چراغ نقشبندی ازو سرسبز باغ نقشبندی

حضرت خلیفۃ اللہ کی خانقاہ دودمان قیومیت کے برگزیدہ اور خاندان قطبیت کے خلاصہ کے وجود مسعود سے روشن ہے۔ جہان کے نہ حل ہونیوالی مشکلات آپ کی توجہ شریف سے حل ہوجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت خلیفۃ اللہ کے تمام مریدوں اور خلفاء کے سر پر بحق نون وصاد سلامت رکھے۔ آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور دو لڑکیاں شامل ہیں ✦

شیخ عبدالقدیر و شیخ عبدالمقتدر۔ یہ دونو فرزند حضرت خلیفۃ اللہ کی زندگی میں تین یا اس سے کچھ زیادہ سال کی عمر میں فوت ہوگئے ✦

عبدالقدوس اور عبدالقیوم۔ یہ دو نواب موجود ہیں۔ دونوہی آنحضرتؒ کے وصال کے بعد پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر دو کو معمر، صالح اور اپنے جد بزرگوار کا قائم مقام کرے۔ فرزند کلاں مخدوم زادہ شیخ محمد عزیز یعنی شیخ محمد کریم بخش اور فرزند مخدوم زادہ شیخ عبدالقادر دونو آنحضرت کے وصال کے ایک سال بعد چند روز یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حدیقہ قیومیت کے ان نونہالوں کو درجہ تکمیل تک پہنچائے۔ لڑکیاں ابھی چھوٹی ہیں۔ شیخ عبدالقادر حضرت عروۃ الوثقٰے کے فرزند حضرت مروج الشریعت کے پوتے شاہ محمد زبیر کی لڑکی سے منسوب ہیں ✦

خواجہ محمد احرار ثانی نور اللہ مرقدہٗ۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے تیسرے فرزند ہیں۔ سنہ ۱۱۳۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ قیومیت کے ستر ویں سال میں بیان ہوچکا ہے۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کو تمام فرزندوں سے عزیز تھے۔ آنحضرت آپ پر بدرجہ اتم توجہ فرمایا کرتے تھے۔ اور عمدہ اشارات وبشارات

جن سے اولیا ممتاز ہوتے ہیں۔ آپ کے حق میں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔ آنحضرت کی زندگی ہی میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آنحضرت کو آپ کی وفات کا سخت قلق ہوا۔ اغلب ہے کہ اس قسم کا غم آنحضرت کو ساری عمر میں کبھی نہیں ہوا ہوگا۔ چنانچہ آنجناب نے آپ کی وفات کے بعد باغ کی سیر جو ہر جمعہ کے بعد کیا کرتے تھے۔ ترک کر دی۔ اور چند روز سالکوں کو توجہ دینا بھی ملتوی کر دیا۔ آنحضرت کے اوقات میں پورا تغیر و تبدل ہو گیا۔ اور اس غم سے آنحضرت لاغر بھی ہو گئے۔ اور دن بدن ضعف غالب آتا گیا۔ حتیٰ کہ آنحضرت مرض سل میں مبتلا ہو گئے۔ اور اسی مرض سے اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ خواجہ محمد احرار کا وصال ۱۱۰۳ہجری میں ہوا۔ حضرت خلیفۃ اللہ نے آپ کی نعش کو سرہند بھیجا۔ جو حضرت عروۃ الوثقےٰ کے روضہ منورہ میں دفن کی گئی۔ چنانچہ یہ معاملہ قیومیت کے دوسرے سال میں مفصل لکھا گیا ہے۔

شیخ محمد معصوم مغفور۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے چوتھے فرزند ہیں۔ آپ شیر خوارگی ہی میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ آنحضرت نے آپ کے حق میں فرمایا تھا۔ کہ اگر اس فرزند کی عمر نے وفا کی۔ تو ایک بڑا ولی ہوگا۔

حضرت خلیفۃ اللہ کی بیٹیاں روئیں۔ فاطمہ زمانی۔ بدر النساء جو ۱۱۲۰ھ میں پیدا ہوئیں۔ حضرت خلیفۃ اللہ آپ پر نہایت متوجہ تھے۔ اور آپ سے بدرجہ غایت محبت کرتے تھے جو تحفہ آنحضرت کی خدمت میں آتا سب آپ کے پاس بھیجدیتے تھے۔ دن میں ایک دفعہ ضرور بالضرور بنفس نفیس دیکھنے جایا کرتے تھے بلکہ اس آخری مرض میں بھی جبکہ ضعف بدرجہ کمال ہو گیا۔ جانے میں کبھی ناغہ نہ کیا۔ آنحضرت آپ کی باطنی صفائی کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں سلوک باطنی انتہائی درجے تک حاصل کیا تھا۔ دنیا سے بالکل قطع تعلق کر کے دن رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتی تھیں۔

آنحضرت کی دوسری بیٹی کا اسم مبارک سراج النساء جہاں ہے۔ آپ آنحضرت کی زندگی میں چودہ سال کی عمر میں اس جہان ناپائدار سے رخصت ہوئیں

آنحضرت نے آپ کی نعش کو سرہند بھیجدیا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ منورہ میں مدفون ہوئیں ۔

مذکورہ بالا اولاد کے علاوہ حضرت خلیفۃ اللہ کی اور اولاد بھی ہے لیکن وہ شیر خوارگی کی حالت میں اِس دارِ فانی سے رخصت ہوئی۔ چونکہ ان کے نام بھول گیا ہوں۔ اس واسطے ان کے حالات نہیں لکھے۔ حضرت خلیفۃ اللہ کے اہل بیت تین تھے۔ ایک مخدومزادہ کلاں شیخ محمد عزیز اور شیخ عبد القادر کی والدہ۔ دوسرے خواجہ محمد احرار ثانی۔ فاطمہ زمانی اور رقیہ ثانی کی والدہ۔ تیسرے مخدومزادہ کلاں کی والدہ۔ شیخ محمد کی والدہ آنحضرت کی زندگی ہی میں چل بسیں جو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ منورہ میں مدفون ہوئیں۔ خواجہ محمد احرار کی والدہ ابھی زندہ ہیں ۔

ذکر در بیان

خلفائے عظام و یارانِ مبشرین کرام حضرت قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ

جب مَیں نے اِس کتاب کو تالیف کرنا چاہا۔ تو اس خیال کو آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ اور کتاب کی تالیف کی درخواست کی۔ آنحضرت نے استخارہ کے بعد اذن دیا۔ اور بنہایت تاکید سے فرمایا۔ جو کچھ سچ سچ ہوگا وہی لکھنا سرِمو مبالغہ نہ کرنا۔ مَیں نے عرض کیا۔ کہ مجھے جناب کے خلفاء کا حال مفصل معلوم نہیں۔ فرمایا جس وقت ہم یاروں کو توجہ دیتے ہیں۔ تم پاس رہا کرو۔ میں حسب الحکم توجہ کے وقت حاضر رہتا۔ جب آنحضرت لوگوں کو توجہ دیتے تو مجھے پاس بٹھا لیتے جس کو کسی ابتدائی متوسط یا انتہائی حالات کی خوشخبری عنایت کرتے مجھے سنا دیتے۔ جو یار دوسرے علاقوں میں تھے۔ ان کے حالات خود بیان فرمایا کرتے تھے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ بلا کم و کاست یہی حالات لکھدینا۔ کسی کی آشنائی کا خیال نہ کرنا۔ حضرت مجدد الف ثانی رضہ کے فرزندوں میں سے جو اشخاص میرے مریدوں میں داخل ہیں۔ ان کے حالات پہلے لکھنا۔ کیونکہ وہ باقی تمام جہان سے اشرف ہیں میں (مؤلف) نے بارہا کتاب شروع کرنی چاہی۔ لیکن بعض رکاوٹوں کے سبب شروع

ذکر سکا۔ آنحضرت کے آخری سال جلوس قیومیت میں شروع کی۔ پھر ہیں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ جناب کے یاروں اور خلفا کے حالات کس طرح لکھوں۔ فرمایا اب تمہیں ان کے حالات معلوم ہیں۔ سو اپنے علم کے موافق لکھدو۔ اب جو کچھ مجھے معلوم ہے لکھے دیتا ہوں۔ آنحضرت کی زندگی میں اِس کتاب کی چند ایک جزویں تیار ہوئی تھیں۔ بعد ازاں آنحضرت کا وصال ہوگیا۔ آنحضرت کے وصال کے بعد دو سال تک بہ سبب غم و الم میں بدحواس رہا۔ جب غم کو ذرا تخفیف ہوئی۔ تو پھر اِس کتاب کو لکھنا شروع کیا۔

فہرست خلفا و مریدانِ خاص حضرت خلیفۃ اللہ

رضے اللہ تعالیٰ عنہ کی

میر محمد نعمان حق رسا معصومی۔ شیخ محمد محسن معصومی۔ شیخ محمد احمدی۔ شیخ وجیہ الدین احمدی۔ شیخ عبد الحی احمدی۔ شیخ محمد امام معصومی۔ شیخ فدا احمد۔ شیخ محمد عابد سلطان پوری۔ صوفی قربان کابلی۔ شیخ عبد الرحیم لاہوری۔ صوفی مرزا جانی ابدال لاہوری۔ شیخ محمد امین لاہوری۔ شیخ گل محمد لاہوری۔ صوفی کامل کابلی۔ شیخ عادل سامانی۔ صوفی فرہاد پشاوری۔ صوفی عوض باقی کابلی۔ صوفی ابو تراب برلاس خوشابی۔ خواجہ ضیاء اللہ کشمیری۔ صوفی فرہاد پشاوری۔ خواجہ نور اللہ کابلی۔ خواجہ محمد امین کابلی۔ صوفی محمد روشن۔ صوفی نور محمد نیلہ پوش۔ شیخ علی اصغر سیالکوٹی۔ شیخ محمد صدیق سیالکوٹی۔ خواجہ محمد ناصر نقشبندی۔ خواجہ عبد الرحمان۔ خواجہ محمد میر یعقوبی مراد آبادی۔ شیخ احمد کاتب سیالکوٹی میر سعد اللہ ننگر ہاری۔ حاجی شکر اللہ کابلی۔ داراب کابلی۔ صوفی فیروز ملتانی۔ خواجہ عباد اللہ خواجہ فیض اللہ کابلی۔ شیخ سعد الدین پشاوری۔ اخون موسے۔ شیخ ابو تراب پشاوری شیخ محمد دمشقی۔ خواجہ اسد اللہ بخاری۔ خواجہ عزیز اللہ بدخشی۔ صوفی لعل سبحانی۔ حاجی سعادت اللہ۔ صوفی فیض بخش رہتاسی۔ شیخ محمد فضل ہولوی۔ صوفی محمد رہتاسی۔ خواجہ فقیر سبحانی۔ شیخ ولی محمد بہاری۔ صوفی محمد اشرف شمس آبادی۔ حافظ جمال محمد شاہ آبادی۔ شیخ محمد عادل اکبر آبادی۔ شیخ محمد عارف بنگالی۔ شیخ محمد فضل بنگالی صوفی ابو الحسن بلخی۔ صوفی قندری۔ شاہ مقیم بدخشی۔ صوفی دوزی بدخشی۔ خواجہ عبد الرحمن کولابی۔ غلام محی الدین افغان۔ صوفی نواب افغان ؛

ذکر در بیان

احوال یاران مبشران حضرت خلیفۃ اللہ رضی اللہ عنہ

صوفی میرزا۔ صوفی فقیر احمد۔ صوفی حفیظ اللہ۔ صوفی شیخ علی۔ صوفی محمد اعظم سیالکوٹی۔ صوفی عبد الرحیم سیالکوٹی۔ غلام احمد سلطانپوری۔ صوفی بخشندہ۔ عزیز قلی خاں۔ صوفی عبد اللہ۔ خوشابی۔ صوفی صدیق۔ صوفی گاہی۔ خواجہ عبد المنان۔ صوفی صفدر شاہ اندرابی۔ صوفی محمد شریف عرب۔ صوفی یار محمد کفش فروش۔ صوفی عبد الحکیم کشمیری۔ صوفی محمد صادق۔ صوفی محمد عاقل۔ مولوی احمد قصوری۔ حافظ سعد اللہ لاہوری۔ مولوی مرزا عبد الرحیم کابلی۔ صوفی محمد عظیم۔ ملا عبد اللہ افغان۔ ملا مخدوم۔ میر ہزار کابلی۔ صوفی غلام محمد سرہندی۔ خواجہ عبد اللہ کابلی۔ اخون سلطان افغان۔ محمد کبیر شاعر کابلی۔ حاجی جمال اندرابی۔ حاجی جمال آنحضرت کا دودھ بھائی۔ عبد الرحمن سمرقندی۔ حاجی قلندر بدخشی۔ خواجہ عبد اللہ۔ ملا شمس الدین کاشغری۔ حافظ سیف اللہ افغاں۔ دوست محمد افغان۔ اور محمد سالم کابلی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت خلیفۃ اللہ کے خلفاء اور یاروں کے حالات لکھنا خارج از تحریر ہے۔ صرف ان کے نام ہی لکھے جائیں تو کئی ضخیم رجسٹر درکار ہیں۔ آنحضرت کے صاحب حال یاروں میں سے بعض ایسے بھی ہیں۔ جن کی صورت کا بھی آشنا نہیں ہوں۔ اور نہ ان کے نام کی بھی خبر ہے۔ بعض ایسے ہیں۔ کہ نام سن رکھے ہیں۔ لیکن شکل نہیں دیکھی۔ جن کا نام اور شکل ہر دو یاد نہیں ان کے حالات نہیں لکھے گئے۔

سید محمد نعمان حق رسا احمدی معصومی سرہندی۔ حسب ذیل طور پر چار واسطہ سے آپ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں۔ میر محمد نعمان حق رسا بن خواجہ محمد پارسا بن حضرت عبید اللہ مروج الشریعت بن حضرت محمد معصوم عروۃ الوثقے بن حضرت مجدد الف ثانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ آپ نے سلوک باطنی پہلے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد حرمین الشریفین کی زیارت کے لئے چلے گئے۔ وہاں حکم ہوا۔ کہ حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت سے فیض اخذ کرو۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے بھی سُنا تھا۔ کہ حضرت خلیفۃ اللہ کو قطب الاقطابی کا

منصب حاصل ہے۔ اس واسطے جب سفر حج سے واپس آئے۔ تو آنحضرت کے مرید ہوئے آنحضرت آپ پر بدرجہ غایت مہربان تھے اور تجلّئ صفات، تجلّئ ذات، زوال عین۔ اور ولایت و کمالات نبوت کے انتہائی مقامات کی عمدہ عمدہ خوشخبریاں عنایت فرمائیں تھیں۔ جیساکہ آنحضرت کے حسب ذیل مکتوب سے معلوم ہوتا ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ علیٰ کل حال۔ برادر مہربان صاحب کمالات صوری و معنوی اس درویش کی طرف سے سلام عافیت انجام قبول فرمائیں۔ اپنے مشتاق دیدار ہیچ کو دعائے ترقی دارین میں مشغول سمجھیں۔ برادر مہربان کا مکتوب مرغوب عین انتظار میں پہنچا۔ اور حقیقت مندرجہ معلوم ہوئی۔ آپ نے لکھا تھا۔ کہ پہلے جو کمالات وجود سے عدم کو پہنچے تھے۔ میں پھر انہیں اصل کی طرف لوٹتا ہوا پاتا تھا۔ اب عدم عدم سے ملحق ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ حالت بہت اچھی ہے۔ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رہ اس حالت کو تجلّئ ذات سے موسوم فرماتے ہیں۔ میں بھی قریب قریب آپ کی یہی حالت پاتا ہوں۔ اس نعمت عظمےٰ کا شکر بجالائیں۔ اور ترقی کا خیال کریں۔ آپ کی لیاقت اور قابلیت اس سے بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے علمی سے عملی صورت میں لائے۔ میں ہر رات آپ کی ظاہری و باطنی ترقیات کے واسطے دعا کرتا رہتا ہوں۔ نورچشمی بچی بیگم بمعہ والدہ سلام کہتی ہیں۔ ہر رات دعا کے وقت مجھے بھی یاد فرمایا کریں۔ برادر مہربان صاحب کمالات صوری و معنوی شاہ محمد بہا کو سلام۔ ہمشیرہ بی بی رقیہ بانو کا سلام۔ میاں محمد احسان مشتاقانہ سلام عرض کرتے ہیں۔ جب آپ کے ہاں فرزند پیدا ہو۔ آپ میرے بھانجے کی دایہ جینی جو میاں محمد عزیز کی دایہ ہے مقرر کریں"۔ آپ کے کچھ حالات اور آپ کا مرید ہونا قیومیت کے تینتیسویں سال میں بیان ہو چکا ہے۔

شیخ محمد محسن احمدی معصومی سرہندی ۔ آپ کا سلسلہ حسب ذیل ترتیب سے پانچ واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رہ تک پہنچتا ہے۔ شیخ محمد محسن بن حضرت شیخ حسن احمد بن حضرت شیخ محمد ہادی بن حضرت شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعت بن حضرت شیخ محمد معصوم عروۃ الوثقےٰ بن حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔ آپ بچپن ہی سے حضرت خلیفۃ اللہ کے منظور نظر تھے۔ آنجناب آپ پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔ خصوصاً آخری عمر

میں آنحضرت کے مخالف آپ ہی تھے۔ اور اکثر حضرت خلیفۃ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے جو انس محمد محسن سے ہے کسی اور سے نہیں۔ حضرت قیوم زمان نے آپ کو عمدہ بشارات جو حضرت مجدد الف ثانی رضہ کے خصائص سے ہیں۔ عنایت فرمائیں۔ آپ شریعت و طریقت کے سخت پابند اور ورع و تقوے میں بے نظیر ہیں۔ امر معروف اور نہی منکر آپ کا پسندیدہ طریقہ ہے۔ دن رات میں کوئی ایسا وقت نہیں جو عبادت وطاعت سے خالی ہو۔ حضرات سرہند کے طریقے کے پورے پورے پابند ہیں۔ آج حضرت خلیفۃ اللہ کے یاروں بلکہ تمام طریقہ علیہ احمدیہ معصومیہ میں شیخ محمد محسن بے نظیر ہیں ٭

شیخ محمدی احمدی سرہندی۔ آپ کا سلسلہ حسب ذیل طور پر چار واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رضہ تک پہنچتا ہے۔ شیخ محمدی بن شیخ حسن علی مشہور بہ شاعر چراغ بن شیخ ضیاء الدین یوسف بن حضرت شیخ محمد یحیےٰ معروف بہ شاہ جیون بن حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔ شیخ محمدی نے پہلے اپنے جد بزرگوار شیخ ضیاء الدین یوسف سے سلوک باطنی حاصل کیا۔ انکے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ اللہ کے مرید ہوئے۔ آنحضرت نے آپ پر مہربانی کر کے طریقہ علیہ احمدیہ معصومیہ کی عمدہ بشارات عنایت فرمائیں اور تھوڑی مدت میں خلافت سے مشرف فرمایا۔ آپ نے ظاہری علم بھی پایہ تحصیل تک حاصل کیا تھا۔ علم کلام اور علم تصوف میں بھی بے نظیر تھے۔ آجکل تصوف میں ایک کتاب مواہب احمدیہ، تصنیف فرمائی ہے۔ جو میں نے بھی دیکھی ہے۔ واقعی اس میں عجیب و غریب علوم بیان فرمائے ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا۔ کہ ان کا بیان کنندہ ابنائے جنس سے ممتاز ہے ٭

شیخ وجیہ الدین احمدی سرہندی۔ آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل طور سے چار واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تک پہنچتا ہے۔ شیخ وجیہ الدین محمد درویش بن شیخ زین العابدین المشہور بہ شیخ فقیر اللہ بن حضرت شیخ محمد یحیٰی بن حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ آپ نے سلوک باطنی پہلے اپنے جد بزرگوار کے بھائی شیخ ضیاء الدین یوسف سے حاصل کیا۔ ایک روز اثنائے سلوک میں حضرت مجدد الف ثانی رضہ کے مزار فائض الانوار پر بیٹھے تھے۔ کہ آنحضرت نے آپ پر ظاہر ہو کر فرمایا۔ کہ قطب وقت شیخ محمد زبیر کی خدمت میں جاؤ۔ اور انہیں سے توجہ باطنی کے لئے درخواست کرو۔ آپنے

آنحضرت کے ارشاد کے مطابق حضرت قیومیت مآب قیوم زمان کی خدمت میں حاضر ہو کر توجہ باطنی کی درخواست کی۔ آنحضرت کو شیخ ضیاء الدین یوسف کی خاطر توجہ دینے میں تامل تھا۔ میں کسی تقریب سے سرہند جا رہا تھا۔ مجھے فرمایا۔ کہ تم جب سرہند جاؤ۔ تو شیخ ضیاء الدین یوسف سے پوچھنا کہ شیخ وجیہ الدین کو مرید کروں یا نہ۔ جب اجازت ملی۔ تو آنحضرت نے آپ کو مرید کیا۔ آپ بھی صبح شام آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ آنحضرت نے آپ کے حق میں ولایت صغریٰ کبریٰ اور علیا اور کمالات نبوت وغیرہ کی بشارات فرمائیں۔ آپ اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمہ سے موصوف تھے۔ ورع۔ تقویٰ۔ امر معروف اور نہی منکر آپ کا شعار ہے ۔

شیخ عبدالحی احمدی سرہندی۔ آپ تین واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ شیخ عبدالحق بن شیخ عبداللطیف بن دختر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔ آپ مع فرزندوں کے حضرت خلیفۃ اللہ کے مرید ہوئے۔ آنحضرت نے آپ کے بڑے فرزند کو خلافت بھی عنایت فرمائی۔ آپ صلاح۔ ورع اور تقویٰ سے آراستہ اور شریعت و طریقت کے پکے پابند تھے ۔

شیخ محمد امام احمدی سرہندی۔ آپ شیخ عبدالحی کے بڑے فرزند ہیں۔ آپ کی والدہ حضرت عروۃ الوثقےٰ کے فرزند حضرت صبغۃ اللہ کی دختر فرخندہ اختر ہیں حضرت خلیفۃ اللہ شروع ہی سے آپ پر مہربان تھے۔ آنحضرت نے ظلال اور اصول کی اشارات عنایت فرمائیں۔ اور اپنی خلافت سے مشرف فرما کر کابل کی طرف روانہ کیا۔ وہاں آپ کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ اور بہت سے لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ اور عجیب و غریب حالت پیدا کی۔ واقعی شیخ محمد امام صاحب جذبہ قوی تھے۔ آنحضرت بھی فرمایا کرتے تھے کہ شیخ امام صاحب جذبہ ہیں۔ آپ ورع۔ تقوے۔ صلاح۔ علم۔ حلم۔ خلق۔ تواضع۔ فردتنی میں بے نظیر اور شریعت و طریقت پر کاربند تھے۔ ظاہری علم بھی تحصیل کے درجے تک حاصل کیا ۔

شیخ فدا احمد احمدی سرہندی۔ آپ بھی شیخ عبدالحی کے فرزند ہیں۔ اپنے بڑے بھائی شیخ محمد امام کے ساتھ حضرت خلیفۃ اللہ کے مرید ہوئے۔ چند مرتبہ بھائی کے ساتھ سرہند سے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آنحضرت کی باطنی توجہات کی سعادت

حاصل کی۔ بلکہ آپ کے حق میں آنحضرت نے بعض بشارات بھی عنایت فرمائیں ۔

شیخ محمد عابد سلطانپوری قدس سرہ ۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ آنحضرت نے آپ کے حق میں فرمایا تھا ۔ کہ اس کا عروج اکثر اولیاء سے اونچا واقع ہوا ہے۔ یہ ضروری ہے ۔ کہ صاحب عروج سے کرامات بکثرت ظہور میں آئیں ۔ واقعی شیخصاحب سے کرامات بکثرت ظاہر ہوئیں۔ آنحضرت نے آپ کو طریقہ احمدیہ معصومیہ کی تمام بشارات عنایت فرمائیں ۔ ولایت احمدی تو خاص طور پر فرمائی سرہند اور لاہور کے مابین علاقے کے قطب تھے ۔ آپ اوصاف کریمہ و اخلاق حسنہ سے موصوف اور شریعت و طریقت کے سخت پابند تھے ۔ امراء اور اغنیاء سے سخت متنفر تھے ۔ چنانچہ لاہور کے حاکم نے کئی مرتبہ آپ کی زیارت کی خواہش کی لیکن آپ نے منظور نہ فرمائی ۔ آخر وہ شکار کے بہانے آپ کی زیارت کے لئے سلطانپور آیا ۔ براہ راست اس واسطے نہ آیا ۔ کہ کہیں شیخصاحب سلطانپور نہ چھوڑ جائیں ۔ جب آپ کی خانقاہ کے قریب پہنچا ۔ تو آپ اس کی آمد کی اطلاع پاکر کہیں جا چھپے۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ شیخصاحب کہاں ہیں ۔ حاکم نے خانقاہ میں جاکر دیکھا کہ شیخصاحب موجود نہیں۔ خانقاہ والوں سے پوچھا ۔ تو انہوں نے کہا ۔ ہمیں معلوم نہیں ۔ آخر وہ دوپہر تک انتظار کرتا رہا ۔ آپ کے یاروں اور شاہی ملازموں نے بہتیری دیکھ بھال کی ۔ لیکن آپ کا پتا نہ ملا ۔ وہ ایک روز اور بھی حاکم وہاں رہا ۔ لیکن جب دیکھا شیخصاحب بالکل متنفر ہیں ۔ تو ناامید ہو کر لاہور واپس چلا گیا ۔ شیخ صاحب آنحضرت کے وصال سے ایک ماہ پیشتر ۱۱۵۲ھ میں دار فانی سے کوچ کر گئے ۔ آنحضرت کو آپ کی وفات کا سخت افسوس ہوا ۔ فرمایا ۔ کہ محمد عابد تم نے جہان سے رخصت ہونے میں سبقت کی ہے ۔ اچھا ہم بھی عنقریب آیا چاہتے ہیں۔ نیز آپ کے حق میں فرمایا کہ وہ ہمارے یاروں میں ممتاز اور مستثنیٰ تھا ۔

صوفی محمد فرمان کابلی سلمہ ربہ ۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے اجل خلفاء سے ہیں آپ نے سلوک باطنی ابتدا سے لیکر انتہا تک آنحضرت سے حاصل کیا ۔ آنحضرت نے آپ کو اس طریقہ کی تمام بشارات عنایت فرمائیں ۔ اور خلافت کابل دیکر رخصت کیا ۔ وہاں آپ کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی ۔ اس علاقے کے بہت سے لوگ آپ کے مرید ہوئے ۔ وہاں کے

مشائخ اپنے مریدوں کے منحرف ہونے پر سانپ کی طرح پیچ و تاب کھاتے تھے۔ سب نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا۔ کہ کسی طرح صوفی صاحب کو شرمندہ کرنا چاہیئے۔ آخر یہ قرار پایا۔ کہ تمام مشائخ و علماء اور رؤسائے شہر کی دعوت کرنی چاہیئے۔ اور اس میں صوفی صاحب کو بلا کر جو مصلحت وقت ہو ان سے پوچھنا چاہیئے۔ دوسرے دن حسب قرارداد شہر کے تمام چھوٹے بڑے جمع کر کے صوفی صاحب کو بلایا۔ جب آپ آئے۔ تو آپ سے دشمنی کے طور پر پوچھا۔ کہ یہ کہاں کے درویش ہیں ؟ کہ تم نے ہمارے مریدوں کو منحرف کر لیا ہے یہ بات طریقت میں حرام ہے۔ آپ نے ناراض ہو کر کہا۔ کہ تم نیکی سے کیوں روکتے ہو۔ انہیں خداشناسی سے منع کرتے ہو۔ نہ تم میں اس قدر طاقت ہے کہ تم انہیں فائدہ پہنچا سکو۔ اور نہ کسی اور سے فائدہ اٹھانے دیتے ہو۔ انہوں نے پوچھا۔ تمہیں یہ کیونکر معلوم ہے۔ کہ ہم سے لوگوں کو باطنی فائدہ نہیں پہنچتا اور تم سے پہنچتا ہے صوفی صاحب نے فرمایا۔ آزما لو۔ وہ بھی اس بات پر آمادہ ہو گئے۔ بعد ازاں کھانے کے تھال سر بمہر صوفی صاحب کے پاس لائے۔ اور پوچھا۔ کہ بتاؤ ان میں کس کس قسم کا کھانا ہے۔ آپ نے بلا کم و کاست تمام چیزیں بتلا دیں۔ تمام مشائخ و علماء دیکھ کر حیران رہ گئے اور اپنے خیال سے توبہ کی۔ اسی مجلس میں اکثر آدمی آنحضرت کے مرید ہو گئے ۔

ایک روز حضرت خلیفۃ اللہ میرے پاس توجہ و تصرف کا بیان فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے تپ ہو گیا۔ صبح سے ظہر کی نماز تک بڑے شدت کا بخار رہا۔ اتنے میں صوفی محمد زمان نے آکر عرض کیا۔ کہ ہم جناب کو ایسی حالت میں دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے۔ بس اس تپ کو اپنے پر لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر میرے پاس سے اٹھا اس کے جاتے ہی میرا تپ زائل ہو گیا۔ ایک گھڑی نہ گذری تھی۔ کہ لوگوں نے آکر عرض کیا۔ کہ صوفی صاحب تپ محرقہ میں مبتلا ہیں۔ آنجناب نے فرمایا۔ کہ صوفی نے ہمارا تپ خود لیا ہے۔ یہ مناسب نہیں۔ کہ اسے تکلیف کی حالت میں چھوڑیں۔ بعد ازاں دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب کو شفا عنایت فرمائی ۔

ایک روز میرے والد ماجد نے فرمایا۔ کہ جن دنوں میں اپنے مرض کا علاج کرا رہا تھا۔ میرا بہت سا روپیہ بیماری پر صرف ہوا۔ انہیں دنوں صوفی صاحب نے آکر عرض کیا۔ کہ جناب کو اس قدر تکلیف اور اس قدر روپیہ صرف کیا ہے۔ آپ کا یہ مرض زائل

نہیں ہوگا۔ بہتر ہے جناب اس پر روپیہ صرف نہ کریں۔ لیکن اس وقت صوفی صاحب کی بات کسی نے نہ مانی۔ بعد ازاں بہتیرے علاج کئے گئے۔ لیکن کچھ افاقہ نہیں ہوا۔

صوفی صاحب دُنیا سے قطع تعلق کئے ہوئے تھے۔ سخت سے سخت مجاہدے اور ریاضتیں کرتے تھے۔ شریعت اور طریقت کے سخت پابند تھے۔ آپ کا رنگ ڈھنگ گذشتہ اولیاء کی طرح تھا۔

شیخ عبدالرحیم لاہوری۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے بڑے خلفا سے ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی ابتدا سے لیکر انتہا تک آنحضرت سے حاصل کیا۔ آنحضرت نے حضرت حجۃ اللہ کے بعد آپ ہی کو خلافت عنایت فرمائی۔ آپ ورع و تقوےٰ میں کامل اور حضرات سرہند کے طریقہ علیہ پر کاربند تھے۔ ۱۱۳۲ھ ہجری میں وفات پائی۔ آنحضرت نے آپ کی بجائے صوفی مرزا جانی ابدال کو لاہور بھیجا۔

صوفی مرزا جانی ابدال لاہوری۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے بڑے خلیفہ اور منظور نظر ہیں۔ لڑکپن ہی سے آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کیا۔ آنحضرت آپ پر خاص طور پر مہربان تھے۔ اس طریقہ علیہ کی تمام بشارات صوفی صاحب کو عنایت فرمائی تھیں اور خلافت دیکر لاہور روانہ کیا۔ آپ ہر سال ماہ رمضان میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے۔ چند ماہ خانقاہ میں رہ کر پھر حسب الارشاد لاہور واپس چلے جاتے۔ بعض اوقات آئندہ ماہ رمضان تک یعنی سال بھر ہی آنحضرت کی خدمت میں رہتے۔ آپ کو اس طریقہ کے خصائص یعنی مقامات بلند اور کمالات ارجمند حاصل تھے۔ شریعت و طریقت کے سخت پابند تھے۔ اور ورع اور تقوےٰ سے موصوف۔ ان باتوں کے علاوہ آنحضرت نے ابدالی خدمت بھی آپ کے سپرد کر رکھی تھی۔

ایک روز میں نے بھی صوفی صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ سے بھی ویسی ہی کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ جو ابدالوں سے ہوا کرتی ہیں۔ کیونکہ اہل اللہ کے ہاں یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ ابدال کثیر الخوارق ہوا کرتے ہیں۔ صوفی صاحب انکسار سے ہی کام لیتے رہے۔ ہم یہی گفتگو کر رہے تھے۔ کہ اتفاقاً صوفی صاحب کا ایک مخلص دور دراز کا سفر طے کرکے آنکلا۔ اور کہنے لگا۔ کہ فلاں جنگل میں میں

شیر سے دوچار ہوا۔ جو مجھے وہ ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسی وقت صوفی صاحب کے باطن کی طرف توجہ کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ صوفی صاحب نے وہاں آکر شیر کو جھڑکا جو آپ کو دیکھتے ہی بھاگ گیا۔ اور میں اس بلا سے بال بال بچ گیا۔ جب اس نے صوفی صاحب سے یہ ماجرا بیان کیا۔ تو میں (مؤلف رح) نے صوفی صاحب کو کہا۔ کہ آپ سے اس موقعہ پر دو کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک وہ جو اس شخص نے بیان کی ہے دوسرے یہ کہ میں آپ سے کرامات کے بارے میں پوچھتا تھا۔ سو میرے سوال کا جواب بھی مل گیا۔ صوفی مرزا جانی آنحضرت کے وصال کے وقت موجود تھے ٭

صوفی گل محمد لاہوری ۔ آپ خانقاہ کے قدیمی خدمتگذار ہیں آنحضرت نے آپ کو خلافت عنایت کر کے لاہور بھیجا۔ آپ ورع۔ تقوٰے۔ حلم۔ خلق۔ تواضع اور انکسار سے موصوف اور حضرات سرہند کے طریقہ پر کاربند تھے۔ سنہ ۱۱۳۱ ہجری میں وفات پائی۔ آنحضرت نے آپ کی بجائے اُس کے بھائی شیخ محمد امین کو لاہور بھیجا ٭

شیخ محمد امین لاہوری ۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے اجل خلفاء سے ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی ابتداء سے اِنتہا تک آنحضرت کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا۔ اور اس طریقہ کی عمدہ بشارات حاصل کیں۔ آنحضرت نے آپ کو خلافت عنایت کر کے لاہور بھیجا۔ آنحضرت آپ کی صفائے باطن۔ تندی وصحتِ کشف کی تعریف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ لاہور میں ایک دفعہ شیخ محمد امین معتکف تھے۔ اس دن ماہ رمضان کی اُنتیسویں ۲۹ تھی۔ لوگوں نے آپ سے بیان کیا۔ کہ نجومیوں کی رائے ہے کہ چاند کل دکھائی دیگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ماہِ رمضان تو گذشتہ رات رخصت ہو چکا ہے آج بالضرور چاند دکھائی دیگا۔ یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی۔ جب شام ہوئی۔ تو منجم جھوٹے نکلے۔ اور اولیاء اللہ کی کرامت ظاہر ہوئی۔ یعنی چاند نکل آیا ٭

ایک دفعہ حاکم لاہور نے کسی تقریب سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستعفی ہونا چاہا۔ چنانچہ اس ارادے سے وہ شہر سے نکل تین کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا بعض دنیاوی امور کے واسطے چند روز وہیں رہا۔ اتنے میں اہل شہر نے شیخصاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ ہم اس عامل سے بہت خوش ہیں۔ ہم کسی اور

حاکم کا آنا پسند نہیں کرتے۔ اس بارے میں آپ دُعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ اِس حاکم کو یہیں رہنے دے۔ آپ نے اس بارے میں دُعا کر کے فرمایا۔ کہ بذریعہ کشف ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہارا حاکم آج رات شہر میں آجائیگا۔ اور مدت تک اس شہر پر حکمران رہیگا۔ عصر کا وقت تھا۔ کہ بادشاہی قاصد آیا۔ اس نے حاکم کو کہا۔ کہ بادشاہ کے پاس تمہارے جانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ وہیں اس خدمت کو انجام دیتے رہو۔ شام کے وقت حاکم پھر لاہور آگیا۔ شیخ صاحب کشف و کرامت سے موصوف اور شریعت وطریقت کے پابند تھے۔

صوفی محمد کامل کابلی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک بڑے جلیل القدر خلیفہ ہیں۔ پہلے آپ حضرت حجۃ اللہ کے مرید تھے۔ بلکہ بعض بشارات بھی حاصل کی تھیں۔ لیکن ان دنوں حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں بھی رہتے تھے۔ آنحضرت آپ پر بدرجہ کمال مہربان تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ صوفی ہمارا ہم پیر ہے۔ آنحضرت نے صوفی صاحب کو اس طریقہ احمدیہ معصومیہ کی عمدہ بشارات عنایت فرمائیں۔ اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔ لیکن صوفی صاحب تادمِ مرگ آنحضرت کی عالم پناہ خانقاہ سے جدا نہ ہوئے۔ صرف ایک دفعہ حسب الارشاد حج کے لئے گئے۔ آپ نہایت متواضع منکسر المزاج اور فروتن تھے۔ شریعت اور طریقت کے بڑے پکے پابند تھے۔ آپ آنحضرت کی زندگی میں ۱۱۳۲ھ ہجری کو فوت ہوئے۔

صوفی محمد فرہاد پشاوری۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک بڑے خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی ابتداء سے لیکر انتہا تک آنحضرت کی خدمت سے حاصل کیا۔ اور اس طریقہ علیا کی تمام بشارات حاصل کر کے آنحضرت کی خلافت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت صوفی صاحب پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔ حتیٰ کہ صوفی صاحب کو اپنا ضمنی فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے آنحضرت کی خدمت پورے پینتیس ۳۵ سال کی ہے۔ دن رات خانقاہ میں موجود رہتے۔ چند مرتبہ لوگوں نے صوفی صاحب کو کہا کہ آپ لوگوں کے ارشاد کے واسطے باہر کیوں نہیں جاتے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں آنحضرت کی مفارقت کی تاب نہیں لا سکتا۔ آپ ورع۔ تقوےٰ سے موصوف اور اپنے پیروں کے طریقہ پر کاربند تھے۔

شیخ محمد عادل سامانی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک جلیل القدر خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی شروع سے آخیر تک آنحضرت کی خدمت سے حاصل کیا اور آنحضرت نے آپ کو خلافت سے مشرف فرمایا۔ آپ نے زندگی کے تیس سال خانقاہ کی خدمت میں بسر کئے ۱۱۶۲ ہجری میں وفات پائی۔ آپ نہایت حلیم۔ فروتن اور شریعت و طریقت کے سخت پابند تھے ؛

صوفی عوض باقی کابلی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک بڑے خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی ابتدا سے انتہا تک آنحضرت کی خدمت سے حاصل کیا۔ اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت نے آپ کے حق میں فرمایا۔ کہ عوض باقی اور مرزا جانی دونوں نے لڑکپن ہی سے سلوک حاصل کر لیا ہے۔ آنجناب نے خانقاہ کی بشارات صوفی صاحب کو عنایت فرمائیں۔ صوفی صاحب اعلےٰ پایہ کے صاحب کشف اور اپنے پیروں کے طریقہ کے سخت پابند تھے ؛

صوفی ابو تراب برلاس کابلی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک جلیل القدر خلیفہ ہیں۔ آپ سلوک باطنی ابتداء سے انتہا تک آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت نے کئی مرتبہ آپ کے حق میں فرمایا۔ کہ ابو تراب نے سلوک باطنی شروع سے لیکر آخیر تک ہماری خدمت سے حاصل کیا۔ آنحضرت نے اس طریقہ علیہ احمدیہ معصومیہ کی تمام بشارات صوفی صاحب کو عنایت فرمائیں۔ صوفی صاحب امیر کبیر بھی تھے۔ کیونکہ سلطان ہند کے امراء میں داخل تھے لیکن کئی مرتبہ آنحضرت سے عرض کر چکے۔ کہ میں اس امارت کو ترک کرنا چاہتا ہوں آنحضرت نے فرمایا۔ کہ تم نے اسے اپنے دل سے ترک کر دیا ہے۔ ہاتھ سے کیوں جانے دیتے ہو۔ آپ ورع۔ تقوےٰ۔ تواضع۔ انکسار۔ شکستگی اور نیستی سے موصوف اور حضرات سرہند کے طریقے پر سخت کاربند تھے ؛

جن لوگوں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ آنحضرت نے اُنکے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ ہمارے خلفاء کے اول طبقہ میں داخل ہیں ؛

خواجہ ضیاء اللہ کشمیری المشہور بہ احسن نین۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک جلیل خلیفہ ہیں۔ آپ ورع۔ تقوےٰ۔ اور طریقہ علیہ احمدیہ معصومیہ کے سخت

پابند ہیں۔ آنحضرت آپ پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔ اور ولایت صغرائے کبرائے علیا کمالات نبوت بلکہ حقائق ثلاثہ تک کی بشارات خواجہ صاحب کو عنایت فرما کر اپنی خلافت سے سرافراز فرمایا۔ بارہا خواجہ صاحب کی بابت فرمایا کرتے تھے۔ کہ خواجہ صاحب محبت واعتقاد میں بے نظیر ہیں +

صوفی محمد براات خوشبانی کابلی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خاص خلفاء میں سے ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت میں شروع سے آخیر تک حاصل کر کے خلافت پائی۔ آپ آنحضرت کے مقبول تھے۔ آنحضرت کی خانقاہ کے اخراجات آپ ہی کے متعلق تھے۔ آپ خانقاہ کے تمام یاروں کی خدمت کماحقہ کیا کرتے تھے۔ اور حتی المقدور اہلِ خانقاہ کی رضامندی کی کوشش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ کوئی بھی آپ سے ناخوش نہ تھا۔ آپ شریعت وطریقت کے سخت پابند تھے +

صوفی محمد روشن۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک مخصوص خلیفہ ہیں آنحضرت آپ پر بڑے مہربان تھے۔ اکثر آنحضرت کے مخاطب تھے۔ خانقاہ کی متداولہ بشارات مثلاً تینوں ولایتیں صغرائے، کبرائے، علیا۔ کمالاتِ نبوت اور حقائق ثلاثہ وغیرہ آپ کو عنایت فرمائیں۔ اور اپنی خلافت سے مشرف فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ تمہاری طبیعت ملک مالوہ کے شہر سارنگپور کے لوگوں سے پوری مناسبت رکھتی ہے۔ بلکہ اس علاقے کا قطب بھی آپ ہی کو مقرر کیا۔ صوفی صاحب تقوائے وورع اور پیروئے سُنت مصطفویہ میں بے نظیر تھے۔ اور طریقہ احمدیہ معصومیہ کے سخت پابند تھے +

اخون محمد موسیٰ۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک بڑے جلیل القدر خلیفہ ہیں۔ علم ظاہری کے بھی بڑے جید عالم تھے۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت میں ابتداء سے انتہا تک حاصل کیا۔ اور خانقاہ کی مروجہ بشارات مثلاً ولایت سہ گانہ۔ کمالاتِ نبوت اور حقائق ثلاثہ حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ ایک روز آنحضرت نے اخون صاحب کو فرمایا۔ کہ تمہارا باطن کابل کے علاقہ میں گندہک کے لوگوں سے مناسبت تامہ رکھتا ہے۔ اغلب ہے کہ وہاں کی خدمت تمہارے سپرد ہو۔ اخون صاحب شریعت وطریقت پر ثابت قدم تھے +

مولوی اصغر علی سیالکوٹی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک جلیل القدر خلیفہ

ہیں۔ پہلے آپ حضرت عروۃ الوثقےٰ کے یک واسطہ خلیفہ حافظ نور محمد کے مرید ہوئے جب حافظ صاحب حضرت خلیفۃ اللہ کے مرید ہوئے۔ تو انہوں نے مولوی صاحب کو بھی آنحضرت کی خدمت میں بھیجا۔ آنحضرت مولوی صاحب پر مہربان تھے۔ خانقاہ کی مروجہ بشارات عنایت کر کے خلافت سے مشرف فرمایا۔ مولوی صاحب ورع۔ تقوےٰ۔ تواضع۔ نیستی۔ شکستگی۔ علم۔ حلم اور خلق سے موصوف اور حضرات سرہند کے طریقہ پر سخت کاربند تھے ؁

ایک روز اتفاقاً مولوی صاحب سے ایسا فعل سرزد ہوا۔ جو از روئے شرع مکروہ تھا۔ مولوی صاحب اس فعل کے سرزد ہونے سے بہت گھبرائے اور کانپے۔ اور اپنا چہرہ سیاہ کر کے شہر میں ڈھونڈورا پیٹا کر نادم و تائب ہوئے آنحضرت نے مولوی صاحب کے حق میں فرمایا تھا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص مُردہ کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھنا چاہے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو دیکھ لے۔ سو میرے یاروں میں مولوی اصغر علی ہیں۔ آپ علم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ بلکہ ایک جید عالم تھے۔ بہت سے لوگوں نے دونو علوم میں آپ سے فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں ؁

خواجہ نور اللہ کابلی۔ آپ آنحضرت کے ایک مخصوص و مقبول اور بڑے جلیل القدر خلیفہ ہیں۔ آپ آنحضرت کے خلیفہ خواجہ مرزا کے فرزند ہیں۔ آنحضرت آپ پر بڑے مہربان تھے۔ اور اکثر خواجہ کہکر مخاطب کیا کرتے تھے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ میں خواجہ صاحب کو اپنے بھائی کی طرح جانتا ہوں۔ اور اس طریقہ کی بشارات مثلاً۔ ولایت صغرےٰ۔ کبرےٰ۔ علیا۔ کمالات نبوت اور حقائق ثلاثہ آپ کو عنایت فرمائیں اور نیز خواجہ صاحب کے حق میں خوشخبری دی۔ کہ تم اسم باطن سر سے پاؤں تک محض نور ہو گئے ہو۔ خواجہ صاحب شریعت و طریقت کے سخت پابند تھے ؁

میر سعد اللہ ننگرہاری۔ کابل کے گرد و نواح میں ننگرہار ایک علاقہ ہے۔ آپ حضرت عروۃ الوثقےٰ کے خلیفہ اخون موسےٰ کے خلف الرشید اور حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک خلیفہ اعظم ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی شروع سے اخیر تک آنحضرت کی خدمت سے حاصل کیا۔ اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے باطنی استفادہ

کیا۔ بلکہ اکثروں نے خلافت بھی پائی ہے۔ میر صاحب تقوے۔ ورع سے موصوف اور شریعت و طریقت کے سخت پابند ہیں۔

صوفی نور محمدؒ۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک صاحب کمال خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت سے انتہائی درجے تک حاصل کیا۔ آنحضرت آپ کی صفائیے باطن اور تیزی و تندئی کشف کی تعریف کیا کرتے تھے۔ نیز ولایات ثلاثہ (صغرے۔ کبرے۔ علیا) کمالات نبوت اور حقائق ثلاثہ کی بشارات بھی عنایت فرمائیں صوفی صاحب اعلے پایہ کے متقی، پرہیزگار اور خدا پرست تھے۔ شریعت و طریقت کے سخت پابند تھے۔ صبح شام آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہتے۔ سنہ ۱۱۵۱ ہجری میں خانقاہ عالم پناہ میں آنحضرت کی زندگی میں وفات پائی۔

صوفی ابو الحسن بلخی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک جلیل القدر خلیفہ ہیں آپ نے سلوک باطنی شروع سے آخیر تک آنحضرت کی خدمت سے حاصل کیا۔ اور اس طریقہ کی متداولہ بشارات سے مبشر ہوئے۔ اور آنحضرت نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ اعلے درجے کے عابد و زاہد اور شریعت و طریقت کے پابند تھے۔

سکی قندری۔ ملک توران میں بخارا کے قریب قندر ایک شہر ہے۔ صوفی صاحب حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک کامل خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی ابتداء سے انتہاء تک آنحضرت کی خدمت سے حاصل کیا۔ اور اس طریقہ کی عمدہ بشارات حاصل کر کے خلافت پائی۔ آپ شریعت اور اپنے حضرات سرہند کے طریقے پر پورے طور پر کاربند تھے۔ سنہ ۱۱۵۸ ہجری میں آنحضرت کی زندگی ہی میں وفات پائی۔

خواجہ عزیز اللہ بدخشی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک اول خلیفہ اور خلیل اللہ کے فرزند رشید ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت سے انتہائی درجے تک حاصل کیا۔ اور اس طریقہ کی مروجہ بشارات حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہوئے آنحضرت نے آپ کو انکے وطن مالوف بدخشاں کی طرف روانہ کیا۔ آپ کو وہاں قبولیت عظیم نصیب ہوئی حتی کہ وہاں کا بادشاہ آپ کے ساتھ پاپیادہ جاتا تھا۔ ایک روز بادشاہ نے کسی تقریب سے خواجہ صاحب سے حضرت خلیفۃ اللہ کے حالات دریافت کئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ آج گذشتہ اولیاء جیسے ہزاروں

حضرت سلطان الاولیاء کے بارہ میں۔ بادشاہ اس وقت خاموش رہا۔ اس مجلس سے فارغ ہوکر اپنے ارکین سلطنت سے خواجہ صاحب کا گلہ کیا۔ کہ دیکھو خواجہ صاحب نے گزشتہ اولیاء کی کیسی اہانت کی ہے۔ خواجہ صاحب یہ سنکر سخت ناراض ہوئے اور بے اختیار آپ کی زبان سے نکل گیا۔ کہ اگر ہم اس معاملے میں سچے ہیں۔ تو حقتعالیٰ اس بادشاہ کو دنیا سے اُٹھائے۔ ابھی ایک گھڑی نہ گذری تھی۔ کہ بادشاہ کو درد قولنج ہوا۔ اور اسی رات اس جہان سے گذر گیا۔ دوسرے دن ارکانِ سلطنت نے جمع ہوکر خواجہ صاحب سے معافی مانگی۔ اور تخت سلطنت کے لئے ایک اور شہزادہ تجویز کیا۔ موجودہ بادشاہ معہ ارکانِ سلطنت خواجہ صاحب کا مرید ہوا۔ خواجہ صاحب اعلےٰ درجے کے حلیم علیم خلیق اور متواضع تھے۔ شریعت و طریقت کے سخت پابند رہے ؛

حاجی امان بدخشی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک مخصوص خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے انتہائی درجے تک حاصل کرکے خانقاہ کی بشارات مثلاً ولایت صغرٰے۔ کبرٰے۔ علیاء کمالات نبوت وغیرہ حاصل کیں۔ اور آنحضرت نے آپ کو اپنی خلافت سے مشرف فرمایا۔ حاجی صاحب حضرات احمدیہ معصومیہ کے طریقے کے سخت پابند تھے ؛

خواجہ محمد ناصر نقشبندی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک بڑے خلیفہ اور خواجہ بزرگ بہاؤالدین نقشبند کی اولاد سے ہیں۔ آنحضرت کی آپ پر خاص نظر عنایت تھی۔ آپ نے سلوک باطنی انتہائی درجے تک آنحضرت کی خدمت سے حاصل کیا۔ اور اس طریقہ کی عمدہ بشارات مثلاً ولایت سہ گانہ۔ کمالات نبوت اور حقائقِ ثلاثہ حاصل کرکے خلافت سے مشرف ہوئے۔ بہت سے لوگ آپ کے طفیل آنحضرت کے مرید ہوئے۔ اور سلوکِ باطنی حاصل کرکے بشارات سے مشرف ہوئے خواجہ صاحب کو علم تصوف اور حقائق الٰہی میں ید بیضا حاصل تھا۔ بلکہ اس علم میں کئی ایک رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ واقعی کلام خوب ہے۔ آپ شریعت اور حضرات سرہند کے طریقہ پر کاربند ہیں ؛

خواجہ عبدالرحمن مرادآبادی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔

تئیس ۲۳ سال آنحضرت کی خدمت کی۔ اور سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت جس وقت قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب ورق گردانی کیا کرتے تھے۔ آنحضرت نے آپ کو اس طریقہ کی مروجہ بشارات عنایت فرمائیں۔ آپ حضرات احمدیہ کے طریقے اور شریعت کے پورے پابند تھے۔ لیکن آنحضرت کی وفات کے بعد خواجہ صاحب سے واہیات کلمات سننے میں آئے۔ چنانچہ انہوں نے منصب قطبیت کا دعوے کیا۔ حالانکہ اس منصب اعلےٰ کی کوئی علامت آپ میں نہ پائی جاتی تھی۔ اور نہ ہی آنحضرت نے آپ کو بطریق اشارت فرمایا تھا۔ صرف آپ کی کشفی خطا تھی۔ دوسرے اس طریقہ میں یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ یہ منصب قطبیت حضرت مجدد الف ثانی رضؓ کی اولاد خصوصاً حضرت عروۃ الوثقےٰ کے فرزندوں میں قیامت تک رہیگا۔ جیساکہ حضرت مجدد الف ثانی رضؓ کے فرزندوں کے بعد دوسرے خلیفہ خواجہ ہاشم کشمی کی تصنیف کردہ "برکات احمدیہ" کی پانچویں فصل میں لکھا گیا ہے۔ نیز خواجہ صاحب نے مخدوم زادوں کی گستاخی کر کے انہیں ناراض کرلیا۔ حالانکہ مخدوم زادوں کے اس قدر دینی و دنیاوی حقوق خواجہ صاحب پر تھے۔ آنحضرت کے وصال کے بعد خواجہ صاحب نے خانقاہ سے نکل ایک اور جگہ سکونت اختیار کی۔ اور مخدوم زادوں کی زیارت کرنا ترک کردی +

خواجہ محمد امین کابلی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ قیوم رابع کے خلیفہ اور حضرت حجۃ اللہ کے خلیفہ خواجہ مرزا کے فرزند کلاں ہیں۔ جو کابل کے قدیمی بزرگزادہ تھے۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت میں شروع سے اخیر تک حاصل کر کے خانقاہ کی مروجہ بشارات پائیں۔ اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ حضرات احمدیہ کے طریقے اور شریعت کے سخت پابند تھے۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب سے کچھ لغزش ہوگئی۔ لیکن اس سے متنبہ ہو کر توبہ کی۔ جیساکہ آنحضرت کے بیسویں سال قیومیت کے حالات میں لکھا گیا ہے +

شیخ محمد دمشقی۔ آپ حضرت عروۃ الوثقےٰ کے خلیفہ شیخ محمد مراد شامی کے فرزند ہیں۔ جب حضرت خلیفۃ اللہ کے ساتھ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اس وقت شیخ مراد آنحضرت کی زیارت کے لئے آئے۔ جب حضرت خلیفۃ اللہ کو دیکھا۔

تو بہت معتقد ہو گئے۔ اپنے فرزند کو آنحضرت کا مرید بنایا۔ جس نے آنحضرت سے سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت پائی۔ آج شیخ محمد ملک شام میں سب سے بڑا شیخ شمار ہوتا ہے۔ اور اس سے وہاں کے بہت سے آدمیوں نے باطنی استفادہ کیا ہے وہاں کے تمام امرا اور بادشاہ اور سلطان روم اس کے مرید ہیں۔ شیخ کی خانقاہ کا سالانہ خرچ تین لاکھ اشرفی ہے۔ حاجی سعادت اللہ جو آنحضرت کے خاص یار ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ ملک شام میں شیخ محمدؒ سے ملا۔ اس نے بہت اخلاص اور خصوصیت ظاہر کی۔ اور کہا۔ کہ میں صبح شام اسی تمنا میں رہتا ہوں۔ کہ ایک دفعہ آنحضرت حج کے لئے تشریف لائیں۔ وہ ہر سال اس ولایت کے تحفے اور ہدیئے آنحضرت کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا۔ اور ورع۔ تقوےٰ سے موصوف اور حضرات احمدیہ معصومیہ کے طریقے پر کاربند تھا۔

خواجہ محمد میرو یہ یعقوبی۔ کابل کے مضافات میں یعقوب نام ایک گاؤں ہے۔ آپ وہاں کے رہنے والے اور حضرت عروۃ الوثقےٰ کے خلیفہ خواجہ عبد الصمد کے پوتے ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ آپ حضرات سرہند کے طریقے اور شریعت پر کاربند تھے۔

شیخ محمد سعید سیالکوٹی۔ آپ حافظ نور محمد کے پوتے ہیں۔ سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرات احمدیہ کے طریقے اور شریعت کے سخت پابند تھے۔

خواجہ فیض اللہ اور خواجہ عباد اللہ کابلی۔ دونو حضرت حجت اللہ کے خلیفہ خواجہ خسرو کے فرزند ہیں۔ جب حضرت حجت اللہ کے حسب الامر حضرت خلیفۃ اللہ کابل میں تشریف لائے۔ تو باپ نے ان دونو کو آنحضرت کا مرید کرایا۔ آنحضرت نے مہربان ہو کر بعض بشارات عنایت کر کے خلافت سے مشرف فرمایا۔ آج وہ دونو بھائی اس ملک کے بڑے شیخ شمار کئے جاتے ہیں۔ اور حضرات احمدیہ معصومیہ کے طریقے پر ثابت قدم ہیں۔

صوفی لعل پنجابی کابلی۔ آپ حضرت حجت اللہ کے خلیفہ حاجی عبد الغفار کے فرزند ہیں۔ آپ نے آنحضرت سے سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت پائی۔ آپ اپنی

قوم کے مشہور شیخ ہیں۔ اور حضرات سرہند کے طریقے پر ثابت قدم ہیں +

خواجہ شکر اللہ کابلی۔ آپ خواجہ نیاز کابلی کے فرزند ہیں۔ آپ نے آنحضرت کی خدمت سے سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت پائی۔ حضرات احمدیہ کے طریقہ اور شریعت کے پورے پابند ہیں +

خواجہ فقیر سبحانی کابلی۔ آپ حاجی عبدالغفار کے فرزند ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ حضرات احمدیہ کے طریقے اور شریعت پر ثابت قدم ہیں +

صوفی عبدالرحیم کابلی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے مخصوص اصحاب سے ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ آنحضرت نے صوفی صاحب پر بدرجہ کمال کرم فرمایا۔ حتیٰ کہ حوض کوثر کا ساقی ہونے کی خوشخبری عنایت فرمائی۔ آپ حضرات احمدیہ معصومیہ کے طریقہ پر ثابت قدم ہیں +

حاجی داراب کابلی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ آپ حضرات سرہند کے طریقہ اور شریعت پر ثابت قدم ہیں +

صوفی فیروز ملتانی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی شروع سے آخیر تک آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ اور ملتان بھیجے گئے۔ حضرات سرہند کے طریقے اور شریعت کے سخت پابند ہیں +

خواجہ عبدالرحمٰن کولابی۔ ملک بدخشاں میں کولاب ایک شہر ہے۔ آپ آنحضرت کے ایک مخصوص خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت سے انتہائی درجہ تک حاصل کر کے خلافت پائی۔ اور اس طریقہ کی عمدہ بشارات سے مبشر ہو کر خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ سُنّت نبوی اور حضرات احمدیہ معصومیہ کے طریقہ پر ثابت قدم ہیں +

صوفی روزبہی بدخشی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک قدیمی خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی اور

اس طریقہ علیہ کی عمدہ بشارات حاصل کیں۔ آپ تقوےٰ و عبادت سے موصوف اور طریقہ احمدیہ معصومیہ پر ثابت قدم تھے ✦

شاہ محمد مقیم بدخشی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک مخصوص خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ شریعت و طریقت کے سخت پابند ہیں ✦

شیخ سعدالدین پشاوری۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ پہلے حافظ نور محمد کے مرید تھے۔ بعدازاں آنحضرت کی خدمت میں آکر سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے باطنی فائدہ اُٹھایا۔ بلکہ بعضوں کو طریقہ کی اجازت بھی ملی۔ آپ حضرات احمدیہ معصومیہ کے طریقے پر نہایت ثابت قدم تھے ✦

شیخ ابوتراب پشاوری۔ آپ پہلے شیخ سعدالدین کے مُرید تھے۔ بعدازاں حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت میں آکر سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرات احمدیہ معصومیہ کے طریقہ پر ثابت قدم تھے ✦

حاجی سعادت اللہ۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک قدیمی خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ آپ حضرات سرہند کے طریقہ اور شریعت کے سخت پابند تھے ✦

صوفی گل محمد رہتاسی۔ لاہور اور کابل کے درمیان رہتاس ایک قلعہ ہے آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ شریعت و طریقت پر کاربند ہیں ✦

صوفی فیض بخش رہتاسی۔ آپ صوفی گل محمد کے فرزند ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ شریعت و طریقت پر ثابت قدم ہیں ✦

مولوی محمد افضل رہتاسی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے ایک مخصوص خلیفہ ہیں۔ پہلے حضرت حجت اللہ کے مُرید تھے۔ بعدازاں حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت سے سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ ظاہری و باطنی علم

کے جامع تھے۔ پرہیزگاری اور عبادت سے موصوف اور حضرات سرہند کے طریقے اور شریعت کے پابند تھے ◆

شیخ ولی محمد بہاری۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ سلوک باطنی انتہائی درجے تک آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرات احمدیہ کے طریقے اور شریعت پر کاربند ہیں ◆

شیخ محمد عادل اکبرآبادی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ حضرات احمدیہ کے طریقے اور شریعت کے پابند ہیں ◆

شیخ محمد عارف بنگالی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے آنحضرت کی خدمت سے سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت پائی۔ حضرات احمدیہ کے طریقے اور شریعت پر کاربند ہیں ◆

صوفی محمد اشرف شمس آبادی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی بقید تمام آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ رخصت کے وقت آنحضرت نے آپ کو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہیں قبولیت خلق نصیب ہوگی۔ خبردار، کہیں خودپسندی کو دخل نہ دینا۔ واقعی جب آپ شمس آباد میں آئے تو گرد و نواح کے لوگ بہت معتقد ہوئے۔ اور آپ سے استفادہ کرنے لگے۔ آپ وہاں کے بڑے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ شریعت و طریقت کے سخت پابند ہیں ◆

صوفی احمد کاتب سیالکوٹی۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے آنحضرت کی خدمت سے سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت پائی۔ حضرات احمدیہ کے طریقے اور شریعت پر کاربند ہیں ◆

صوفی غلام محی الدین افغان۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ آپ حضرات سرہند کے طریقے پر ثابت قدم ہیں ◆

صوفی محمد فضل بنگالی۔ آپ نے آنحضرت کی خدمت سے سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت پائی۔ آپ حضرات سرہند کے طریقے اور شریعت پر کاربند ہیں ◆

صوفی نواب افغان پشاوری۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ مدت تک آنحضرت کی خدمت میں رہے۔ آنحضرت آپ پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔ خانقاہ کی مروجہ بشارات عنایت فرمائیں۔ اور خلافت سے مشرف فرمایا۔ آپ حضرات سرہند کے طریقے اور شریعت پر ثابت قدم تھے +

خواجہ اسد اللہ بخاری۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ شیخ حبیب اللہ بخاری کے فرزند ہیں۔ آپ بخارا سے محض آنحضرت کی زیارت کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ جیسا کہ قیومیت کے تیسویں سال میں مذکور ہو چکا ہے۔ پھر آنحضرت سے سلوک باطنی حاصل کر کے خدمت سے مشرف ہوئے۔ آپ حضرات سرہند کے طریقے اور شریعت کے سخت پابند تھے +

ذکر در بیان

اصحاب مبشرین حضرت خلیفۃ اللہ کہ بخلافت رسیدہ اند

صوفی میر مرزا۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے خاص اصحاب سے ہیں آنحضرت آپ پر مہربان تھے۔ دن رات کمال مہربانی سے آپ کو یاد فرمایا کرتے تھے۔ آنحضرت نے آپ کو عمدہ بشارات مثلاً تینوں ولائتیں صغرٰے، کبرٰے اور علیا اور کمالات نبوت وغیرہ عنایت فرمائیں +

صوفی حفیظ اللہ۔ آپ بھی حضرت خلیفۃ اللہ کے خاص اصحاب میں سے ہیں۔ آنحضرت آپ پر بڑے مہربان تھے۔ آپ بھی دل و جان سے آنحضرت پر فدا تھے۔ آنحضرت نے آپ کو اس طریقہ کی مروجہ بشارات یعنی ہر سہ ولایت۔ ولایت صغرٰے ولایت کبرٰے۔ ولایت علیا۔ کمالات نبوت اور قبولیت وغیرہ عنایت فرمائی۔ آپ طریقہ احمدیہ معصومیہ کے بڑے سخت پابند تھے +

صوفی محمد شریف باجوری۔ آپ آنحضرت کے مخصوص اصحاب سے ہیں۔ آنحضرت نے آپ کو ہر سہ ولایات کمالات نبوت اور حقائق ثلاثہ کی بشارات عنایت فرمائیں +

صوفی اسد علی کابلی۔ آپ آنحضرت کے قدیمی اصحاب سے ہیں۔ آنحضرت

نے آپ کو ہر سہ ولایات۔ کمالاتِ نبوت اور ہر سہ حقائق کی بشارات عنایت فرمائیں ❊

صوفی فقیر احمد کابلی۔ آپ شیخ ابوالقاسم کابلی کے فرزند اور حضرت سلطان الاولیاء کے خلیفہ ہیں۔ آنحضرت آپ پر بہت مہربان تھے۔ مرض اخیر میں جب آنحضرت بسبب ضعف مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔ تو صوفی صاحب کو امام مقرر فرمایا۔ اس طریقہ کی بعض بشارات بھی آپ کو عنایت فرمائیں ❊

صوفی شیخ علی۔ آنحضرت نے آپ کو کمالات نبوت کی بشارات عنایت فرمائیں ❊

صوفی عبداللہ خوشبائی۔ آنحضرت کے مبشرین سے ہیں۔ اس طریقہ کی بشارات سے مشرف ہوئے ❊

صوفی محمد اعظم سیالکوٹی۔ آپ پہلے حافظ نور محمد سیالکوٹی کے معتبر یار بلکہ خلیفہ تھے۔ بعد میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مورد عنایت بنے۔ اور عمدہ بشارات مثلاً ہر سہ ولایات۔ اور کمالاتِ نبوت سے سرفراز ہوئے۔ آپ حضرات سرہند کے طریقہ کے سخت پابند تھے ❊

صوفی نفس کابلی۔ آپ بھی آنحضرت کے مبشرین سے ہیں ❊

صوفی عبدالرحیم سیالکوٹی۔ آپ حافظ نور محمد سیالکوٹی کے پوتے ہیں کچھ مدت آنحضرت کی خانقاہ عالم پناہ میں رہے۔ اور آنحضرت سے اس طریقہ کی بشارات حاصل کیں ❊

حاجی جمال۔ آپ آنحضرت کے دودھ بھائی ہیں۔ آنحضرت نے آپ کو ولایت صغرٰے، ولایت کبرٰے بلکہ ولایت علیا کی بشارات سے مشرف فرمایا ❊

اخون سلطان افغان۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے معتبر مبشرین سے ہیں ❊

صوفی غلام محمد سرہندی۔ آپ حضرت مروج الشریعت کے خلیفہ حاجی کمال کے فرزند اور میرے (مؤلف کے) والد ماجد کے دودھ بھائی ہیں۔ میرے والد ماجد نے آپ کو آنحضرت کا مرید کرایا۔ آپ اس طریقہ کی بشارات سے سرفراز ہوئے ❊

صوفی غلام احمد سلطان پوری - آپ آنحضرت کے خلیفہ شیخ محمد عابد سلطانپوری کے فرزند ہیں - آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کیا آپ عمدہ بشارات سے مشرف ہوئے ۔

صوفی بخشندہ عزیز قلیخان - آپ آنحضرت کے ایک منظور نظر ہیں - عمدہ بشارات ہر سہ ولایت اور کمالات نبوت سے سرافراز ہوئے ۔

صوفی محمد صدیق کابلی - آپ آنحضرت کے مبشرین سے ہیں - آپ ولایت کبرے تک کی بشارات سے مستعد ہوئے ہیں ۔

صوفی یار محمد کفش فروش - آپ نے آنحضرت سے ہر سہ ولایت - کمالات نبوت حقیقت کعبہ تک کی بشارات حاصل کیں ۔

صوفی عبد الحکیم کشمیری - آپ نے مدت تک سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کیا - اور ولایت کبرے کی بشارت کا شرف حاصل کیا ۔

صوفی خواجہ عبد المنان - آپ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی اولاد سے ہیں - آنحضرت نے آپ کو عمدہ بشارات عنایت فرمائیں ۔

صوفی محمد صادق - آپ مدت مدید تک آنحضرت کی خانقاہ میں رہے اور آنحضرت سے بشارات حاصل کیں ۔

صوفی محمد عاقل - آپ آنحضرت کے مخصوص خادم ہیں - تینوں ولایتوں کی بشارت سے مشرف ہوئے ۔

صوفی مولوی احمد قصوری - آپ مولوی عبد الحکیم قصوری کے فرزند ہیں آپ نے سلوک باطنی بہمہ شرائط حضرت خلیفۃ اللہ سے حاصل کیا - آنحضرت آپ پر بہت مہربان تھے - آپ آنحضرت کے معتبر یار اور حضرات احمدیہ کے طریقے اور شریعت کے پکے پابند تھے ۔

حافظ سعد اللہ لاہوری - آپ آنحضرت کے مبشرین سے ہیں ۔

مرزا عبد الحکیم کابلی - آپ علم ظاہری و باطنی ہر دو کے عالم تھے - آنحضرت نے آپ کو ہر سہ ولایت کی خوشخبری عنایت فرمائی ۔

صوفی محمد عظیم رح - آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے مخصوص یار ہیں - آنحضرت

نے آپ کو ہر سہ ولایت کی بشارات عنایت فرمائیں +

میر ہزار کابلی۔ آپ آنحضرت کے اصحاب سے ہیں۔ آنحضرت نے آپ کے اعتقاد کی بڑی تعریف کی ہے۔ آپ آنحضرت کے ایک مخصوص مبشر تھے +

صوفی امان اللہ۔ آپ آنحضرت کے خاص مبشر ہیں۔ آنحضرت نے آپ کو ولایت صغرائے اور ولایت کبرائے کی خوشخبری عنایت فرمائی +

ملا عبد اللہ افغان۔ آپ آنحضرت کے خاص اصحاب سے ہیں۔ آنجناب نے آپ کو ہر سہ ولایات کی بشارات عنایت فرمائیں +

ملا مخدوم لاہوری۔ آپ آنحضرت کے خاص مبشرین سے ہیں +

محمد کبیر شاعر کابلی۔ آپ کے کچھ حالات آنحضرت کی کرامات کے باب میں لکھے گئے ہیں۔ آپ نے سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت سے حاصل کر کے ہر سہ ولایات اور کمالات نبوت کی بشارات سے سرافراز ہوئے +

حاجی جمال ابدالی۔ آپ آنحضرت کے خاص مبشرین سے ہیں +

صفدر شاہ سحری۔ آپ آنحضرت کے خاص اصحاب سے ہیں آنحضرت نے آپ کو عمدہ بشارات سے سرافراز فرمایا +

صوفی محمد سالم کابلی۔ آپ مدت مدید آنحضرت کی خانقاہ میں رہ کر تینوں ولایتوں کی بشارات سے سرافراز ہوئے +

حافظ صیف اللہ۔ آپ نے آنحضرت کی بہت خدمت کی ہے آنحضرت نے آپ کو تینوں ولایتوں کی بشارات سے مخصوص فرمایا۔ اب آپ حضرت خلیفۃ اللہ کے روضہ منورہ کے خادموں کے سردار ہیں +

دوست محمد افغان۔ آپ آنحضرت کے مخصوص خادم تھے۔ آنجناب نے آپ کو اعلیٰ اور عمدہ بشارات سے سرافراز فرمایا +

حاجی نیاز۔ ملا نور بدخشی۔ خواجہ عبد الرحمان سمرقندی۔ ملا شمس الدین کاشغری محمد ارشد حبیبی سب آنحضرت کے مبشرین ہیں۔ آنحضرت کے بہت سے خلفاء اور مبشرین کے نام یاد نہیں رہے۔ اس واسطے ان کے حالات نہیں لکھے گئے۔ جیسا کہ اس نے

پہلے بھی عرض کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی اگر اللہ تعالےٰ ہماری رہنمائی نہ کرتا۔ واقعی ہمارے پروردگار کے رسول حق پر مبعوث ہوئے ؛

ذکر در بیان

احوال مشائخ و علماء و شعراء و سلاطین کہ ہمعصر حضرت قیوم رابع خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء بودہ اند :-

حاجی محمد سعید لاہوری - آپ لاہور کے مشہور شیخ ہیں۔ پہلے آپ شاہ میر لاہوری صاحب ذوق و شوق کے مرید تھے۔ بعد ازاں انکے خلیفہ ملّا شاہ سے سلوک باطنی حاصل کیا۔ پھر حضرت عروۃ الوثقےٰ کے فرزند حضرت محمد اشرف کی خدمت سے فیض حاصل کیا۔ اور نقشبندیہ خلافت پائی۔ آپ صاحب جذب قوی تھے۔ ظاہری علم بھی آپ نے پایہ تحصیل تک حاصل کیا۔ لوگوں نے دونو علوم میں آپ سے استفادہ کیا۔ حاجی صاحب کے مرید اور شاگرد ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ جو شریعت و طریقت پر کاربند تھے ؛

شیخ محمد فاضل - آپ ظاہری و باطنی علوم کے عالم اور لاہور سے چار منزل پر بھاکہ کے رہنے والے تھے۔ آپ صاحب کرامت و استقامت تھے۔ آپ نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ کے قصیدہ خمریہ کی شرح لکھی ہے۔ جو تیس جزو سے زیادہ ہے ؛

شاہ بھیکھ - آپ بھی آنحضرت کے ہمعصر تھے ؛

شیخ ابو الفتح سنوری - سرہند سے بارہ میل کے فاصلہ پر شہر سنور ہے۔ آپ صاحب اہل نیستی و انکسار تھے۔ صفائی باطن میں مشہور تھے ؛

شیخ اشرف سلونی - آپ شیخ پیر محمد سلونی کے فرزند اور ہندوستان کے ایک مشہور شیخ ہیں۔ آپ کو قبولیت عامہ حاصل ہے۔ ہزارہا لوگ آپ کے مرید ہوئے آپ کی مجلس میں سماع و نغمہ بکثرت ہوا کرتا تھا۔ دعوتِ اسماء کا علم بھی آپ کو حاصل تھا۔ اور قبولیت کی وجہ بھی یہی تھی ؛

شیخ حبیب اللہ قنوجی۔ آپ قنوج کے مشہور شیخ اور صاحب تصرف ظاہرہ و خوارق باہرہ تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔

شیخ برکت اللہ۔ آپ اپنے وقت کے بڑے مشائخ میں شمار ہوتے تھے صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے۔ خدا طلبی میں سخت تکلیفیں اٹھائیں۔ اذکار و اشغال میں مشغول و مصروف رہے۔ عجیب و غریب حالات حاصل کئے۔ بہت لوگ آپ کے معتقد تھے۔ اب آپ کے دو لڑکے آپ کے جانشین ہیں۔ ایک آل محمد جو باپ کا قائم مقام ہے۔ دوسرے شاہ محمدؒ۔

شاہ کلیم اللہ۔ آپ شاہجہان آباد کے بڑے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ صاحب احوال بلند و مقامات ارجمند ہیں۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔

شاہ غلام محمد۔ آپ بھی شاہجہان آباد کے معتبر مشائخ سے ہیں۔ صاحب زہد و توکل تھے۔ تصوف اور سلوک میں راسخ قدم تھے۔

شیخ عبد الرسول انبالوی۔ آپ انبالہ کے مشہور شیخ ہیں۔ زہد و توکل سے موصوف تھے۔ آپ نے خدا طلبی میں ریاضتہائے شاقہ اٹھائیں۔ صفائی باطن میں مشہور تھے۔ بہت سے لوگ آپ سے مستفید ہوئے۔

شاہ کمال۔ آپ سید جمال کے فرزند اور شاہجہان آباد کے مشہور شیخ ہیں۔ آپ صاحب وجد و شوق تھے۔ رقص و سماع بہت کیا کرتے تھے۔

شاہ اجالی بدایونی۔ آپ بدایوں کے مشائخ کبار سے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ آپ صاحب ذوق و حال تھے۔ اور انکسار آپ کا پسندیدہ طریقہ تھا۔ بہت سے لوگ آپ کے منکر بھی تھے۔ وہ آپ کو دیوانہ کہتے تھے۔ بعض جو آپ کے مرید تھے۔ وہ آپ کو صاحب کمال جانتے تھے۔ لیکن آپ کے اوضاع و اطوار سے ثابت ہوتا تھا۔ کہ آپ تمام مشائخ اُمت کے خلاف ہیں۔ چنانچہ آپ کے مرید ذو الحجہ کے پہلے عشرہ میں روزہ ضرور رکھتے ہیں۔ اور کسی سے کلام نہیں کرتے۔ ساتھ ہی کہتے ہیں۔ کہ ان دنوں ہمیں خدا ظاہری آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے۔ بعد ازاں ساتویں روز عید کی طرح خوشی مناتے ہیں۔ ان دونوں دنوں کو جنگل میں ایک مقررہ جگہ جا کر اپنی عبادت کرتے ہیں۔

ان کی عبادت کا یہ طریقہ ہے۔ کہ نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر چاروں طرف کھڑے ہو کر کچھ پڑھتے ہیں۔ ہر روز اوقات مقررہ پر اس قسم کی عبادت کرتے ہیں۔ سلام علیک کی بجائے "ابن خفشان" کہتے ہیں۔ جب آپس میں ملاقات کرتے ہیں۔ تو یہی لفظ نکالتے ہیں۔ وہ حسین خفشان کو پیغمبر اولوالعزم صاحب شریعت مانتے ہیں۔ اس بات کو وہ پوشیدہ رکھتے ہیں۔ جو ان کا محرم راز ہوتا ہے۔ اسی سے یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ محمد امین خاں نے یہ بات معلوم کر کے ظاہر کرنی چاہی۔ لیکن وہ انہیں دنوں فوت ہو گیا اب وہ اپنے میں اسے بطور معجزہ سمجھتے ہیں۔ ایک دفعہ میں (مؤلف کتاب) نے خفشان کے بیٹوں سے ملاقات کی۔ اور اس بات کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے محض انکار کیا۔ صرف استغفر اللہ کہا۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

شیخ جان محمد۔ آپ اعلیٰ درجہ کے زاہد و ریاضت کنندہ اور صاحب استقامت تھے۔ ایک روز حضرت خلیفۃ اللہ کی ملاقات کے لئے آئے۔ آپ کے جانے کے بعد کسی نے آنحضرت سے آپ کے حالات کی بابت پوچھا فرمایا کہ ریاضت کے باعث اسے باطنی صفائی حاصل ہے ؛

مولوی عبد الحکیم۔ آپ شاہجہان آباد کے ایک مشہور عالم باعمل ہیں۔ حضرت خازن الرحمت کے فرزند شیخ عبد اللہ کے مرید اور حضرت خلیفۃ اللہ کے بڑے معتقد تھے۔ چنانچہ وہ دو کوس پیادہ پا آنحضرت کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ آنحضرت بھی آپ پر مہربان تھے۔ آپ کے پاس اہل علم حاضر رہتے۔ اکثر امرا آپ کے معتقد تھے۔ اور آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ امر معروف آپ کا پسندیدہ طریقہ تھا۔ چنانچہ بادشاہ پر بھی شرعی حد لگادی۔ کہ کفار سے جزیہ لو۔ یہ قصہ قیومیت کے اٹھائیسویں سال میں مفصل بیان ہو چکا ہے ؛

مولوی نظام الدین۔ آپ ہندوستان کے مشہور عالم ہیں۔ کئی ہزار آدمیوں نے آپ سے ظاہری علم کا فائدہ اٹھایا۔ سینکڑوں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ زہد۔ عبادت اور ریاضت بکثرت کرتے ہیں۔ اور شیخ عبد الرزاق کے مرید ہیں۔ آپ صاحب استقامت و استغنا ہیں ؛

مولوی صفت اللہ۔ آپ ہندوستان کے مشہور عالم ہیں۔ آپ نے

حدیث کی سند مدینہ منورہ میں حاصل کی۔ آپ کی مجلس میں عموماً علم حدیث پڑھایا جاتا تھا۔ شریعت کے سخت پابند تھے۔ بالعموم رفضی امرا سے آپ کا میل جول تھا۔ لیکن ہر مجلس میں انہیں آپ ترک ہی دیتے ؂

مولوی قطب الدین۔ آپ پورب کے بڑے مشہور عالم ہیں۔ کہتے ہیں۔ علم معقولات میں ہندوستان بھر کے علماء آپ سے لگا نہیں کھاتے۔ بہت سے آدمی آپ سے فارغ التحصیل ہوئے +

مولوی شیخ محمد۔ آپ ایک معتبر عالم ہیں۔ اور ظاہری علم میں فارغ التحصیل ہوئے ہیں +

مولوی عبد الکریم۔ آپ دو واسطے سے مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی کے شاگرد ہیں۔ بہت سے آدمیوں نے آپ سے ظاہری علم کا استفادہ کیا ؂

مولوی ابوطالب۔ آپ ایک معتبر عالم ہیں۔ اور ساتھ ہی عالم باعمل بھی ہیں +

مولوی کمال الدین۔ بڑے جید عالم ہیں۔ ہزاروں آدمی آپ سے مستفید ہوئے +

حاجی یار بیگ۔ آپ لاہور کے بڑے مشہور عالم اور شریعت کے بڑے پابند ہیں۔ جب سلطان بہادر شاہ نے لاہور جا کر علماء کو اس بات کی تکلیف دی۔ کہ خطبہ میں حضرت علی کو وصی کہیں۔ اس وقت لاہور کے علماء کے سرگروہ حاجی یار بیگ ہی تھے۔ انہوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے +

مولوی محمد مقیم۔ آپ علم ظاہری و باطنی دونوں کے عالم ہیں۔ ایک بزرگ سے سلوک باطنی حاصل کیا۔ عجز و نیستی آپ کا شعار ہے۔ آپ کی تصنیفات نہایت اعلیٰ پائے کی ہیں۔ چنانچہ مولانا روم کی پیروی کی ہے۔ شرح وقایہ پر کا حاشیہ آپ ہی کی تصنیف ہے ؂

حسب ذیل شعرا حضرات خلیفۃ اللہ کے ہمعصر تھے۔ محمد پناہ۔ قابل۔ نگہت۔ جعفر روحی۔ مرزا گرامی۔ منظہر۔ سامی۔ آفرین۔ رونق۔ گلشن۔ باجی۔ حزین وغیرہ وغیرہ۔ رومی کہتا ہے ؎

گشت چشم تو بے فتنہ قیامت باقی ست نیست آرام ہمہ بردن کہ قیامت باقیست

قائل کہتا ہے ؎

بہ بزمِ دود بماند ز بعد کشتن شمع چو مارتیغ تو مردیم آہ ما باقیست

آفرین نے مضمون ناز کو خوب نبھایا ہے ؎

گل اندامے سراپا ناز آمد آمدے دارد بہار رفتہ ما باز آمد آمدے دارد

سامی و آفرین نے میر کے قصہ کو چار باب میں لکھا ہے۔ قصیدہ کی رونق کو نظم میں لکھ کر دوبالا کر دیا ہے +

حسب ذیل بادشاہ حضرت سلطان الاولیاء کے ہمعصر تھے ہندوستان میں سات شخص آنحضرت کے عہد میں تخت سلطنت پر بیٹھے۔ خاندان تیموریہ کے دس بادشاہ قیوم اربعہ کے عہد میں تخت نشین ہوئے۔ جلال الدین اکبر حضرت قیوم اولؓ کے وقت میں۔ جہانگیر حضرت قیوم اولؓ کے عہد میں۔ شاہجہان حضرت قیوم ثانی کے عہد مبارک میں۔ اورنگ زیب عالمگیر کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ اس نے چاروں قیوموں کی زیارت کی۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے اپنے دادا کے ساتھ حضرت قیوم اول کی زیارت کی۔ حضرت قیوم ثانی کے عہد میں تخت نشین ہوا۔ حضرت حجۃ اللہ کا تمام عہد مبارک دیکھا۔ حضرت حجۃ اللہ نے میرے آخری سالوں میں قیومیت کے تخت پر جلوس فرمایا۔ باقی بادشاہ حضرت خلیفۃ اللہ کے عہد میں ہوئے۔ یعنی بہادر شاہ معزالدین۔ فرخ سیر۔ رفیع الدولہ۔ رفیع الدرجات اور محمد شاہ جو موجودہ بادشاہ ہے۔ ایران میں نادر شاہ تخت سلطنت پر متمکن ہے۔ نادر شاہ سے پہلے قندھار کے چند خان ایران پر قابض تھے۔ جیسا کہ حضرت قیوم رابع کے چودھویں سال قیومیت کے حالات میں لکھا ہے۔ توران میں ابوالفیض حکمران ہے۔ بدخشاں کا بادشاہ میر یار بیگ خاں ہے۔ یہ تمام بادشاہ حضرت قیوم رابع کے مرید و معتقد ہیں۔ والسلام من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ؎

بحمد اللہ کہ بر زعم زمانہ بپایاں آمد ایں دلکش فسانہ

طے کنم ایں نامہ را گر نکنم چوں کنم حوصلہ خامہ نیست تاب رقم داشتن